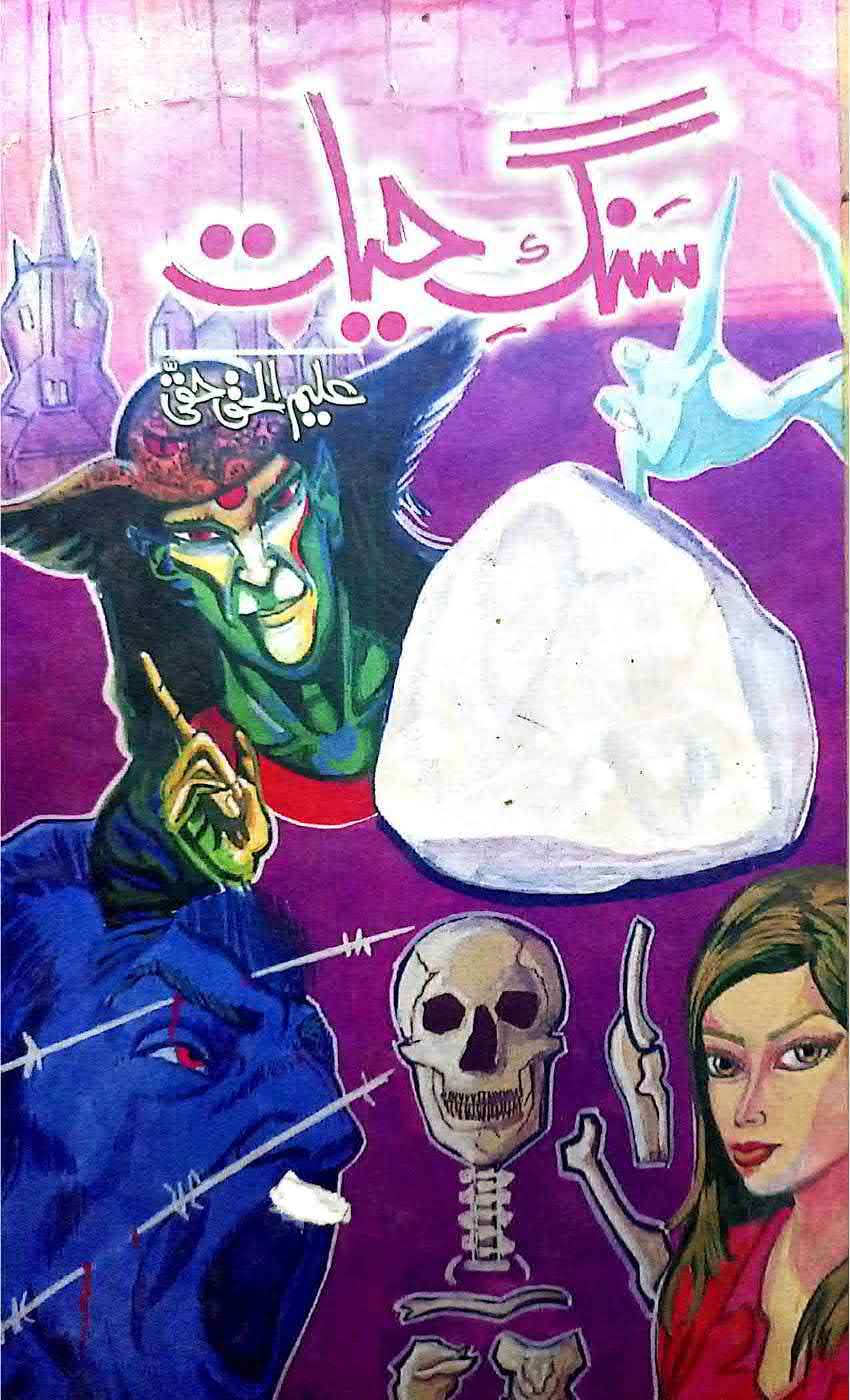

سنگِ حیات
علیم الحق حقی

# سنگِ حیات

علیم الحق حقی

علم و عرفان پبلشرز
34۔ اردو بازار، لاہور، فون: 7352332-7232336
www.ilmoirfanpublishers.com. E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

ناول ملکیت و بشکریہ

# محمد سعید چوہدری

ناول

سکین

بائے

# محمد سجاد بھٹی

0
3
0
4
5
5
0
3
0
8
6

خصوصی تعاون: جاسوسی نشست ایڈمن

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ............ | سنگِ حیات |
| مصنف | ............ | علیم الحق حقی |
| ناشر | ............ | گل فراز احمد |
| | | علم و عرفان پبلشرز، لاہور |
| مطبع | ............ | زاہدہ نوید پرنٹرز لاہور |
| سنِ اشاعت | ............ | نومبر 2006ء |
| تعداد | ............ | 500 |
| قیمت | ............ | |

# علم و عرفان پبلشرز

34-اُردو بازار، لاہور فون: 7232336-7352332

# سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40-اردو بازار، لاہور

فون: 7223584، موبائل 0300-4125230

**خیال پور** ایک چھوٹا سا مگر بیحد خوبصورت اور خوشحال ملک ہے۔ یہ الگ بات کہ آپ دنیا کے نقشے کو یا گلوب کو کھنگال ماریں' تب بھی آپ کو اس نام کا ملک نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک کے لوگ پرامن ہیں۔ وہ جنگ وجدل اور خون ریزی سے نفرت کرتے ہیں اور دنیا میں جس کثرت سے تباہ کن ہتھیار بنائے اور ذخیرہ کیے جارہے ہیں؟ اس سے وہ خوف زدہ ہیں۔ وہ کسی سے الجھنا نہیں چاہتے۔ وہ نہ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہی کہ انہیں کسی سے تکلیف پہنچے۔ اس لیے انہوں نے خود کو دنیا سے الگ تھلگ کر لیا ہے۔ ان کے اردگرد انہی کی سی سوچ رکھنے والے چار ممالک اور ہیں بس وہ انہی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے مشرق میں تصور آباد' شمال میں نخلستان' مغرب میں وجدان پور اور جنوب میں سوچ نگر نامی ممالک ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ یہ سوچیں کہ باقی دنیا سے رابطہ نہ رکھنے کی وجہ سے یہ ممالک غیر ترقی یافتہ ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہے۔ سودمند ایجادات کے معاملے میں یہ پانچوں ممالک کسی طرح بھی ریاست ہائے متحدہ امریکا اور یورپ کے ترقی یافتہ ممالک سے کم نہیں وہاں جدید دور کی تمام سہولتیں میسر ہیں۔ ہاں انہوں نے خطرناک بم اور میزائل بنانے سے پرہیز کیا ہے حالانکہ سائنسی علوم میں انہوں نے اتنی ترقی کی ہے کہ اپنی اپنی سرزمین کو باقی دنیا کی نظروں سے اوجھل کرنے کیلئے انہوں نے اپنی فضا کے گرد ایسا حصار قائم کیا ہے کہ خلا میں گردش کرنے والے جاسوس سیارے اور ان کی فضا کے اوپر سے پرواز کرنے والے جہاز ان کی زمین کو نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں وہاں صرف سمندر ہی نظر آتا ہے۔

ان پانچوں ممالک میں ایک اور قدر مشترک ہے اور وہ یہ کہ ان کے تمام باشندے دہریے ہیں۔ ان کا کوئی مذہب نہیں۔ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے بلکہ وہ خدا کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ دنیا اور اس کی ہر مخلوق' ہر چیز ایک سائنسی عمل کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے لیکن یہاں ان میں ایک دلچسپ تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ وہ مسیحیوں کے تمام تہوار بڑے ذوق وشوق سے مناتے ہیں شاید اس لیے کہ آدمی خدا کو مانے نہ مانے' اجتماعی خوشی کی آرزو تو انسان کیلئے سانس لینے جیسی ضرورت ہے اور اجتماعی خوشی تو صرف مذہبی تہواروں کے دم سے ہے۔

دھام جی خیال پور کا دار الحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ دھام جی کا سب سے پوش علاقہ گلشاد کالونی ہے۔ یہ شہر کے سب سے متمول لوگوں کی بستی ہے یہاں کشادہ سڑکیں ہیں' بڑے بڑے پارک ہیں' بازار ہیں' سینما گھر ہیں اور رہائشی علاقے میں ہر جگہ پختہ اور کشادہ سڑکیں ہیں۔ سڑکوں کے دونوں طرف بہت بڑے بڑے بنگلے ہیں۔

ایسی ہی ایک سڑک کا نام خیابان روشن ہے۔ اس سڑک پر چار نمبر بنگلے میں مسٹر اینڈ مسز روفی رہتے ہیں۔ ان کا گھرانہ 'بہت کم بچے بہت خوش حال گھرانہ کی جیتی جاگتی مثال ہے۔'' شاید آپ نہیں سمجھے۔ دراصل ان کا ایک ہی بچہ ہے...... ان کا بیٹا ڈوڈی۔

یہ فیملی بے حد روشن خیال تھی۔ وہ فخر سے کہتے تھے کہ وہ ہر اعتبار اور ہر زاویے سے مکمل طور پر نارمل انسان ہیں۔ وہ کسی ایسے معاملے میں کبھی ملوث ہو ہی نہیں سکتے' جسے کسی بھی اعتبار سے عجیب' پراسرار یا مافوق الفطرت کہا جا سکے بلکہ اس طرح کے الفاظ ان کی لغت میں ہیں ہی نہیں۔

مسٹر روفی ڈرل بنانے والی ایک فرم کے ڈائریکٹر تھے۔ وہ بے حد قد آور اور مربع نما مرد تھے' جن کے چاروں ضلع تقریباً برابر تھے۔ گردن نام کی کوئی چیز ان کے جسم کا حصہ نہیں۔ انہیں موٹا اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی جسامت کے سامنے یہ لفظ حقیر ہو کر رہ جائے گا۔ آپ خود سوچیں کہ چھ فٹ کی لمبائی کے ساتھ پونے چھ فٹ کی چوڑائی اور ساڑھے پانچ فٹ کی موٹائی کیسی لگتی ہوگی۔ مسٹر روفی کی گردن کی کمی کی تلافی کسی حد تک ان کی بے حد گھنی مونچھیں کرتی تھیں۔

مسز روفی اپنے شوہر کی ضد تھیں۔ وہ بے حد دبلی پتلی تھیں۔ ان کی گردن اتنی لمبی تھی کہ لگتا تھا شوہر کے حصے کی گردن بھی انہیں مل گئی ہے۔ اپنی لمبی گردن سے انہیں کام لینا بھی خوب آتا تھا۔ اس کی مدد سے وہ پڑوسیوں کی کامیاب جاسوسی کرتی تھیں۔

مسٹر اور مسز روفی دونوں کا دعویٰ تھا کہ ڈوڈی دنیا کا سب سے اچھا' سب سے پیارا بچہ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایسا بچہ دنیا میں کہیں نہیں ملے گا۔ ان کے پاس دنیا کی ہر نعمت تھی' جس کی کوئی آرزو کر سکتا ہے' انہیں کوئی محرومی نہیں تھی۔ بس ایک پریشانی ان کے ساتھ تھی۔ ایک راز تھا' جس کے بارے میں وہ خوف میں مبتلا رہتے تھے کہ اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ ہو جائے۔ ایسا ہو گیا تو وہ نارمل لوگوں کے معاشرے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔

وہ دونوں کبھی اس راز کے بارے میں باتیں کرتے تو بند گھر میں بھی ان کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہ ہوتی کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو بھی چرخی فیملی کے بارے میں کچھ پتہ چلے۔

مسز چرخی یعنی آبیہ چرخی مسز روفی کی سگی بہن تھی۔ اب تو یہ صورتحال تھی کہ دونوں بہنوں نے برسوں سے ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی بلکہ مسز روفی تو یہ ظاہر کرتی تھیں جیسے ان کی کوئی بہن ہے ہی نہیں۔ صرف اس لیے کہ آبیہ اور اس کا ناکارہ اور نکما شوہر سالار چرخی جو زندگی گزار رہے تھے' وہ

رونی فیملی کیلئے باعث شرم تھی۔ ان کا طرزِ زندگی رونی فیملی کے طرزِ زندگی سے یکسر مختلف تھا۔ یہ سوچ کر مسٹر اور مسز رون پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا کہ اگر آبیہ اور سالار چمرخی کبھی ان کی گلی میں بھی آئے تو پڑوسی ان کے بارے میں کیا کیا سوچیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ آبیہ اور سالار کا بھی ایک چھوٹا سا بچہ ہے لیکن انہوں نے اسے کبھی دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی انہیں یہ آرزو تھی کہ اسے دیکھیں بلکہ اسی بچے کی وجہ سے تو وہ اور گھبراتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ڈوڈی اس طرح کے بچوں میں گھلے ملے۔

یہ کہانی منگل کی اس عام سی صبح سے شروع ہوتی ہے۔ مسٹر اور مسز رونی سو کر اٹھے تو گھر میں' گھر کے باہر' فضا میں اور آسمان پر کہیں کوئی ایسی علامت نہیں تھی' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں عجیب اور پراسرار واقعات رونما ہونے والے ہیں۔ کام پر جانے کی تیاری کرتے ہوئے مسٹر رونی ٹائی باندھنے کے دوران معمول کے مطابق گنگنا رہے تھے۔ مسز رونی چیختے چنگھاڑتے ڈوڈی کو زبردستی اونچی کرسی پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے' پڑوسیوں کے متعلق تازہ ترین افواہیں نشر کر رہی تھیں۔

ان دونوں نے غور ہی نہیں کیا کہ ایک بڑا براؤن رنگ کا الو پر پھڑپھڑاتے ہوئے' کھڑکی کے سامنے سے گزرا ہے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ پراسرار واقعات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔

ساڑھے آٹھ بجے مسٹر رونی نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور اپنے بیٹے ڈوڈی کو ایک وسیع و عریض پپا کرنے کی کوشش کی' جو ناکام رہی کیونکہ اس وقت تک ڈوڈی پر صبح کی پہلی ضد کا بھوت سوار ہو چکا تھا۔ اس نے دائیں جانب جھکائی دیتے ہوئے خود کو پاپا کے پپے سے بچایا اور سیریل کا پیالہ سامنے والی دیوار پر دے مارا۔

''ابھی اتنا چھوٹا ہے مگر میرا بیٹا ابھی سے کتنا طاقتور اور پھرتیلا ہے۔'' مسٹر رونی نے بڑے فخر سے کہا پھر بیوی سے بولے۔ ''اچھا شاکیہ' میں چلتا ہوں۔''

باہر نکل کر انہوں نے گیراج کا دروازہ کھولا اور اور گاڑی اسٹارٹ کر کے خیابان روشن پر لے آئے۔

سڑک کے کنارے پر انہیں پہلی عجیب اور پراسرار علامت نظر آئی۔ موڑ پر میونسپل کارپوریشن والوں نے علاقے کا ایک نقشہ نصب کر رکھا تھا۔ ایک بلی وہاں کھڑی اس نقشے کا جائزہ لے رہی تھی۔ ایک پل تو مسٹر رونی کو احساس ہی نہیں ہوا کہ درحقیقت انہوں نے کیا دیکھا ہے۔ وہ منظر ان کے شعور تک پہنچا تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ واقعی خیابان روشن کے موڑ پر وہ جسیم بلی کھڑی اس نقشے کو یوں دیکھ رہی تھی' جیسے اپنی منزل تلاش کر رہی ہو۔

یہ...... یہ تو ممکن نہیں۔ مسٹر رونی نے سوچا شاید یہ فریب نظر ہے۔ بلیاں نہ تو پڑھنا جانتی ہیں اور نہ ہی انہیں راستہ ڈھونڈنے کیلئے علاقے کا نقشہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مسٹر رونی نے بریک لگائے اور کئی بار پلکیں جھپکا کر دیکھا لیکن منظر تبدیل نہیں ہوا۔ وہ بڑی بے یقینی سے بلی کو دیکھتے رہے۔

پھر منظر میں تبدیلی رونما ہوئی۔ بلی نے نقشے پر سے نظریں ہٹائیں اور انہیں گھورنے لگی۔

مسٹر روفی نے گھبرا کر کار آگے بڑھادی۔ انہوں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ بلی پھر نقشہ پڑھنے میں مصروف ہوگئی تھی۔ نہیں اب وہ خیابان روشن کی سائن پوسٹ کو پڑھ رہی تھی۔

کیا میرا دماغ چل گیا ہے؟ مسٹر روفی نے جھنجلا کر سوچا۔ بلیاں نہ نقشہ پڑھ سکتی ہیں نہ سائن پوسٹ۔ وہ اسکول نہیں جاتیں۔ تعلیم حاصل نہیں کرتیں۔ انہوں نے سر جھٹک کر گویا اس بلی کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اس کے بعد وہ تمام وقت مختلف قسم کی ڈرل مشینوں کے بارے میں سوچتے رہے۔

لیکن گلشاد کالونی سے نکلتے نکلتے ایک اور چیز نے ڈرل مشینوں کو ان کے دماغ سے باہر دھکیل دیا۔

صبح کے وقت رش کی وجہ سے ٹریفک جام ہونا معمول کے مطابق تھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھے سگنل کے منتظر تھے۔ ایسے میں آدمی ادھر ادھر دیکھتا ہی ہے۔ سو وہ بھی دیکھ رہے تھے اچانک انہیں احساس ہوا کہ لوگ عجیب عجیب لباس پہنے ہوئے ہیں۔ بیشتر لوگ لمبے ڈھیلے لبادے پہنے ہوئے تھے۔ رنگ برنگے لبادے۔

مسٹر روفی بے ڈھنگے لباس پہنے ہوئے لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے سوچا یہ شاید کوئی احمقانہ نیا فیشن ہوگا۔ فیشن کے نام پر لوگ کیا کیا پہن لیتے ہیں۔ وہ مضطربانہ انداز میں اسٹیئرنگ کو تھپتھپاتے رہے۔ اس لمحے ان کی نظر لبادے پہنے ہوئے قریب کھڑے افراد پر پڑی۔ وہ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کچھ کہہ رہے تھے۔ ان کا انداز ہیجانی تھا۔ مسٹر روفی کو اس بات پر اور غصہ آیا کہ ان میں سے کچھ لوگ جوان بھی نہیں تھے۔ وہ ان کی عمر کے تھے۔ فیشن کے نام پر کم از کم انہیں تو گھٹیا پن نہیں کرنا چاہیے اب بڑے میاں کو دیکھو۔ یہ سر اور یہ چمک دار سبز لبادہ۔ ان کی ہمت تو دیکھو......

مگر پھر مسٹر روفی کو ایک اور خیال آیا یہ جو اتنے بہت سے لوگ ایسی عجیب لباس پہنے اکٹھے ہوئے ہیں تو کوئی وجہ بھی ہوگی۔ ممکن ہے کسی ٹی وی سیریل کی یا کسی فلم کی عکس بندی ہو رہی ہو۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن انہیں کوئی کیمرہ نظر نہیں آیا۔

سگنل کی روشنی سبز ہوگئی۔ انہوں نے کار آگے بڑھادی۔ چند منٹ بعد وہ گرین کار پارک پہنچ گئے جہاں وہ اپنی کار کھڑے کرتے تھے اب پھر ان کے ذہن میں ڈرل مشینوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

مسٹر روفی اپنے دفتر میں ہمیشہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ کھڑکی کی طرف ان کی پیٹھ ہوتی تھی۔ ان کا دفتر نویں منزل پر تھا۔ یہ دونوں وجوہات نہ ہوتیں تو وہ اتنے سکون سے ڈرل مشینوں کے بارے میں نہ سوچ پاتے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ بڑی تعداد میں ہر رنگ اور نسل کے الودن کی روشنی میں بھی اڑتے پھر رہے ہیں۔ باہر جو لوگ موجود تھے' ان الوؤں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے اور وہ ان کی طرف اشارے کرکے دوسروں کو دکھا رہے تھے......ارے......وہ دیکھو الو۔ سنو......الو تو دن میں باہر نہیں نکلتے یہ ہو کیا رہا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ باہر کی فضا اسی طرح کے جملوں سے گونج رہی

تھی۔لوگوں میں بیشتر تو ایسے تھے جنہوں نے رات میں بھی الو نہیں دیکھے تھے مگر مسٹر روفی ان سب باتوں سے بے خبر تھے۔ان کے نزدیک تو وہ ایک عام سا دن تھا...... ہر روز جیسا اور وہ معمول کے مطابق مصروف تھے۔انہوں نے اپنے پانچ ماتحتوں کو زبردست قسم کی جھاڑ پلائی۔انہوں نے کئی اہم ٹیلی فون کالیں کیں اور خوب چیخ چیخ کر بولے۔انہیں یہ خیال نہ آیا کہ ان کے فون ریسیو کرنے والے بہرے ہو جائیں گے اور انہیں ثقیل سماعت کے آلے خریدنے پڑیں گے۔بہرحال ان سب کارروائیوں کے نتیجے میں لنچ کے وقفے تک وہ تازہ دم ہو چکے تھے اور وہ بہت اچھے موڈ میں تھے۔انہوں نے سوچا کہ اب کچھ ٹانگوں کو بھی زحمت دی جائے۔یہ سوچ کر وہ سامنے والی بیکری سے لنچ کیلئے بن خریدنے کے ارادے سے دفتر سے نکل آئے۔

اس وقت تک وہ صبح کی تمام باتیں بھول چکے تھے نہ تو انہیں نقشے کا جائزہ لینے والی بلی یاد تھی، نہ رنگ برنگے لبادے پہنے ہوئے ہر عمر کے لوگ۔وہ بڑے سکون سے باہر نکلے۔بیکری سڑک کے پار تھی وہاں بھی انہیں رنگ برنگے لبادے پہنے ہوئے لوگوں کے کئی چھوٹے چھوٹے گروہ آپس میں سرگوشیاں کرتے نظر آئے تو ان کی یادداشت بحال ہونے لگی۔انہوں نے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں بہت غصے سے دیکھا لیکن انہیں دیکھ کر ان کے اندر جو تشویش اور پریشانی ابھری تھی، وہ اسے سمجھنے سے قاصر تھے۔عجیب حلیے والے وہ تمام لوگ باہم سرگوشیاں کر رہے تھے لیکن خرید کچھ نہیں رہے تھے۔

بن خرید کر واپس آتے ہوئے وہ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی کچھ سرگوشیاں مسٹر روفی کے کان میں بھی پڑ گئیں

''ہاں ہاں چمرخی...... میں نے بھی یہی سنا ہے۔''

''ارے بھئی، وہ چمرفی کا بیٹا ہے...... حارب......''

مسٹر روفی یہ دو نام سن کر پتھر کے بت سے بن گئے۔قدم جہاں تھے، وہیں ٹھٹھک گئے۔ہر چیز جیسے ٹھہر گئی۔ان کے اندر خوف کی ایک مہیب موج اٹھی اور ان کے پورے وجود پر چھا گئی۔انہوں نے سرگوشی کرنے والوں کی طرف دیکھا، جیسے ان سے کچھ پوچھنا چاہتے ہوں لیکن پھر انہوں نے سمجھ لیا کہ کچھ نہ پوچھنے میں ہی عافیت ہے۔انہوں نے ایسی گھبراہٹ میں سڑک پار کی کہ تین بار آتی جاتی گاڑیوں کی لپیٹ میں آنے سے بال بال بچے، سڑک پار کر کے وہ اپنے آفس کی طرف لپکے۔''سنو...... کوئی فون آئے، ٹال دینا۔کچھ بھی ہو، مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔'' انہوں نے اپنی سیکرٹری سے بے حد سخت لہجے میں کہا اور اپنے آفس میں گھس گئے۔

کرسی پر بیٹھتے ہی انہوں نے ریسیور اٹھایا اور گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگے مگر اچانک ہی ان کا ارادہ بدل گیا۔انہوں نے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور پرخیال انداز میں اپنی مونچھوں پر تاؤ دینے لگے۔نہیں...... یہ تو میں حماقت کر رہا ہوں۔انہوں نے خود سے کہا۔دنیا میں نجانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے، جن کا نام

چمرخی ہوگا۔ جن کے بیٹے کا حارب ہوگا بلکہ مجھے تو اپنے اس نابکار ہم زلف چمرفی کے بیٹے کا نام معلوم ہی نہیں اب ایسا بھی کیا کہ چمرفی نام سنا اور بھڑک گئے۔ خوف سے نڈھال ہوگئے۔ بے چاری شاکیہ کو خوامخواہ پریشان کرنے کا کیا فائدہ؟ وہ بے چاری تو ویسے ہی اپنی بہن کے تذکرے پر ہراساں ہو جاتی ہے مگر اس میں اس کا کیا قصور اگر میری بھی ایسی کوئی بہن ہوتی تو......

ان کی ذہنی رو پھر لبادے والوں کی طرف مڑ گئی۔ آخر یہ سب کیا ہے......اور کیوں ہے؟ کیا چکر ہے؟

اب ان کیلئے ڈرل مشینوں پر توجہ مرکوز رکھنا ناممکن ہوگیا تھا۔ ایک انجانا خوف اندر ہی اندر انہیں بے حال کر رہا تھا۔ پانچ بجے وہ دفتر سے نکلے تو ان کا ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ باہر نکلتے ہوئے کسی سے ٹکرا گئے۔

جس دبلے پتلے آدمی سے وہ ٹکرائے تھے وہ بے چارہ گرنے سے بال بال بچا۔ ''سوری'' مسٹر روفی نے اس سے کہا مگر اگلے ہی لمحے اسے احساس ہوا کہ وہ گلابی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے۔

مگر دبلے پتلے آدمی کو اس ٹکر سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس نے بھی برا بھی نہیں مانا تھا بلکہ اس کے ہونٹوں پر بے حد کشادہ مسکراہٹ مچلی تھی۔ ''سوری کی ضرورت نہیں مائی ڈیئر سر'' اس نے کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''آج میں کسی بات کا برا نہیں مانوں گا کیونکہ میں بہت خوش ہوں۔ ہمیں اس سے نجات مل گئی ہے جس کا نام لینا مناسب نہیں۔ یہ تو یوم نجات ہے......جشن منانے کا دن۔ آج تو تم جیسے دھرپٹوں کو بھی جشن منانا چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ بڑی گرم جوشی سے مسٹر روفی سے لپٹ گیا۔

اس لمحے مسٹر روفی کو اپنی توند پر بڑی شدت سے پیار آیا۔ ان کے بس میں ہوتا تو وہ اس وقت اپنی توند کو چوم لیتے لیکن گردن نہ ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے پیار سے اپنی توند کو سہلایا۔ اس توند نے اس مکروہ آدمی کو اپنی حد تک روک لیا تھا اور وہ ان سے اس سے زیادہ قریب نہیں ہو سکا تھا۔ اس کا چہرہ ان کے چہرے سے بہت دور رہا تھا اور یہ ان کی توند کی عنایت تھی۔

دو قدم آگے جا کر وہ الجھنے لگے۔ اس شخص نے انہیں دھرپٹ کہا تھا۔ یہ دھرپٹ کیا بلا ہے؟ انہوں نے پریشان ہو کر سوچا اور وہ اتنا خوش تھا کہ اس نے ان کی ٹکر کا بھی برا نہیں مانا بلکہ اجنبی ہونے کے باوجود وہ ان سے لپٹ گیا تھا۔

انہوں نے سمجھنے کی بہت کوشش کی لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ انہوں نے سر جھٹکا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔

کار میں گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ سوچ رہے تھے کہ کاش یہ سب کچھ ان کے تخیل کے سبب سے ہو حالانکہ عام حالات میں وہ تخیل سے بہت چڑتے تھے اور کسی کے تخیلاتی ہونے کو بہت بڑا عیب سمجھتے تھے لیکن اس وقت تخیل ہی ان کیلئے سہارا بن گیا تھا۔

وہ اپنے بنگلے کے ڈرائیو وے میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے انہیں جو چیز نظر آئی' اسے دیکھ کران کا موڈ اور بگڑ گیا۔ وہ وہی بلی تھی' جسے انہوں نے صبح علاقے کے نقشے کا جائزہ لیتے دیکھا تھا۔ وہ ان کے گارڈن کی دیوار پر بیٹھی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ یہ وہی صبح والی بلی ہے کیونکہ ان کی آنکھوں کے گرد ایسے سیاہ نشان تھے' جیسے وہ چشمے کا فریم ہو۔

''ہش''۔ انہوں نے زوردار آواز میں بلی کو ہشکارا۔

بلی نے بڑی ناپسندیدہ نظروں سے انہیں دیکھا بلکہ انہیں اس کی آنکھوں میں حقارت اور بے نیازی کا امتزاج نظر آیا' جسے انہوں نے فوراً ہی اپنے تخیل کے نام کر دیا۔ بہرحال بلی نے اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

مسٹر روفی نے کار گیراج میں کھڑی کی اور گھر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ شاکیہ کو کچھ بتا کر پریشان نہیں کریں گے۔

کھانے کی میز پر مسز روفی اکیلی ہی بولتی رہیں۔ ان کا دن بہت اچھا گزرا تھا۔ ''برابر والی کی بیٹی نے انہیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ آج تو دونوں میں خوب تو تو میں میں ہوئی۔ تنگ آ کر انہوں نے اپنی بیٹی کے سر پر چھوئی موئی کا پودا دے مارا۔''

''ارے...... پھر کیا ہوا؟''

''ہونا کیا تھا۔ پھر خود ہی اسے ہاسپٹل لے گیا۔'' چھوئی موئی کے پودے سے سر پھٹ گیا۔ چھ ٹانکے آئے!''

''پودا گملے میں تھا نا اور گملہ ماربل کا تھا۔''

''تب تو خیر ہوئی۔ ڈوڈی نے آج ایک نیا لفظ بولا۔''

''کیا؟'' مسٹر روفی کی آنکھیں فخر سے چمکنے لگیں۔

''دے دے۔'' مسز روفی نے بتایا۔

ایک لمحے کو مسٹر روفی کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے مگر فوراً ہی وہ مسکرا دیئے۔ ''کیسا ذہین بچہ ہے۔ ابھی سے لفظ ایجاد کرنے لگا ہے۔ تم سمجھ گئیں نا۔ دادا اور دادی کو ملا کر ایک لفظ بنا دیا ہے۔''

''حالانکہ دادا دادی کی شکل بھی نہیں دیکھی بے چارے نے۔'' مسز روفی ہمدردی سے نڈھال ہو گئیں۔

''دیکھ لینا۔ یہ بڑا ہو کر دنیا کا سب سے مہذب اور تمیزدار لڑکا نکلے گا۔''

''کیوں نہیں۔ بیٹا جو آپ کا ہوا۔''

مسٹر روفی کا سینہ فخر سے تن کر ان کی توند سے آگے نکلنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

کھانے کے بعد ڈوڈی سو گیا۔ مسز روفی اسے بیڈ پر لٹا آئیں۔ مسٹر روفی نے خبروں کیلئے ٹی وی

آن کر دیا تھا۔ کچھ خبریں نکل چکی تھیں۔ نیوز ریڈر کہہ رہا تھا۔''پورے ملک کے کبوتر بازوں نے متفقہ رپورٹ دی ہے کہ آج پورے خیال پور میں الوؤں کی نہایت غیر معمولی سرگرمی دیکھنے میں آئی ہے۔ الو کو رات کا شہزادہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دن میں کبھی دکھائی نہیں دیتا لیکن آج طلوع آفتاب کے بعد سے ہی ہزاروں...... بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہر رنگ اور ہر نسل کے الو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر اڑتے دکھائی دیئے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ کبوتر بازوں کو شکایت ہے کہ الوؤں کی اس سرگرمی نے کبوتروں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ ماہرین علم طیور ان اسباب کا پتا لگانے سے قاصر ہیں، جن کے تحت الو اپنا نیند کا ازلی شیڈول تبدیل کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

''اور اب موسم کی خبروں کیلئے ہم چلتے ہیں شوبی کے پاس۔ ہاں تو شوبی، الوؤں کی اس موسلا دھار بارش کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟''

اب آدھی اسکرین پر شوبی کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔''شکریہ موبی۔''اس نے کہا۔''میں کیا عرض کروں۔ بات صرف الوؤں تک محدود نہیں ہے۔ مجھے ہر شہر سے ناظرین کی کالز موصول ہوئی ہیں۔ سب کو شکایت ہے کہ میں نے انہیں موسلا دھار بارش کی خبر دی تھی جبکہ بارش ستاروں کی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اتنے ستارے ٹوٹے ہیں کہ شاید آج آسمان بہت اداس اور اجڑا اجڑا نظر آئے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آسمان کے ستاروں میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

''کل کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے شوبی۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں موبی کہ کل بارش ضرور ہوگی۔''

مسٹر روفی نے ٹی وی آف کر دیا۔ ان کا دماغ سنسنا رہا تھا۔ دن بھر اڑتے ہوئے الو، آسمان سے ٹوٹے ستاروں کی برسات، رنگ برنگے لبادے پہنے ہوئے پراسرار لوگ...... اور...... اور چمرفی کے بارے میں وہ سرگوشی...... یہ...... یہ سب......

مسز روفی چائے کی دو پیالیاں لے کر آئیں تو مسٹر روفی چونکے۔ اب کیا کروں۔ انہوں نے سوچا شاکیہ کو بے خبر تو نہیں رکھا جا سکتا۔ اب کسی حد تک تو بتانا ہی پڑے گا۔ یہ سوچ کر وہ نروس ہو گئے۔ انہوں نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔''وہ...... شاکیہ ڈیئر...... تمہیں اپنی بہن کی بھی کوئی خیر خبر ملی......؟''

''نہیں''۔ مسز روفی نے تند لہجے میں کہا۔''مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''یہ کیسی عجیب خبریں تھیں۔ ہے نا۔'' مسٹر روفی منمنائے۔''الو...... ٹوٹے ستارے...... اور سڑکوں پر عجیب و غریب حلیے میں نظر آنے والے پراسرار لوگ......''

''تو یہ''؟ مسز روفی کا لہجہ اور تند ہو گیا۔

''بس یونہی...... میں نے سوچا...... تم تو جانتی ہی ہو...... ان باتوں کا اس قبیل کے لوگوں سے تعلق ہو سکتا ہے۔''

مسز رونی نے چائے کا گھونٹ لیا۔ اب مسٹر رونی سوچ رہے تھے کہ شاکیہ کو اس سرگوشی کے بارے میں بتائیں یا نہیں پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ بہرحال ایک بات تو انہیں پوچھنی ہی تھی۔ ''سنو ... وہ جو تمہاری بہن کا بیٹا ہے وہ اپنے ڈوڈی کا ہم عمر ہے نا؟''

''ہاں۔ تقریباً۔'' مسز رونی نے منہ بنا کر کہا۔

''اور اس کا نام کیا ہے؟''

''حارب ہے۔ مجھے تو بہت برا لگتا ہے یہ نام۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' مسٹر رونی نے کہا مگر نام سن کر ان کا دل ڈوبنے لگا۔ اس سرگوشی میں یہی نام تو لیا گیا تھا۔

وہ دونوں اوپر بیڈروم میں چلے گئے۔ مسز رونی باتھ روم میں گئیں تو مسٹر رونی کھڑکی کی طرف لپکے اور اسے کھول کر باہر دیکھنے لگے۔ بلی اسی طرح دیوار پر بیٹھی تھی اور موڑ کی طرف ایسے دیکھ رہی تھی، جیسے کسی کی منتظر ہو۔

مسٹر رونی کو لگا کہ ان کا دماغ گھوم رہا ہے۔ کیا واقعی ان پراسرار معاملات کا چمرخی فیملی سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے؟ ان کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ہو بھی سکتا ہے اگر ایسا ہے بھی تو میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ میں ان لوگوں کو برداشت کر ہی نہیں سکتا۔

مسٹر اور مسز رونی سونے کیلئے لیٹ گئے۔ مسز رونی تو فوراً ہی سو گئیں لیکن مسٹر رونی دیر تک جاگتے رہے۔ ان کے تصور میں وہ تمام مناظر پھر رہے تھے اور ذہن میں ایک سوال تھا کیا اس معاملے میں چمرخی فیملی ملوث ہے؟ پھر انہوں نے سوچا کہ اگر ایسا ہے تو بھی وہ لوگ یہاں آنے کی جرات تو نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم انہیں کتنا ناپسند کرتے ہیں۔ وہ ہمیں ملوث کر سکتے۔ اس خیال سے انہیں کچھ اطمینان ہوا اور کچھ دیر بعد انہیں نیند آ گئی۔

انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ان کا یہ خیال کس قدر غلط ہے۔

☆......☆......☆......☆

چار نمبر بنگلے کے گارڈن کی دیوار پر بیٹھی ہوئی بلی کی آنکھوں میں نیند کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت و صامت تھی۔ اس کی نگاہیں سڑک کے موڑ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھی۔ کچھ دور کوئی ''کار رکی'' اس کا دروازہ کھولا اور بند کیا گیا مگر اس آواز سے بھی بلی کے انہماک میں کوئی فرق نہیں پڑا پھر قریب ہی سے دو الو چیختے، پر پھڑ پھڑاتے گزرے مگر بلی ہلی بھی نہیں۔

اچانک موڑ کی طرف سے کوئی آتا دکھائی دیا۔ وہ ایسے آیا تھا جیسے اچانک ہی زمین سے اُگا ہو۔ اسے دیکھتے ہی بلی نے آنکھیں سکوڑیں اور اپنی دم کو گردش دینے لگی۔

اس علاقے میں اس طرح کا کوئی آدمی کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ وہ بہت لمبا' بہت دبلا اور بہت بوڑھا۔ بڑھاپے کا اندازہ صرف اس کے بالوں اور ڈاڑھی سے ہوتا تھا' جو برف کی طرح سفید تھے۔ اس کی داڑھی اور بال دونوں کی لمبائی ایسی تھی کہ وہ انہیں اپنی بیلٹ میں بآسانی اڑس سکتا تھا۔ وہ جامنی رنگ کا بہت لمبا چوغہ پہنے ہوئے تھا۔ پیروں میں اونچی ایڑیوں کے بکل والے جوتے تھے۔ اس کی آنکھوں کی رنگت ہلکی نیلی تھی اور وہ بے حد چمکدار تھیں۔ اس کی ناک عقاب کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی اور بے حد لمبی تھی۔ آنکھوں پر چھوٹے شیشوں والا چشمہ تھا۔ اس کا نام اخیار تھا۔

اخیار کو احساس بھی نہیں تھا کہ اس وقت وہ جس علاقے میں پھر رہا ہے' وہاں اس کے نام سے لے کر جوتوں تک اس کی کوئی چیز قابل قبول نہیں سمجھی جاسکتی۔ وہ اپنے چوغے میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹول رہا تھا۔ اسے یہ احساس نہیں تھا کہ کوئی اسے بغور دیکھ رہا ہے۔

پھر اچانک اخیار کی نظر بلی پر پڑی جو اسے گھور ہی تھی نجانے کیوں اس کے انداز سے خوشی جھلکنے لگی۔

''مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

اسے جس چیز کی تلاش تھی' وہ اندر کی جیب میں مل گئی تھی چنانچہ اس نے ہاتھ چوغے سے باہر نکال لیا۔ وہ چاندی کے سگریٹ لائٹر جیسی کوئی چیز تھی۔ اس نے اسے کھولا' فضا میں بلند کیا اور شاید کوئی کھٹکا دبایا کیونکہ فوراً ہی کلک کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے ساتھ قریب ترین اسٹریٹ لائٹ بجھ گئی۔ اس نے دوسری بار کھٹکا دبایا تو اس سے آگے والی لائٹ بھی گل ہوگئی۔ یوں ایک ایک کرکے اس نے بارہ اسٹریٹ لائٹس گل کر دیں اب سڑک پوری طرح اندھیرے میں تھی اب صرف اسے گھورنے والی بلی کی چمکتی ہوئی آنکھوں کے سوا کہیں روشنی نہیں تھی۔ اب کوئی بھی اپنی کھڑکی سے جھانکتا تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اخیار نے گل کردنامی اس آلے کو اپنی جیب میں رکھ لیا پھر وہ گارڈن کی دیوار پر بلی کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ اس نے بلی کی طرف دیکھا نہیں لیکن چند لمحے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا۔ ''تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی پروفیسر دل بست۔'' پھر اس نے سر گھما کر دیکھا لیکن بلی وہاں سے غائب ہوچکی تھی البتہ گہرے کاہی رنگ کے چوغے میں ایک باوقار عورت بیٹھی تھی' جو چہرے سے سخت گیر لگتی تھی۔

''آپ نے کیسے پہچانا کہ یہ میں ہوں؟'' مسز دل بست نے پروفیسر سے پوچھا۔

''مائی ڈیئر پروفیسر' کوئی بلی اتنا اکڑ کر نہیں بیٹھتی۔ بلیاں جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھتی ہیں۔''

''اس ٹھنڈی دیوار پر دن بھر بیٹھی رہے تو ہر بلی اکڑ جائے گی۔'' پروفیسر دل بست نے کہا۔

''پورا دن! تو تم جشن میں شریک نہیں ہوئیں۔ میں تو یہاں آتے آتے ایک درجن دعوتیں دیکھ چکا ہوں۔''

پروفیسر دل بست کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ ''ہاں......سب جشن منا رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں ناخوشی تھی۔ ''حالانکہ انہیں محتاط رہنا چاہیے۔ اب سوچیں' دھرپٹوں کو بھی اندازہ ہوگیا

ہے کہ کچھ ہو رہا ہے۔ ان کی خبروں میں تذکرہ ہوا ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکی اور اس نے سر سے رونی ولا کی طرف اشارہ کیا۔ ''اب یہ الوؤں کی غیر معمولی نقل وحرکت اور ٹوٹتے ستارے! یہ لوگ اتنے احمق ہی نہیں ہیں۔ سمجھ جائیں گے۔ میں تو اسے اپنے لوگوں کی حماقت ہی کہوں گی۔''

''ٹھیک ہے لیکن ہمارے لوگوں کا بھی قصور نہیں۔'' اخیار نے نرم لہجے میں کہا۔ ''گیارہ سال کے سیاہ دور کے بعد تو کہیں انہیں خوش ہونے کا موقع ملا ہے۔''

''جانتی ہوں لیکن کم ظرفی اچھی چیز نہیں۔'' دل بست نے چڑچڑے پن سے کہا۔ ''سڑکوں پر دن کی روشنی میں جشن منانا' لبادے پہن کر گھومنا افواہوں کو دعوت دینا ہے اور پوری برادری کو بے نقاب کرنا ہے۔''

دل بست کو توقع تھی کہ پروفیسر کچھ بتائے گا لیکن پروفیسر خاموش تھا۔

''اچھا' یہ تو سچ ہے نا کہ وہ جس کا نام نہیں لیا جاسکتا' فرار ہو گیا ہے' غائب ہو گیا ہے؟'' بالآخر دل بست نے پوچھا۔

''لگتا تو نہیں ہے۔'' اخیار نے کہا پھر پوچھا۔ ''لیموں کی گولی لو گی؟''

''کیا......کیا؟''

''یہ دھرپٹوں کی بنائی ہوئی ہے چوسنے والی گولی ہے۔ اس میں لیموں کا ذائقہ ہے۔''

''نہیں شکریہ۔'' دل بست نے سرد لہجے میں کہا۔ ''میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر وہ جس کا نام نہیں لیا جاسکتا' غائب ہو ہی گیا ہے تو......''

''پروفیسر دل بست' اب کم از کم تم جیسے روشن خیال اور باشعور لوگوں کو تو اس کا نام لیتے ہوئے نہیں ہچکچانا چاہیے۔ یہ......وہ جس کا نام نہیں لیا جاسکتا......' یہ کیا خرافات ہے۔ میں تو عام لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ اس کا نام لیا کرو......صاف اور واضح......شرگیس......''

یہ نام سن کر پروفیسر دل بست نے واضح طور پر خوف سے جھرجھری لی۔

لیکن پروفیسر اخیار نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس نے شربت لیمن کی دو گولیاں اپنے منہ میں ڈال لی تھیں اور انہیں چوس رہا تھا۔ ''مجھے تو یہ خرافات اچھی نہیں لگتی۔ خواہ مخواہ ایک برے آدمی کو اور زیادہ دہشت ناک بنانا۔ یہ کوئی مثبت رویہ نہیں ہے۔ مجھے تو اس کا نام لیتے ہوئے کبھی ڈر نہیں لگتا۔''

''میں جانتی ہوں لیکن آپ بہرحال مختلف اور مضبوط آدمی ہیں۔'' دل بست کے لہجے میں ستائش تھی' احترام تھا۔ ''سب جانتے ہیں کہ آپ وہ واحد آدمی ہیں' جس سے وہ جس کا......اوہ سوری' شرگیس خوف زدہ تھا۔''

''میری بے جا تعریف مت کرو۔'' اخیار نے کہا۔ ''شرگیس کے پاس جو طاقتیں تھیں' وہ مجھے کبھی حاصل نہیں ہوسکتیں۔''

''صرف اس لیے کہ آپ نیک ہیں۔آپ انہیں استعمال کرنا ہی نہیں چاہتے۔''

''بس' اتنی تعریف نہ کرو کہ میرا دماغ خراب ہو جائے۔''

دل بست نے اسے بہت غور سے دیکھا۔''جتنے الو دن میں اڑے ہیں اس سے زیادہ تو افواہیں گردش کررہی ہیں۔'' وہ بولی۔''آپ جانتے ہیں'لوگ کیا باتیں کررہے ہیں' وہ کیوں غائب ہوا؟ کس نے اسے شکست دی۔اس بارے میں مختلف اور متضاد باتیں کہی جارہی ہیں۔''

ایسا لگتا تھا کہ دل بست صرف اس موضوع پر بات کرنا چاہتی ہے۔اس لیے وہ یہاں اس دیوار پر پورے دن اخیار کا انتظار کرتی رہی تھی۔وہ کسی افواہ پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ صرف اخیار کی زبان سے حقیقت سننا چاہتی تھی۔

مگر اخیار بڑے پرسکون انداز میں جیب سے شربت لیمن کی ایک اور گولی نکل کر منہ میں ڈال رہا تھا۔وہ کچھ کہنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''لوگ کہتے ہیں کہ رات مسٹر گیس آبیہ اور سالار چمرخی کی تلاش میں سہ چین پہنچا اور لوگ کہتے کہ اس نے آبیہ اور سالار کو ختم کردیا۔وہ دونوں مرچکے ہیں۔''

اخیار نے افسردگی سے سر جھکا لیا۔دل بست کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

''وہ دونوں...... مجھے یقین نہیں آتا۔میں یقین کرنا نہیں چاہتی۔اوہ اخیار......'' دل بست کی آواز رندھ گئی تھی۔

اخیار نے بے حد شفقت سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔''میں جانتا ہوں۔مجھے معلوم ہے۔'' اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

دل بست اب بولی تو اس کی آواز میں لرزش تھی۔''لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شرگیس نے ان کے بیٹے حارب کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔وہ اس ننھے سے بچے کو ختم نہیں کرسکا۔یہ کیسے ممکن ہوا' کسی کو پتا نہیں۔بس وہ یہ کہتے ہیں کہ شرگیس حارب چمرخی کو ختم نہیں کر پایا اور پتا نہیں کیسے' مگر اس کی طاقتیں سلب ہوگئیں اور اسی لیے وہ فرار ہوگیا۔''

اخیار نے بے حد سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو...... یہ...... تو یہ سچ ہے؟ پروفیسر دل بست کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔'' بالآخر وہ دفع ہوگیا۔اتنے بہت سے لوگوں کو قتل کرنے والا ایک بچے کو ختم کرنے میں ناکام رہا۔یہ کیسی تعجب خیز بات ہے۔کوئی طاقت اسے نہیں روک سکتی تھی مگر وہ ایک ننھے بچے سے ہار گیا مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ننھا حارب چمرخی کیسے بچ گیا۔کس چیز نے اسے شرگیس جیسے شیطان کے شر سے بچایا۔''

''ہم صرف قیاس کرسکتے ہیں' حقیقت ہم کبھی نہیں جان سکیں گے۔'' اخیار نے کہا۔

دل بست نے رومال نکالا اور چشمہ ہٹا کر اپنی آنکھیں خشک کرنے لگی۔اخیار نے جیب سے ایک

سنہری گھڑی نکالی اور اس میں وقت دیکھا۔ وہ ایک بے حد عجیب گھڑی تھی۔ اس میں بارہ سوئیاں تھیں لیکن نمبر کوئی نہیں تھا۔ اس کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے سیارے حرکت کرتے نظر آ رہے تھے۔ اخیار نے گھڑی دیکھی اور پھر اسے جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔ ''غسام لیٹ ہو گیا۔ اے ہاں' میرا خیال ہے' تمہیں غسام ہی نے بتایا ہو گا کہ میں تمہیں یہاں ملوں گا۔''

''جی ہاں۔ مگر یہ تو آپ ہی بتائیں گے کہ آپ یہاں کیوں ہیں؟'' دل بست بولی۔

''میں ننھے حارب کو اس کی خالہ اور خالو کے پاس پہنچانے کیلئے آیا ہوں۔'' اخیار نے بتایا۔ ''اب ان کے سوا دنیا میں ننھے حارب کا کوئی رشتے دار نہیں۔''

''آپ کا اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو اس بنگلے میں رہتے ہیں؟'' دل بست نے روفی ولا کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں دن بھر انہیں دیکھتی رہی ہوں۔ یہ لوگ ہم سے بالکل مختلف ہیں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ہے۔ اسے میں نے میٹھی گولیوں کی ضد کرتے اور ماں کو لاتیں مارتے دیکھا ہے۔ نہیں اخیار' یہ تو حارب چمرخی پر ظلم ہو گا۔ یہ لوگ اس قابل نہیں۔''

''یہ حارب چمرخی کیلئے مناسب ترین جگہ ہے۔'' پروفیسر اخیار کے لہجے میں قطعیت تھی۔ ''وہ بڑا ہو جائے گا تو اس کے خالہ اور خالو اسے سب کچھ بتا دیں گے۔ میں نے ان دونوں کیلئے ایک تفصیلی خط لکھ دیا ہے۔''

''خط؟ مجھے حیرت ہے پروفیسر۔ یہ سب کچھ ایک خط میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے۔'' دل بست نے مایوسی سے کہا۔ ''پروفیسر' یہ لوگ ننھے حارب کو کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔ سوچیں' حارب بہت مشہور آدمی بنے گا۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ مستقبل میں بھی آج کا دن حارب چمرخی کا دن کہلائے گا۔ اس کے متعلق کتابیں لکھی جائیں گی۔ دنیا کا بچہ بچہ حارب چمرخی کے نام سے واقف ہو گا۔ حارب ایک لیجینڈ ثابت ہو گا۔''

''بالکل درست۔'' اخیار نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ ''اور یہ شہرت اس کا دماغ بھی خراب کر سکتی ہے۔ ایسی شہرت جو بچے کو بولنا اور چلنا تک آنے سے پہلے ملے' خطرناک ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ جگہ اور اچھی ہے۔ وہ یہاں اپنی شہرت سے بے خبر پلے بڑھے گا۔ یہ اس کیلئے بہت بہتر ہو گا۔

دل بست نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا لیکن پھر ارادہ بدل لیا۔ ''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن وہ یہاں پہنچے گا کیسے؟'' اس نے اخیار کے چوغے کو ایسے دیکھا' جیسے اس نے اس کے اندر ننھے حارب کو چھپایا ہوا ہو۔

''اسے غسام لے کر آنے والا ہے۔''

''آپ کے خیال میں اتنے اہم کام کیلئے غسام مناسب آدمی ہے۔ اس کیلئے تو بہت بھروسے کا آدمی چاہیے۔''

"غسام پر تو میں اپنی زندگی کے معاملے میں بھی مکمل اعتبار کر سکتا ہوں۔" اخیار نے کہا۔

"وہ دل کا بہت اچھا ہے مگر یہ تو آپ مانیں گے کہ اس کے مزاج میں بے پروائی ہے۔ وہ ہمیشہ......" وہ کہتے کہتے رکی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "یہ آواز کیسی ہے؟"

گڑگڑاہٹ کی ہلکی سی آواز نے گرد و پیش کی خاموشی کو توڑ دیا تھا۔ ان دونوں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا لیکن کہیں کوئی ہیڈ لائٹ نہیں دکھائی دی پھر گڑگڑاہٹ کی آواز بڑھ گئی اور اچانک جیسے آسمان سے ایک بھاری موٹر سائیکل ٹپک پڑی۔

موٹر سائیکل بلاشبہ بہت بڑی، بہت بھاری تھی لیکن اس پر جو شخص سوار تھا، اسے تو دیو قامت ہی کہا جا سکتا تھا۔ وہ قد میں ایک عام انسان سے دگنا اور چوڑائی میں کم از کم پانچ گنا زیادہ تھا۔ اس کے سیاہ بال جھنکاڑ جیسے تھے اور گھنی داڑھی نے تقریباً اس کے چہرے کو چھپا رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بھی اس کی جسامت کی طرح غیر معمولی تھے۔ اس کے بڑے بڑے ہاتھوں میں کمبلوں کا ایک بنڈل سا تھا۔

"غسام، تم آ گئے۔" اخیار نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "یہ موٹر سائیکل تمہیں کہاں سے مل گئی؟"

"یہ کسی سے مانگ کر لایا ہوں جناب۔" غسام نے بائیک سے اترتے ہوئے کہا۔ "بلکہ کسی سے کیا، اپنے ارغون سے لی ہے۔ بہر حال میں اسے لے آیا ہوں جناب۔"

"کوئی دشواری تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں جناب۔ مکان تقریباً پوری طرح تباہ ہو چکا تھا۔ بہر حال دھرپٹوں کا مجمع اکٹھا ہونے سے پہلے میں نے اسے وہاں سے نکال لیا اور موٹر سائیکل کی پرواز کے دوران یہ سکون سے سو گیا۔

اخیار اور دل بست دونوں کمبلوں کے اس بنڈل پر جھک گئے۔ وہ کمبلوں میں لپٹا ہوا ایک ننھا بچہ تھا، جو گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے بال بالکل سیاہ تھے۔ ماتھے پر ایک تازہ زخم کا نشان تھا، جو کڑکتی لہراتی ہوئی بجلی سے مشابہ تھا۔

"کیا یہ وہ......؟" دل بست نے سرگوشی میں پوچھا۔

"ہاں اور یہ نشان کبھی مٹ نہیں سکے گا۔" اخیار نے بتایا۔

"آپ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے پروفیسر؟"

"کچھ کر سکتا ہوتا تب بھی کچھ نہ کرتا۔" اخیار نے کہا۔ "زخموں کے نشانات کی اپنی افادیت بھی ہوتی ہے۔ میرے بائیں گھٹنے پر زخم کا ایک نشان ہے۔ اس میں اس شہر کی زمین سے نچلی سطح کا مکمل نقشہ موجود ہے۔ خیر غسام اسے مجھے دے دو تاہم ہم اپنا کام نمٹا لیں۔"

غسام نے بچے کو اس کی طرف بڑھایا۔ پروفیسر اخیار بچے کو گود میں لیے روفی ولا کی طرف بڑھ گیا۔

''سر...... میں اسے خدا حافظ کہہ لوں۔'' غسام نے پکارا۔

اخیار رک گیا۔ غسام نے بچے کے چہرے پر پیار کیا۔ وہ بوسہ بچے کے پورے چہرے پر چھا گیا پھر اچانک وہ بھاں بھاں کر کے رونے لگا۔

''شش۔ تم تو اس گلی کے تمام دھرپٹوں کو جگا دو گے۔'' اخیار نے اسے ڈانٹا۔

''سس۔ سوری سر۔'' غسام نے چادر جتنا بڑا ایک رومال نکالا اور اس میں اپنا منہ چھپا کر سسکنے لگا۔

''مگر سر' میں کیسے برداشت کروں۔ یہ کیسا المیہ ہے۔ آبیہ اور سالار مارے گئے اور ننھا حارب اب دھرپٹوں کے گھر میں پرورش پائے گا۔''

''ہاں۔ یہ بے حد المناک بات ہے لیکن غسام خود کو سنبھالو ورنہ یہاں ہماری موجودگی کا بھید کھل جائے گا۔'' دل بست نے اسے سمجھایا۔

پروفیسر اخیار گارڈن سے گزر کر بنگلے کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بچے کو چوکھٹ پر لٹایا اور اچھی طرح کمبل میں لپیٹ دیا۔ پھر اس نے اپنے چوغے میں ہاتھ ڈال کر ایک خط نکالا اور اسے بچے کے کمبل میں اڑس دیا پھر وہ غسام اور دل بست کی طرف چلا آیا۔

کوئی ایک منٹ تک وہ تینوں خاموش کھڑے چوکھٹ پر رکھے کمبل میں لپٹے بچے کو دیکھتے رہے۔ غسام کے کندھے لرز رہے تھے۔ دل بست بار بار پلکیں جھپکا کر آنسو روک رہی تھی اور اخیار کی ہمہ وقت چمکنے والی آنکھیں بجھی بجھی دکھائی دے رہی تھیں۔

''چلو بھئی یہ بھی ہو گیا۔'' بالآخر اخیار ہی نے کہا۔ ''اب ہمارا یہاں رکنا نامناسب ہے۔ ہمیں بھی چل کر جشن میں شریک ہونا چاہیے۔''

''مجھے سب سے پہلے ارغون کی موٹر سائیکل واپس دینی ہے۔'' غسام نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''پروفیسر دل بست مادام' پروفیسر اخیار سر' گڈ نائٹ۔'' اس نے احتراماً ان دونوں کے سامنے سر جھکایا پھر موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اگلے ہی موٹر سائیکل رات کی تاریک فضا میں بلند ہو رہی تھی۔

''تم سے پھر ملاقات ہو گی دل بست۔'' اخیار نے کہا۔

''جی پروفیسر۔'' دل بست اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

پروفیسر اخیار جدھر سے آیا تھا' اسی طرف واپس چل دیا۔ کارنر پر پہنچ کر اس نے اپنی جیب سے گل کرد نکالا اور کھٹکا دبایا۔ بارہ کی بارہ اسٹریٹ لائٹس روشن ہو گئیں۔ اس روشنی میں سڑک کے اس طرف خراماں خراماں جاتی ہوئی وہ بلی صاف دکھائی دی۔ روفی ولا کے دروازے پر کمبل میں لپٹا ہوا وہ وجود بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

''گڈ لک حارب۔'' اخیار نے خود کلامی کے انداز میں کہا پھر اس نے اپنے چوغے کے دامن کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ فوراً ہی غائب ہو گیا۔

تیز ہوا کا ایک جھونکا چلا۔ ننھے حارب چمرخی نے اپنے کمبل میں پہلو بدلا۔ اس کے ننھے سے ہاتھ نے وہ لفافہ تھام لیا جو کمبل میں اڑسا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کوئی خاص بچہ ہے۔ اسے نہیں پتا تھا کہ وہ مشہور و مقبول شخصیت ہے اور اسے نہیں معلوم تھا کہ اب سے چند گھنٹے بعد وہ اپنی شاکیہ خالہ کی چیخ سن کر جاگے گا' جو دودھ کی بوتلیں الٹانے کیلئے دروازہ کھولیں گی۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کئی ہفتوں تک کزن ڈوڈی اسے نوچتا کھسوٹتا رہے گا۔ اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ اس وقت ملک بھر میں خفیہ محفلیں منعقد کی جا رہی ہیں' جشن منایا جا رہا ہے...... اس کے اعزاز میں...... اور ان محفلوں میں شریک لوگ جام سے جام ٹکراتے ہوئے کہہ رہے ہیں...... حارب چمرخی کے نام...... وہ بچہ جو بدترین وار سہہ کر بھی زندہ رہا!

☆......☆......☆......☆

جس صبح مسز روفی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ پر اپنا بھانجا ملا تھا' اسے اب تقریباً دس برس ہو چکے تھے۔ خیابان روشن پر کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ اسی طرح سورج نکلتا اور ڈوبتا۔ وہی مصروفتیں اور مشغلے تھے اور وہی روز و شب۔ روفی ولا میں تبدیلی کا احساس بس مینٹل پر رکھی بدلتی تصویریں دلاتی تھیں اور وہ تصویروں میں باپ سے لاڈ کر رہا تھا۔ پورے گھر میں کوئی ایسی علامت نظر نہیں آتی تھی' جسے دیکھ کر کوئی یہ اندازہ لگا سکے کہ اس گھر میں کوئی اور بچہ بھی رہتا ہے۔

لیکن بہر حال حارب چمرخی وہاں رہتا تھا۔ وہ اس وقت سویا ہوا تھا لیکن اب مزید نہیں سو سکتا تھا کیونکہ خالہ اٹھ چکی تھیں۔

''اٹھو۔ اٹھ جاؤ...... فوراً۔'' مسز روفی چلائیں۔

حارب چونک کر اٹھا اب خالہ دروازہ بھی پیٹ رہی تھیں۔

''اٹھ جاؤ۔''

حارب نے کچن کی طرف جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر ککر پر فرائنگ پین رکھنے کی آواز آئی۔

حارب نے کروٹ بدلی اور چند لمحے پہلے جو خواب دیکھ رہا تھا' اسے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بہت خوشگوار خواب تھا۔ اس میں اڑنے والی ایک موٹر سائیکل تھی اور اسے لگتا تھا کہ یہ خواب وہ پہلے بھی دیکھ چکا ہے۔

خالہ پھر دروازے پر آ گئی تھیں۔ ''تم اٹھے نہیں ابھی؟''

''جی...... میں تقریباً اٹھ چکا ہوں۔''

''تقریباً سے کام نہیں چلے گا۔'' خالہ نے چیخ کر کہا۔ ''اٹھ کر کچن میں آؤ اور خیال رکھو کہ دودھ ابلنے نہ پائے اور انڈوں کا حلوہ جلنے نہ پائے۔ میں نہیں چاہتی کہ ڈوڈی کے برتھ ڈے پر کوئی ایسی ویسی بات ہو۔''

حارب کراہ کر رہ گیا۔

''کچھ کہہ رہے ہو۔'' خالہ غرائیں۔

''کچھ نہیں خالہ۔ میں آ رہا ہوں۔''

میں کیسے بھول گیا کہ آج ڈوڈی کا برتھ ڈے ہے۔ حارب اٹھا اور اپنے موزے تلاش کرنے لگا۔ بیڈ کے نیچے موزوں کی ایک جوڑی مل گئی۔ ایک موزے میں ایک لکڑی گھسی ہوئی تھی۔ اس نے لکڑی کو نکالا اور موزے پہن لیے۔ لکڑیوں کا تو وہ عادی تھا کیونکہ زینے کے نیچے بنی تنگ کوٹھڑی میں لکڑیوں کی بہتات تھی اور وہ اسی کوٹھڑی میں سوتا تھا۔

وہ کچن میں گیا۔ کھانے کی میز نظر میں نہیں آ رہی تھی۔ ڈوڈی کے سالگرہ کے تحفوں نے پوری میز کو گھیر لیا تھا۔ حارب کو ایک نظر میں اندازہ ہو یا کہ ڈوڈی کی ہر ضد پوری کردی گئی ہے وہاں کمپیوٹر بھی تھا' نیا ٹی وی بھی اور بائیک بھی۔ یہ تمام چیزیں میز کے نیچے رکھی تھیں۔

حارب کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ڈوڈی کو بائیک کی کیا ضرورت ہے۔ ڈوڈی بہت موٹا تھا۔ ایکسر سائز سے وہ چڑتا تھا۔ بس اسے ایک ہی ایکسر سائز پسند تھی۔ موقع پاتے ہی حارب پر گھونسے برسانا لیکن حارب پھرتیلا ہونے کی وجہ سے اسے کم ہی ایسا موقع دیتا تھا۔

حارب بہت دبلا' استخوانی بچہ تھا شاید تنگ کوٹھڑی میں رہنے کی وجہ سے اس کی صحیح نشوونما نہیں ہو سکی تھی اور وہ جتنا مختصر الوجود تھا' اس سے زیادہ مختصر نظر آتا تھا کیونکہ اسے پہننے کیلئے ڈوڈی کے پرانے کپڑے ہی میسر تھے اور ڈوڈی جسامت میں اس سے چار گنا زیادہ تھا۔

حارب کا چہرہ بھی استخوانی تھا۔ سیاہ گھنے بال اور سبز آنکھیں۔ وہ نظر کا چشمہ لگاتا تھا' جس کے شیشے گول تھے۔ وہ زخمی چشمہ تھا' جسے جابجا ٹیپ کی مدد سے جوڑا گیا تھا۔ اس کا سبب ڈوڈی کی باکسنگ تھی' جس کے گھونسوں کا سب سے پسندیدہ ہدف حارب کی ناک تھی۔

حارب کو اپنی بس ایک ہی چیز اچھی لگی تھی...... پیشانی پر زخم کا گہرا نشان' جو کڑکتی بجلی کے لہریے سے مشابہ تھی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے خالہ شاکیہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ ''خالہ...... یہ زخم مجھے کیسے لگا تھا؟''

''کار کے حادثے میں' جس میں تمہارے والدین ختم ہو گئے تھے۔'' خالہ نے جواب دیا۔ ''اور سنو زیادہ سوال نہ کیا کرو۔''

روفی ولا کی مردہ فضا میں یہ سب سے پہلا زریں اصول تھا۔ سوال مت کرو۔

حارب انڈے کے حلوے کو لگنے سے بچانے کیلئے چمچہ چلا رہا تھا کہ خالو کچن میں داخل ہوئے۔ ”تم بالوں میں کنگھا کرو۔“ انہوں نے دہاڑ کر حارب سے کہا یہ ان کا صبح بخیر کہنے کا اسٹائل تھا۔

”صبح بخیر خالو۔“

خالو جب بھی ناشتے کی میز پر آ کر بیٹھتے تو اخبار اٹھاتے اور کہتے۔ ”حارب کے بال کٹواؤ۔ بڑھ گئے ہیں۔“

حارب کے بال بہت تیزی سے بڑھتے تھے۔ کلاس کے تمام لڑکوں کے بال بڑھنے کی جو اجتماعی رفتار تھی، حارب کے بال اس سے زیادہ تیزی سے بڑھتے تھے۔

انڈے کے حلوے کی رنگت ہلکی براؤن ہو رہی تھی کہ ڈوڈی خالہ کے ساتھ کچن میں داخل ہوا۔ وہ خالو سے بے حد مشابہ تھا بس دو فرق تھے۔ ایک تو وہ مونچھوں سے محروم تھا۔ دوسرے اس کی چھوٹی سی گردن تھی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ سنہرے بال تھے۔ خالہ شاکیہ اکثر اسے ننھا فرشتہ قرار دیتی تھیں۔ لیکن حارب کو اسے دیکھ کر ہمیشہ بد جانور کا خیال آتا تھا۔

حارب نے انڈوں کا حلوہ ڈش میں نکالا اور اسے میز پر لا کر رکھا۔ میز پر برائے نام کچھ رکھنے کی جگہ تھی۔ ڈوڈی اس وقت اپنے تحفے گن رہا تھا۔ گنتی پوری کرنے کے بعد اس کا منہ بن گیا۔ ”صرف چھتیس! پچھلے سال کے مقابلے میں دو تحفے کم ہو گئے۔“

”بیٹے جان، تم نے پھوپھی صغرا کا تحفہ شامل نہیں کیا وہ یہاں میز کے نیچے رکھا ہے۔“

”تو چلیں، 37 ہو گئے۔“ ڈوڈی نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔

طوفان کے آثار دیکھ کر حارب نے بہت تیزی سے اپنی پلیٹ ہاتھ میں اٹھا لی اب ڈوڈی کسی بھی لمحے میز الٹ سکتا تھا۔

شاکیہ خالہ کو بھی خطرے کی بو محسوس ہو گئی تھی۔ انہوں نے جلدی سے کہا۔ ”دو تحفے ہم آج خریدیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟“

”ٹھیک ہے۔“ ڈوڈی کا چہرہ ڈھیلا پڑ گیا۔

ناشتے کے بعد ڈوڈی اپنے تحفے چیک کرنے لگا۔ بڑے تحفوں کے علاوہ ایک کیمرا، ریموٹ سے کنٹرول ہونے والا جہاز، نئی کمپیوٹر گیمز اور ایک ویڈیو ریکارڈر بھی تھا۔ پھر ایک سونے کی گھڑی......

شاکیہ خالہ فون ریسیو کر کے واپس آئیں تو بہت غصے میں تھیں۔ ”بوڑھی مسز حارث کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے وہ اسے پاس نہیں رکھ سکیں گی۔“ انہوں نے حارب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ڈوڈی کا منہ کھل گیا۔ چہرے پر پریشانی نظر آنے لگی لیکن حارب کیلئے وہ بہت اچھی خبر تھی۔ ڈوڈی کی ہر سالگرہ پر خالہ اور خالو اسے اور اس کے دوستوں کو باہر لے جا کر تفریح کراتے اور کھلاتے پلاتے تھے جبکہ اسے مسز حارث کے پاس چھوڑ دیا جاتا تھا۔ مسز وارث بیوہ تھیں۔ دو سڑک چھوڑ کر ان کا گھر تھا

جہاں ہر وقت پیاز اور گوبھی کی بو آتی تھی۔ وہ سنکی بھی تھیں۔ انہیں بلیاں پالنے کا شوق تھا اور وہ جو بلی بھی پالتی تھیں، اس کی تصویر ضرور کھینچتی تھیں۔ ان کے پاس اب تک کی تمام بلیوں کا البم تھا۔ وہ حارب کو وہ البم دکھاتی رہتی تھیں۔ یہ میری ہے۔ یہ گریٹا ہے، یہ ٹام...... حارب بور ہوتا تھا۔

''اب کیا ہوگا؟ شاکیہ خالہ نے پریشان لہجے میں کہا اور ایسی الزام دینے والی نظروں سے حارب کو دیکھا، جیسے یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا ہے۔

''صفرا کو فون کرو۔'' خالو نے سمندر میں گویا تنکے کا سہارا پیش کیا۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ؟ وہ تو اس سے نفرت کرتی ہے۔'' خالہ نے تنکے کو رد کر دیا۔

خالہ اور خالو حارب کے متعلق اس انداز سے گفتگو کرتے تھے جیسے وہ موجود نہ ہو جیسے وہ کوئی حقیر کیڑا ہو۔

''اور وہ جو تمہاری سہیلی ہے...... کیا نام ہے اس کا......''

''وہ تفریحی دورے پر سوچ نگر گئی ہوئی ہے۔''

''تو اسے یہیں چھوڑ کر چلتے ہیں۔'' خالو کے لہجے میں التجا تھی۔

ایک لمحے کو حارب کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ واہ...... مزہ آ جائے گا۔ وہ ٹی وی بھی دیکھ سکے گا اور ممکن ہے کہ کمپیوٹر گیم بھی......

''تاکہ واپس آئیں تو گھر تباہ ہو چکا ہو۔'' خالہ شاکیہ نے بگڑ کر کہا۔

''میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔'' حارب منمنایا۔

''ہم اسے ساتھ لے چلتے ہیں۔'' اب کے خالہ نے تجویز پیش کی۔ ''اسے کار میں چھوڑ کر ہم چڑیا گھر دیکھ آئیں گے۔''

''نہیں بھئی۔ بالکل نئی کار ہے میری۔''

اب ڈوڈی زور زور سے رونے لگا لیکن درحقیقت وہ رو نہیں رہا تھا۔ سچ مچ تو وہ برسوں سے نہیں رویا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ چہرہ چنچا کر رونے کی اداکاری کرے گا تو اس کی ہر بات مان لی جائے گی۔

''نانا...... نہ رو میرا بچہ۔ ممی تمہارا برتھ ڈے خراب نہیں ہونے دیں گی۔'' خالہ نے چمکارا۔

''مم...... میں...... اس...... اسے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔'' ڈوڈی نے مصنوعی سسکیوں کے درمیان کہا پھر اس نے چپکے سے حارب کو زبان نکال کر چڑایا۔

اس وقت اطلاعی گھنٹی بجی۔ ''او مائی گاڈ' وہ آ گئے۔'' خالہ شاکیہ نے کہا۔

چند لمحے بعد ڈوڈی کا بہترین دوست شولکر کچن میں داخل ہوا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ تھا۔ وہ دبی ہوئی رنگت کا لڑکا تھا، جس کی شکل چوہے جیسی تھی۔ اسے ڈوڈی کا معاون بھی کہا جا سکتا تھا۔ وہ ہر اس لڑکے کو ہاتھ مروڑ کر بے بس کر دیتا تھا، جس پر ڈوڈی کو گھونسے برسانا ہوتے تھے۔

ڈوڈی نے فوراً ہی رونے کی اداکاری ترک کردی۔

آدھے گھنٹے بعد حارب کو اپنی خوش بختی پر یقین نہیں آ رہا تھا کیونکہ وہ زندگی میں پہلی بار خالو کی گاڑی میں عقبی سیٹ پر ڈوڈی اور شولکر کے درمیان بیٹھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ خالہ اور خالو کو اسے کہیں ٹھکانے لگانے کا موقع نہیں ملا تھا مگر گھر سے نکلنے سے پہلے خالو نے اسے تنبیہہ کردی تھی کہ اس نے کوئی گڑبڑ کی تو اسے کرسمس تک کیلئے کوٹھڑی میں بند کردیا جائے اور وہ باہر نکلنے کو ترستا رہے گا۔

''میں ایسا کچھ نہیں کروں گا خالو۔'' حارب نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی لیکن خالو کو یقین نہیں آیا۔ کسی کو اس کی بات پر یقین نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حارب جہاں ہوتا وہاں کچھ عجیب معاملات رونما ہوتے۔ حارب خالو کو یقین دلاتا کہ اس نے کچھ نہیں کیا ہے مگر خالہ اور خالو کو یقین نہیں آتا تھا۔

ایک معاملہ تو بالوں کا تھا۔ خالہ اس کے بال کٹوا کٹوا کر عاجز آ چکی تھیں مگر اس کے بال بہت تیزی سے بڑھتے تھے۔ ایک بار تنگ آ کر انہوں نے قینچی لی اور اس کے تمام بال کاٹ دیئے۔ بس آگے بالوں کی ایک جھالر رہنے دی تاکہ ماتھے کا نشان چھپا رہے۔ پورے دن ڈوڈی حارب کا مذاق اڑاتا رہا۔ گنجے کے سر پر دو روٹی۔ گنجا کہے میری ماں موٹی۔ حارب کو پوری رات نیند نہیں آئی۔ وہ جانتا تھا کہ اگلے روز اسکول میں سب بچے یہی گانا گا کر اسے چھیڑیں گے۔ اسکول میں ڈھیلے ڈھالے بدنما کپڑوں کی وجہ سے ویسے ہی اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور اب یہ گنجا ہونے کی آفت۔

ایک اور موقعے پر خالہ اسے ڈوڈی کا پرانا سویٹر زبردستی اسے پہنانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر اس کا گلا پھنس رہا تھا۔ جتنی خالہ نے کوشش کی، سویٹر کا گلا اور تنگ ہوتا گیا۔ خالہ ناکام ہوگئیں۔ آخر میں انہوں نے کہا ''شاید یہ دھلائی کے دوران سکڑ گیا ہے۔'' یوں اس موقع پر حارب کو سزا نہیں ملی۔

ایک بار وہ اسکول میں مشکل میں پھنس گیا۔ وہ ڈوڈی اور شولکر سے بچنے کیلئے بھاگ رہا تھا۔ ایک جگہ وہ دونوں کے درمیان گھر گیا۔ وہ بے بس اور خوف زدہ تھا کہ اچانک اس نے خود کو اٹھتا محسوس کیا۔ اگلے ہی لمحے وہ اسکول کی چھت پر تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے گھر شکایتی خط بھیجا کہ حارب چرخی اسکول کی چھت پر گھومتا پھرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں خالو نے اسے دس دن کیلئے کوٹھڑی میں بند کردیا۔

حارب نے سوچ لیا تھا کہ آج کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ پہلی بار تو اسے تفریح کیلئے گھر سے نکلنے کا موقع ملا تھا۔

ڈرائیو کے دوران خالو خالہ سے شکایتیں کرتے رہے۔ انہیں دنیا بھر سے شکایت تھی لیکن جتنی شکایتیں انہیں دنیا سے تھیں، اتنی ہی اکیلے حارب سے تھیں۔

''یہ لڑکے کیسے موٹر سائیکل چلاتے ہیں۔ ڈرائیو کرنا مشکل ہوگیا ہے۔'' انہوں نے شکایت کی۔

''میں نے خواب میں ایک موٹر سائیکل دیکھی تھی۔'' حارب کو اچانک یاد آیا۔ ''اور وہ اڑ رہی تھی۔''

خالو کی گاڑی بے قابو ہونے لگی۔ انہوں نے جلدی سے بریک لگائے اور پلٹ کر حارب پر چلائے۔ ''موٹر سائیکلیں اڑا نہیں کرتیں گدھے۔''

ڈوڈی اور شولکر تمسخرانہ انداز میں ہنسنے لگے۔

''جی مجھے پتا ہے۔'' حارب نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ ''لیکن وہ خواب تھا۔''

حارب کڑھتا رہا کہ اس کے منہ سے وہ بات کیوں نکلی۔ سوال کرنے کے بعد خالہ اور خالو کو جو بات سب سے زیادہ ناپسند تھی، وہ ایسی کوئی بات کرنا تھا، جو خلاف فطرت ہو، نارمل نہ ہو۔ اس لیے انہیں کارٹون بہت بُرے لگتے تھے۔ وہ حارب کو کارٹون نہیں دیکھنے دیتے تھے البتہ ڈوڈی کو کارٹون دیکھنے کی اجازت تھی۔

وہ چڑیا گھر پہنچ گئے۔ ہفتے کا دن تھا۔ وہاں بہت ہجوم تھا۔ بے شمار فیملیز آئی ہوئی تھیں۔ خالہ نے چڑیا گھر میں داخل ہونے سے پہلے ڈوڈی اور شولکر کو چاکلیٹ آئس کریم کی بہت بڑی بار دلوائی۔ حارب کو بھی پاپ کورن کی چھوٹی سی تھیلی دے دی گئی۔ حارب کیلئے وہ بھی بڑی نعمت تھی۔

وہ حارب کی زندگی کا سب سے خوشگوار دن تھا۔ وہ ڈوڈی اور شولکر سے دور دور چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لنچ کا وقت ہوتے ہوتے ڈوڈی اور شولکر جانوروں سے بور ہو گئے۔ حارب جانتا تھا کہ اب وہ اسے ستانے کی تفریح کی طرف متوجہ ہوں گے۔

انہوں نے چڑیا گھر کے ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ اب تک دن خیریت سے گزرا تھا۔

لنچ کے بعد وہ لوگ سانپ گھر گئے۔ وہ ایک سرد اور بہت بڑا حال تھا۔ شیشے کے پنجروں میں بڑی بڑی چھپکلیاں اور سانپ رینگتے پھر رہے تھے۔ کچھ پتھروں پر آرام کر رہے تھے۔ ڈوڈی اور شولکر زہریلے سانپ اور بڑے اژدہے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ آگے بڑھے تو ایک پنجرے میں انہیں سب سے بڑا اژدھا نظر آیا۔ وہ اتنا بڑا تھا کہ خالو کی کار کو تین بار لپیٹ سکتا تھا اور زور لگاتا تو کار کو یقیناً پچکا دیتا مگر اس وقت وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

ڈوڈی نے اپنی ناک شیشے کی دیوار سے ٹکائی اور بڑی دلچسپی سے اژدھے کو دیکھنے لگا۔ ''پاپا...... اسے حرکت کرنے پر مجبور کریں۔'' اس نے کہا۔

مسٹر روفی نے شیشے کی دیوار کو کئی بار زور زور سے تھپتھپایا مگر اژدھا ٹس سے مس نہ ہوا۔ سوتا رہا۔

ڈوڈی ہی نے خود بھی کئی بار کوشش کی لیکن اژدھا نہیں جاگا۔ بالآخر وہ بور ہو گیا۔ حارب اژدھے کو بہت غور سے دیکھتا رہا اسے اس پر ترس آ رہا تھا۔ یہ بے چارہ تو سب سے بڑھ کر بور ہو رہا ہوگا۔ ایک تو تنہائی...... پھر یہ شیشے کی دیوار کو تھپتھپانے والے لوگ۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ یہ تو زینے کے نیچے بنی تنگ کوٹھڑی میں قید رہنے سے بھی بدتر ہے۔

اچانک اژدھے نے آنکھیں کھول دیں پھر وہ حارب کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اگلے ہی لمحے اس نے حارب کو دیکھ کر آنکھ ماری۔

حارب نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی اس کی طرف متوجہ تو نہیں ہے پھر اس نے اژدھے کو جواباً آنکھ ماری۔

اژدھے نے سر اٹھا کر خالو اور ڈوڈی کو دیکھا پھر چھت کی طرف سر اٹھا کر افسردگی سے سر ہلایا' جیسے کہہ رہا ہو...... یہاں ایسے ہی احمق آتے رہتے ہیں۔

''میں جانتا ہوں' تمہیں یہ سب کتنا برا لگتا ہوگا۔'' حارب نے سرگوشی میں کہا۔

اژدھے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' حارب نے سرگوشی میں اژدھے سے پوچھا۔

اژدھے نے دم لہرا کر شیشے کی دیوار پر لگی تختی کی طرف اشارہ کیا' جس پر لکھا تھا...... بوآ کنسٹرکٹر' برازیل۔

''برازیل تمہیں کیسے لگتا تھا؟''

اژدھے نے دم لہرا کر ایک اور تختی کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر لکھا تھا کہ بوآ کنسٹرکٹر نسل کا یہ اژدھا اسی چڑیا گھر میں پیدا ہوا تھا۔

''اوہ...... تو تم برازیل کے ہو لیکن تم نے برازیل کبھی نہیں دیکھا۔''

اسی وقت عقب سے شولکر چلایا۔ ''ڈوڈی...... انکل...... یہاں آئیں۔ دیکھیں یہ سانپ کیا کر رہا ہے۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔''

حارب اور اژدھا دونوں اس کی آواز پر چونکے اور اچھل پڑے۔

ڈوڈی دوڑتا ہوا اسی طرف آیا۔ ''ہٹ راستے سے۔'' اس نے کہا اور حارب کی پسلیوں پر گھونسہ رسید کیا۔ حارب اس کیلئے تیار نہیں تھا۔ وہ نیچے گر پڑا۔ ڈوڈی اور شولکر شیشے کی دیوار سے ناک ٹکا کر کھڑے ہو گئے لیکن اگلے ہی لمحے ان کے منہ سے دہشت بھری چیخ نکلی اور وہ الٹ کر پیچھے آ گرے۔ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ کوئی نہیں دیکھا کہ درحقیقت کیا ہوا ہے۔

حارب اٹھ بیٹھا۔ دہشت سے اس کی سانسیں رک رہی تھیں۔ سامنے والی شیشے کی دیوار غائب تھی اور اژدھا تیزی سے اپنے بل کھول رہا تھا پھر وہ لہراتا ہوا راہداری میں آیا۔ لوگ خوف سے چیختے ہوئے باہر بھاگے۔

اژدھا اب حارب کے پاس سے گزر رہا تھا۔ حارب قسم کھا سکتا تھا کہ اس نے واضح طور پر وہ پھنکارتی ہوئی آواز سنی۔ ایک ایک لفظ واضح تھا۔ ''آہ میرے مادر وطن برازیل' میں آ رہا ہوں۔'' اژدھا کہہ رہا تھا۔'' اور دوست' تمہارا بہت بہت شکریہ۔''

چڑیا گھر کا ڈائریکٹر بہ نفیس نفیس آیا۔ اس نے شاکیہ خالہ کو چائے منگوا کر پلائی اور ان سے بار بار معذرت کرتا رہا۔ ڈوڈی اور شولکر کے منہ سے اب تک پھنسی پھنسی آوازیں نکل رہی تھیں حالانکہ جاتے ہوئے اژدھے نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

وہ لوگ گاڑی میں بیٹھے تو ڈوڈی کی آواز نکلی۔ ''اس نے میری ٹانگ پر کاٹا ہے پاپا۔'' وہ بار بار کہہ رہا تھا۔

''اور میرا گلا گھونٹنے کی کوشش کی ہے۔'' شولکر کہہ رہا تھا پھر اچانک اسے کچھ خیال آیا اور اس نے وہ جملہ کہا' جو حارب کی شامت لانے والا تھا۔ ''حارب اس سانپ سے باتیں کر رہا تھا۔ ٹھیک ہے نا حارب؟ تم اس سے باتیں کر رہے تھے؟''

یہ سن کر روفی خالو کے سر کے بال غصے سے کھڑے ہوگئے لیکن شولکر کی موجودگی کی وجہ سے وہ ضبط کر رہے تھے۔ یہ اور خطرناک تھا۔ حارب جانتا تھا کہ اب موقع ملتے ہی وہ بم کی طرح پھٹیں گے۔

پھر ہوا بھی یہی۔ شولکر کے جاتے ہی وہ حارب کی طرف متوجہ ہوئے لیکن غصہ اتنا شدید تھا کہ ان سے بولا نہیں جا رہا تھا وہ جیسے اشاروں میں گفتگو کر رہے تھے۔ ''جاؤ...... کوٹھڑی...... بند...... کھانا نہیں۔'' انہوں نے بہ مشکل حارب سے کہا اور پھر ہانپتے ہوئے آرام کرسی میں ڈھیر ہوگئے۔ شاکیہ خالہ ان کیلئے پانی لانے کیلئے لپکیں۔

حارب اندھیری کوٹھڑی میں نجانے کب تک لیٹا رہا۔ اس کے پاس گھڑی نہیں تھی کہ وقت کا اندازہ ہوتا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی لیکن وہ اس ڈر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا کہ خالہ اور خالو جاگ نہ رہے ہوں۔

حارب نے ان لوگوں کے ساتھ دس سال گزارے تھے دس اذیت ناک برس! اسے بتایا گیا تھا کہ وہ بہت چھوٹا تھا' جب اس کے ماں باپ کار کے ایک حادثے میں ہلاک ہوئے۔ کبھی کبھی کوٹھڑی کے اندھیرے میں وہ ذہن پر پوری شدت سے زور دیتا تو اس کے تصور میں ایک عجیب منظر ابھر آتا۔ سبز رنگ کی روشنی کا ایک زبردست جھماکا اور اس کے ساتھ ہی پیشانی میں جلتے ہوئے ایک درد کا احساس۔ اس نے سوچا' شاید حادثہ ایسے ہی ہوا ہوگا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سبز روشنی کہاں سے آئی ہوگی۔

اسے اپنے والدین کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں تھا اور خالہ اور خالو ان کے بارے میں کبھی باتیں نہ کرتے تھے اور اسے سوال کرنے کی' کچھ پوچھنے کی اجازت نہیں تھی گھر میں مما اور پاپا کی کوئی تصویر بھی نہیں تھی۔

بچپن میں وہ اکثر خواب دیکھتا کہ کوئی رشتے دار آیا ہے اور اسے ساتھ لے جا رہا ہے لیکن ایسا کبھی ہوا نہیں۔ خالہ اور خالو کے سوا دنیا میں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ اس کے باوجود سڑک پر چلتے ہوئے اسے کبھی احساس ہوتا کہ اجنبی لوگ بھی اسے جانتے ہیں۔ ایک بار ایک شاپنگ سنٹر میں ایک خاتون نے

اس کے سامنے بڑے احترام سے سرخم کیا تھا۔ ایک اور موقع پر ایک مرد نے بڑے تپاک سے اس سے ہاتھ ملایا تھا۔ اس نے سوچا کہ ان سے اپنے بارے میں پوچھے لیکن خالہ اسے گھسیٹتی ہوئی دکان سے باہر لے آئی تھیں اور ایسا اور بھی کئی موقعوں پر ہوا تھا لیکن عجیب بات تھی ایسے تمام لوگ اس کی پلک جھپکتے ہی غائب ہو جاتے تھے۔

اسکول میں بھی حارب کا کوئی دوست نہیں تھا۔ سب جانتے تھے کہ ڈوڈی اس سے نفرت کرتا ہے۔ اس لیے سب اس سے گریز کرتے تھے ویسے بھی ٹوٹے ہوئے شیشوں کا چشمہ لگائے' ڈوڈی کی ڈھیلی ڈھالی اترن پہنے بے ڈھنگے حارب چرخی میں کسی کیلئے کوئی کشش نہیں تھی۔

☆......☆......☆......☆

برازیلی اژدھے کے فرار کے نتیجے میں حارب کو اب تک کی طویل ترین سزا ملی۔ اسے کوٹھڑی سے نکلنے کی اجازت ملی تو گرمی کی چھٹیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس دوران بہت کچھ ہو چکا تھا۔ ڈوڈی نے اپنا کیمرا اور ریموٹ سے کنٹرول ہونے والا جہاز توڑ دیا تھا اور سائیکل کی مدد سے بھی کام دکھا دیا تھا۔ مسز حارث بیساکھی کے سہارے سڑک پار کر رہی تھی کہ اس نے اپنی سائیکل ان پر ٹھوک دی تھی۔ مسز حارث کی دوسری ٹانگ کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔

حارب کو خوشی تھی کہ اسکول سے جان چھوٹی لیکن ڈوڈی اور اس کے گینگ سے نجات ممکن نہیں تھی۔ ڈوڈی' شولکر اور گلشن تینوں بے حد جسیم اور بے حد احمق تھے لیکن ڈوڈی ہر معاملے میں اپنے دوستوں سے بڑھ کر تھا۔ اس لیے وہ ان کا لیڈر تھا ان تینوں کا محبوب مشغلہ حارب کا شکار تھا۔

اس لیے حارب زیادہ سے زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنے کی کوشش کرتا تھا وہ ادھر ادھر وقت گزاری کرتا اور سوچتا کہ چھٹیاں کب ختم ہوں گی اب اسے امید کی پہلی کرن نظر آئی تھی اب اسے سیکنڈری اسکول میں جانا تھا یوں اسے ڈوڈی سے نجات مل جاتی کیونکہ ڈوڈی کو اس اسکول میں داخلہ مل گیا تھا' جس میں کبھی خالو روفی نے پڑھا تھا۔ شولکر کو بھی وہاں داخلہ مل گیا تھا۔ حارب کو امید تھی کہ اب اسکول میں وہ نسبتاً بہتر وقت گزارے گا۔

حارب جس اسکول میں جانے والا تھا' ڈوڈی نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ ''وہ تو پہلے ہی دن اسٹوڈنٹ کا سر فلیش میں گھسا دیتے ہیں۔ اوپر چلو' میں تمہیں اس کی پریکٹس کرا دوں تاکہ وہاں گھبراہٹ نہ ہو۔''

''نہیں شکریہ۔'' حارب نے کہا۔ ''بے چارے فلیش میں بھی تمہارے بھیجے جیسی کوئی سڑی ہوئی چیز نہیں گئی ہوگی۔ اسے کو الٹی ہو جائے گی۔''

مگر یہ کہتے ہی اسے ڈوڈی کی دست برد سے دور جانے کیلئے بھاگنا پڑا تھا۔ اس وقت وہ ڈوڈی کے ہاتھ آ جاتا تو وہ اس کا کچومر نکال دیتا۔

جولائی کے وسط میں شاکیہ خالہ ڈوڈی کو نئے اسکول کی یونیفارم دلانے کیلئے بازار لے گئی۔ حارب کوانہوں نے مسز جارِث کے پاس چھوڑ دیا تھا۔

اس روز مسز جارِث کے گھر میں گزرنے والا وقت اتنا سخت نہیں تھا۔ دوبار ٹانگ ٹوٹنے کے نتیجے میں وہ بہت نرم دل ہوگئی تھیں۔ انہیں بلیوں سے بھی پہلے جیسی انسیت نہیں رہی تھی کیونکہ بلیاں پیروں سے لپٹنے کی عادی تھیں اور انہیں کئی بار گرا چکی تھیں۔ اس روز انہوں نے حارب کو ٹی وی دیکھنے کی اجازت بھی دی اور اسے چکھنے کیلئے چاکلیٹ کیک بھی دیا اگرچہ حارب کے خیال میں وہ کئی برس پرانا کیک تھا۔

اس شام ڈوڈی نے اپنا نیا یونیفارم پہن کر دکھایا۔ وہ ماڈل گرلز کی طرح ادھر سے ادھر چلتا اور اچانک ساکت ہوکر کوئی پوز بناتا۔ یونیفارم میں ایک چھڑی بھی شامل تھی۔ حارب کو اس کے ہم جماعتوں پر ترس آنے لگا۔ وہ بیچارے اس چھڑی کی مار بھگتیں گے۔

''یہ میری زندگی کا سب سے قابل فخر لمحہ ہے۔'' روفی خالو نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے ڈوڈی کو تکتے ہوئے کہا۔ ''اب میرا بیٹا میرے نقش قدم پر چلے گا۔''

شاکیہ خالہ بھی جذباتی ہو رہی تھیں۔ ''دنیا میں ایسا اسمارٹ لڑکا کوئی اور نہیں ہوسکتا' ہائے میرا ڈڈو۔''

اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں حارب کی پسلیاں دکھنے لگیں۔ وہ دونوں اپنے موئے ڈھڈو بیٹے کو ہینڈسم اور سمارٹ کہہ رہے تھے۔ حارب کو یقین تھا کہ آگے جا کر ڈوڈی موٹاپے کے معاملے میں روفی خالو کو بہت پیچھے چھوڑ دے گا۔

اگلی صبح حارب ناشتے کیلئے گیا تو کچن میں بہت بری بدبو رچی ہوئی تھی۔ سنک میں المونیم کا ایک ٹب رکھا تھا۔ بدبو کا مخرج شاید وہی تھا۔ اس نے جا کر ٹب کا جائزہ لیا۔ وہاں کچھ بڑے بڑے چیتھڑے سیاہی مائل پانی میں تیرتے نظر آئے۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے خالہ شاکیہ سے پوچھا۔

خالہ کا منہ بن گیا۔ پوچھ گچھ انہیں ہمیشہ بری لگتی تھی۔ ''یہ تمہاری نئے اسکول کی یونیفارم ہے۔'' انہوں نے جواب دیا۔ ''میں نے ڈوڈی کے کپڑوں کو گرے کلر میں رنگ دیا ہے۔''

حارب جانتا تھا کہ بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ اسے وہ ہاتھی کی کھال لگ رہی تھی۔ وہ تصور نہیں کرنا چاہتا تھا کہ یہ یونیفارم پہن کر وہ کیسا لگے گا اور نئے اسکول میں اس کی وجہ سے اس کی کیسی پذیرائی ہوگی۔

ڈوڈی اور خالو کچن میں داخل ہوئے تو بدبو محسوس کر کے ان کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ بہر حال خالو اخبار کے پیچھے غروب ہوگئے اور ڈوڈی مختلف چیزوں پر اپنی چھڑی کی ضرب آزمانے لگا۔

لیٹر باکس میں خطوط ڈالے جانے کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ ''جاؤ ڈوڈی' خط نکال کر لاؤ۔'' روفی خالو نے اخبار کے عقب سے طلوع ہوئے بغیر کہا۔

''حارب سے نکلوائیں۔'' ڈوڈی نے کہا۔

''جی نہیں۔ ڈوڈی سے منگوائیں۔'' حارب بولا۔

''ذرا حارب کو اپنی چھڑی سے دھکیلو ڈوڈی۔'' مسٹر روفی نے کہا۔

حارب چھڑی سے بچنے کیلئے تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ یہ چھڑی کی صورت میں اس کیلئے ایک اور مصیبت نازل ہوگئی تھی۔

دروازے پر تین خط پڑے تھے۔ ایک پھوپھی صفرا کا بھیجا ہوا پوسٹ کارڈ تھا' جو سوچ نگر میں چھٹیاں منا رہی تھیں۔ اس پر روفی خالو کا نام تھا۔ دوسرا شاید گیس کا بل تھا اور تیسرا خط......! وہ حارب چمرخی کے نام تھا۔

حارب نے اپنا خط اٹھایا اور بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ آج تک اسے کسی نے خط نہیں لکھا تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اسے خط لکھ سکتا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ کس کا خط ہے یہ؟ اس کا نہ کوئی دوست تھا نہ رشتے دار لیکن خط پر صاف لفظوں میں اس کا نام اور پتا لکھا تھا اور پتا بھی کیسا......! وہ لفافے کو گھورتا رہا۔

حارب چمرخی
زینے کے نیچے والی کوٹھڑی
بنگلہ نمبر چار' خیابان روشن
گلشاد کالونی' دھام جی
خیال پور

لفافہ بہت پھولا ہوا اور بھاری تھا۔ وہ زردی مائل چرمی کاغذ سے بنایا گیا تھا اور پتا گہرے سبز رنگ کی روشنائی سے لکھا گیا تھا لیکن اس پر نہ کوئی ڈاک ٹکٹ تھا اور نہ ڈاک خانے کی مہر۔

حارب نے لرزتے ہاتھوں سے لفافے کو پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسز بمہر تھا' مہر ایسی تھی کہ اس پر ایک شیر' ایک عقاب' ایک بجو اور ایک اژدھے کی شبیہہ بنی تھی اور حرف 'س' کا مونوگرام تھا۔

''اے لڑکے جلدی کرو۔ وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔'' خالو روفی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''کیا تم یہ چیک کر رہے ہو کہ کسی خط میں بم تو نہیں رکھا ہے۔'' اپنے اس مذاق پر وہ خود ہی ہنسنے لگے۔

حارب کچن میں واپس آیا' تب بھی اس کی نظریں اسی خط پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے بل اور پوسٹ کارڈ خالو کی طرف بڑھائے اور بیٹھ کر اپنا لفافہ کھولنے لگا۔ خالو نے بل کو بدمزگی سے ایک طرف اچھالا اور پھر اپنی بہن کا بھیجا ہوا کارڈ نکالا۔ ''ارے......صفرا کی طبیعت خراب ہے۔ کوئی باسی چیز کھالی تھی اس نے۔ انہوں نے سب کو مطلع کیا۔

''پاپا...... حارب کے پاس بھی ایک خط ہے۔'' ڈوڈی نے چیخ کر کہا۔

حارب نے اپنا خط نکال لیا تھا اور اب اسے کھول کر پڑھنے ہی والا تھا۔ لفافے کی طرح خط بھی زرد رنگ کے چرمی کاغذ پر لکھا گیا تھا مگر اچانک ہی رونی خالو نے خط اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

''یہ میرا خط ہے۔'' حارب نے کہا اور خالو سے خط چھیننے کی کوشش کی۔

تمہیں کون خط لکھے گا؟'' مسٹر رونی نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا پھر وہ خط کھول کر پڑھنے لگے لیکن خط پڑھتے ہوئے ان کے چہرے کے رنگ تیزی سے بدلتے رہے اور ختم کرتے وقت ان کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ ''ششش...... شش...... شا...... شاکیہ......'' انہوں نے اٹکتی آواز میں کہا۔

ڈوڈی نے خط چھیننے کی کوشش کی لیکن مسٹر رونی نے ہاتھ اونچا کر کے خط کو اس کی پہنچ سے دور کر دیا۔ شاکیہ خالہ نے خط ان کے ہاتھ سے لیا۔ وہ بہت متجسس نظر آ رہی تھیں مگر خط پڑھتے ہی ان کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ لگتا تھا' وہ بے ہوش ہونے والی ہیں۔ ''او مائی گاڈ رونی...... او مائی گاڈ'' ان کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں یاد ہی نہیں تھا کہ ڈوڈی اور حارب بھی کمرے میں موجود ہیں۔ ڈوڈی اس طرح سے نظر انداز کیے جانے کا عادی نہیں تھا۔ اس نے مسٹر رونی کے سر پر اپنی چھڑی سے ٹہوکا دیا۔ ''میں یہ خط پڑھنا چاہتا ہوں۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔

''یہ خط مجھے پڑھنا ہے۔'' حارب نے تند لہجے میں کہا۔ ''کیونکہ یہ میرا ہے۔''

''تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ۔'' مسٹر رونی نے خط دوبارہ لفافے میں رکھتے ہوئے کہا۔

حارب ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ ''میرا خط مجھے دیں۔'' اس نے چیخ کر کہا۔

''خط مجھے بھی دکھائیں۔'' ڈوڈی کا مطالبہ تھا۔

''آؤٹ۔'' مسٹر رونی نے دہاڑ کر کہا پھر انہوں نے دونوں لڑکوں کو گردن سے پکڑا اور دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔ انہیں ہال میں دھکیل کر کچن کا دروازہ بند کر لیا۔

باہر ڈوڈی اور حارب میں اس بات پر جنگ ہوئی کہ کون دروازے سے کان لگا کر اندر ہونے والی گفتگو سنے گا۔ اس جنگ میں حارب کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد ڈوڈی دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہو گیا جبکہ شکست خوردہ حارب زمین پر پڑا دروازے کے نچلے حصے اور فرش کا درمیانی دراز سے آنیوالی آوازیں سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ٹوٹا ہوا چشمہ اس کے کان سے جھول رہا تھا۔

''رونی۔'' اندر مسز رونی لرزتی آواز میں کہہ رہی تھیں۔ ''ذرا لفافے پر پتا تو دیکھو انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لڑکا کہاں سوتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' کیا وہ لوگ ہمارے گھر کی نگرانی کرتے ہیں؟''

''یقیناً بلکہ وہ ہمارا تعاقب بھی کرتے ہوں گے۔'' مسٹر رونی بڑبڑائے۔

''اب ہم کیا کریں گے روفی؟ کیا ہمیں اس خط کا جواب دینا ہے۔ انہیں لکھ دو کہ ہم یہ برداشت نہیں......''

حارب کو درز سے خالو کے جوتے نظر آ رہے تھے۔ خالو روفی مضطربانہ انداز میں کچن میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔ ''نہیں ہم اس خط کو نظر انداز کر دیں گے۔'' بالآخر انہوں نے کہا۔ ''جواب نہیں ملے گا تو وہ مایوس ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں کچھ نہ کرنا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔''

''لیکن......''

''میں اپنے گھر میں ایسے کسی فرد کی موجودگی برداشت نہیں کروں گا۔ ہم نے قسم کھائی تھی کہ ہم اس خرافات کو سختی سے ختم کر دیں گے۔''

اس شام خالو روفی کام سے واپس آئے تو انہوں نے وہ کام کیا' جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ حارب سے ملنے اس کی کوٹھڑی میں گئے۔

''میرا خط کہاں ہے؟'' حارب نے انہیں دیکھے ہی پوچھا۔ ''اور خط کس نے بھیجا ہے؟''

''وہ تمہارا خط نہیں تھا۔ اس پر تمہارا نام غلطی سے لکھ دیا گیا تھا۔ خط میں نے جلا دیا ہے۔''

''غلطی کا سوال ہی نہیں۔ لفافے پر اس کوٹھڑی کا پتا لکھا تھا۔''

''خاموش۔'' مسٹر روفی حلق کے بل چلائے۔ وہ اتنے زور سے چیخے تھے کہ کوٹھڑی دہل گئی۔ چھت سے کئی کڑیاں ٹپک پڑیں پھر انہوں نے خود کو سنبھالا۔ چند بڑی گہری سانسیں لینے کے بعد انہوں نے مسکرانے کی سر توڑ کوشش کی لیکن اس مسکراہٹ میں سے اذیت جھلک رہی تھی۔ ''ہاں حارب...... میں اور تمہاری خالہ اس کوٹھڑی کے سلسلے میں بات کر رہے تھے۔'' انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اب تم بڑے ہو گئے ہو۔ یہ کوٹھڑی تنگ ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ڈوڈی کا پرانا بیڈروم تمہیں دے دیا جائے۔''

''کیوں؟'' حارب نے پوچھا۔

''سوال مت پوچھا کرو۔ اپنا سامان اٹھاؤ اور اوپر والے کمرے میں چلو۔''

اس بنگلے میں چار بیڈروم تھے ایک خالہ اور خالو کا تھا۔ دوسرا مہمانوں کیلئے تھا۔ (اس میں ہمیشہ پھوپھی صفرا قیام کرتی تھیں) تیسرے میں ڈوڈی سوتا تھا۔ چوتھے میں ڈوڈی اپنے وہ تمام کھلونے اور چیزیں رکھتا تھا' جو اس کے بیڈروم میں نہیں سما پاتی تھیں۔

حارب کے پاس سامان ہی کیا تھا۔ وہ ایک ہی پھیرے میں اسے اوپر لے گیا۔ بیڈ پر بیٹھ کر وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں موجود تقریباً ہر چیز ٹوٹی ہوئی تھی۔ ڈوڈی کا پہلا ٹی وی سیٹ' کھلونا کار' ایک بڑا پنجرہ' ایک رائفل اور ایک ماہ پرانا کیمرا۔ وہ سب ٹوٹی پھوٹی چیزیں تھیں۔ مزید جو شیلف تھے' ان میں کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ وہ واحد چیز تھی' جو ان چھوئی لگتی تھی۔

نیچے سے ڈوڈی کے چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔ ''نہیں ممی۔ مجھے اس کمرے کی ضرورت ہے۔ میں اس کمرے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ نکالیں اسے وہاں سے۔''

حارب نے گہری سانس لی اور بیڈ پر ٹانگیں پھیلا کر لیٹ گیا۔ کل تک وہ یہ کمرہ حاصل کرنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا تھا لیکن آج اسے اس تنگ کوٹھڑی میں رہنا گوارا تھا' بس اس کا خط اسے مل جاتا۔

اگلی صبح ناشتے پر سب خاموش تھے۔ ڈوڈی تو شاک کی حالت میں تھا۔ رات اس نے کیا کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ چیخا' چلایا' چھڑی سے پاپا کو مارا' ممی پر لاتیں چلائیں' اپنی چیزیں گارڈن میں پھینک دیں مگر وہ اپنا کمرہ حارب سے خالی نہیں کرا سکا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اس کی شنوائی نہیں ہوئی تھی۔

اور حارب کو پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کاش اس نے اپنا خط باہر ہی کھول کر پڑھ لیا ہوتا۔

اور مسٹر اور مسز روفی بار بار معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ مسٹر روفی کا رویہ حارب کے ساتھ بے حد نرم تھا۔

ڈاک آئی تو مسٹر روفی نے کہا۔ ''ڈوڈی' تم جا کر ڈاک لے کر آؤ۔''

ڈوڈی اپنی چھڑی سے راستے میں مختلف چیزیں گراتا ہوا گیا پھر اس نے باہر سے ہی چیخ کر کہا۔

''ایک اور خط آیا ہے اس کا۔ مسٹر حارب چمرخی' سب سے چھوٹا بیڈروم' بنگلہ نمبر چار......''

مسٹر روفی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ ہال کی طرف لپکے۔ ڈوڈی سے حارب کا خط چھیننے کیلئے انہیں اس سے کشتی لڑنا پڑی۔ اس پر مشکل یہ ہوئی کہ حارب بھی اپنا خط چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ مسٹر روفی کو دونوں سے لڑنا پڑا۔ اس کشمکش میں ڈوڈی کی چھڑی سب کو لگی۔ خود ڈوڈی بھی اس سے نہ بچ سکا۔

بالآخر مسٹر روفی فاتحانہ انداز میں تن کر کھڑے ہوئے۔ حارب کا خط ان کی مٹھی میں تھا۔ ''تم فوراً کوٹھڑی میں...... مم...... میرا مطلب ہے' اپنے بیڈروم میں جاؤ۔'' انہوں نے ہانپتی ہوئی آواز میں حارب سے کہا۔ ''اور ڈوڈی' تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔''

چند لمحے بعد حارب اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اسے خط لکھنے والے کو معلوم ہے کہ وہ کوٹھڑی سے بیڈروم میں منتقل ہو گیا ہے۔ انہیں شاید یہ بھی معلوم ہو گا کہ پہلا خط اس تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ پھر کوشش کریں گے۔ اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی کوشش کو ناکام نہ ہونے دے۔ اس کیلئے اس نے منصوبہ بنا لیا۔

☆ ... ☆ ... ☆ ... ☆

اگلی صبح چھ بجے الارم نے حارب کو جگا دیا۔ اس نے الارم بند کیا اور بڑی احتیاط سے نیچے اترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ خالہ یا خالو کی آنکھ کھلے۔ نیچے اتر کر اس نے لائٹ بھی آن نہیں کی۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہال میں آیا۔

اس کا ارادہ تھا کہ دروازے پر ڈاک کا انتظار کرے گا۔ وہ اندھیرے میں دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اس کا پاؤں کسی بہت نرم، بہت بڑی اور جاندار چیز پر پڑا۔ وہ گھبرا کر اچھلا۔ ادھر کوئی تکلیف سے چلایا۔ ''ارے...... ہائے......''

کلک کی آواز سنائی دی اور اوپر روشنی ہوگئی۔ اس ملگجے اجالے میں یہ دیکھ کر حارب کا دم نکل گیا کہ وہ جس نرم، بہت بڑی اور جاندار چیز پر چڑھا تھا' وہ خالو روفی کا چہرہ تھا۔ وہ ان کے منہ پر پاؤں رکھ کر گزر رہا تھا۔

خالو روفی دروازے کے باہر سلیپنگ بیگ میں سو رہے ہوں گے مگر اب اپنا منہ پکڑے ہائے ہائے کر رہے تھے۔ حارب سمجھ گیا کہ وہ بھی وہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہے تھے' جس کا اس نے ارادہ کیا تھا۔

مسٹر روفی کوئی آدھے گھنٹے تک حارب پر برستے رہے پھر بولے۔ ''جاؤ...... جا کر چائے بناؤ۔''

حارب گھبرا کر کچن میں آیا۔ وہ چائے بنا کر لے گیا۔ اسی وقت ڈاک آئی تھی اور مسٹر روفی کی گود میں پڑی تھی۔ حارب نے دیکھ لیا۔ سبز روشنائی سے لکھے گئے خطوط کی تعداد تین تھی اور وہ سب اسی کے نام تھے۔

''مجھے میرے خط......''

مگر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مسٹر روفی نے تینوں خطوں کے پرزے پرزے کر دیئے۔

اس روز مسٹر روفی کام پر نہیں گئے۔ انہوں نے کیلیں ٹھونک کر لیٹر باکس کو بند کر دیا۔ ''سمجھیں۔'' انہوں نے فاتحانہ لہجے میں مسز روفی سے کہا۔ ''جب خط وصول ہی نہیں کیے جائیں گے تو خط بھیجنا بند کر دیں گے۔''

''میں نہیں سمجھتی روفی کہ اس طرح یہ سلسلہ رک جائے گا۔'' شاکیہ خالہ نے کہا۔

''ان لوگوں کے دماغ عجیب انداز میں کام کرتے ہیں شاکیہ۔ وہ میری اور تمہاری طرح نہیں ہیں۔'' مسٹر روفی نے لیٹر باکس میں ہتھوڑے کے بجائے اس کیک سے کیل ٹھونکنے کی کوشش کی جو مسز روفی انہیں کھلانے کیلئے لائی تھی۔

☆......☆......☆......☆

جمعے کے دن حارب کے نام بارہ خط آئے۔ وہ لیٹر باکس میں نہیں سما سکتے تھے' اس لیے دروازے کے نیچے سے اندر دھکیل دیئے گئے پھر کچھ خط کھڑکی کی طرف سے بھی اندر دھکیلے گئے تھے۔

مسٹر روفی اس روز بھی کام پر نہیں گئے۔ انہوں نے تمام خط جلا ڈالے اور پھر کیلیں اور ہتھوڑا لے کر

مصروف ہو گئے۔ انہوں نے ہر دروازے اور ہر کھڑکی کے تمام رخنے، تمام درزیں بند کر دیں، وہ بے حد نروس تھے لیکن کام کرتے ہوئے گنگناتے رہے تھے۔

ہفتے کو ایسا لگا کہ معاملات ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ حارب کے 24 خط گھر میں داخل ہوئے۔ وہ دو درجن انڈوں کے درمیان رول کیے گئے تھے۔ انڈوں کا باکس پریشان دودھ والے نے نشست گاہ کی کھڑکی سے مسز روفی کو تھمایا تھا۔ اس دوران غصے سے بے حال مسٹر روفی نے پوسٹ آفس اور ڈیری فارم والوں کو شکایتی فون کالز کیں ادھر مسز روفی نے تمام خطوں کو فوڈ مکسر مشین میں ڈال کر ٹھکانے لگا دیا۔

''یہ کون شخص ہے جو تم سے بات کرنے کو اتنا بے تاب ہے؟'' مسٹر روفی نے تعجب خیز لہجے میں حارب سے پوچھا۔

اتوار کی صبح مسٹر روفی ناشتے کی میز پر تھکے تھکے، کچھ بیمار سے، لیکن کافی خوش نظر آ رہے تھے۔ ''اتوار کے دن ڈاک نہیں آتی۔'' انہوں نے چہک کر کہا۔ ''لہٰذا آج ان منحوس خطوط سے چھٹکارا......''

اسی لمحے کچن کی چمنی سے زن کی سی آواز آئی اور ساتھ ہی کوئی چیز ان کے سر سے ٹکرائی پھر تو تانتا بندھ گیا۔ وہ خطوط تھے، جو چمنی سے مسٹر روفی کے سر پر مشین گن کی گولیوں کی طرح برس رہے تھے۔ مسٹر روفی اور ڈوڈی دونوں ہاتھوں سے سر چھپا کر بیٹھ گئے مگر حارب اچھل اچھل کر کوشش کرنے لگا کہ ان میں سے کم از کم ایک خط پکڑ لے۔

''آؤٹ......آؤٹ......نکلو یہاں سے۔'' مسٹر روفی نے حارب کو پکڑ کر ہال میں دھکیلا۔ ''تم بھی چلو۔'' انہوں نے مسز روفی اور ڈوڈی سے کہا۔

سب کے باہر نکلنے کے بعد انہوں نے دروازہ دھڑ سے بند کیا لیکن ہال میں موجود لوگ اندر کی آوازوں سے سمجھ سکتے تھے کہ خطوط کی بارش ابھی جاری ہے۔

کافی دیر بعد مسٹر روفی باہر آئے۔ ''بس بہت ہو گیا'' انہوں نے کہا۔ وہ لہجے کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اپنی مونچھوں کو نوچ رہے تھے۔ میں آپ سب لوگوں کو یہاں سے نکلنے کیلئے تیاری کے پانچ منٹ دے رہا ہوں۔ ہم یہاں سے دور جا رہے ہیں۔ آپ لوگ صرف کپڑے لے لیں اور ہاں بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔ میرا یہ فیصلہ آخری ہے۔''

وہ اپنی آدھی مونچھیں نوچ کر پھینک چکے تھے اور اتنے خطرناک لگ رہے تھے کہ ان سے بحث کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔ دس منٹ بعد سب لوگ کار میں تھے......اور کار موٹر وے کی طرف دوڑ رہی تھی۔ ڈوڈی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رو رہا تھا۔ وہ اپنا ٹی وی پیک کر رہا تھا...... مسٹر روفی کے منع کرنے کے باوجود۔ اس کے نتیجے میں اسے زندگی میں پہلی بار پتا چلا تھا کہ باپ کا بھرپور تھپڑ کیا ہوتا ہے۔ وہ اس لیے بھی رو رہا تھا کہ اپنا وی سی آر، کمپیوٹر گیم اور اسپورٹس بیگ......اور کچھ بھی تو نہیں لا سکا تھا۔

گاڑی چلتی گئی......چلتی گئی۔ شاکیہ خالہ میں یہ پوچھنے کی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

وقتاً فوقتاً مسٹر روفی بالکل اچانک گاڑی ایک اور سڑک پر موڑ لیتے۔ وہ بار بار عقب نما آئینہ بھی دیکھ رہے تھے شاید اس میں انہیں تعاقب کرنے والی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ بار بار مٹھیاں بھینچتے اور کہتے......
''میں انہیں جھٹک دوں گا' دیکھ لوں گا' کہاں تک میرا پیچھا کرتے ہیں۔''

وہ پورے دن گاڑی چلاتے رہے۔ کسی کو کھانا بھی نہیں ملا۔ بھوک سے سب کا برا حال تھا اور سب کو معلوم تھا کہ مسٹر روفی کو خود بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اندھا دھند ڈرائیو کر رہے تھے اور گاڑی موڑ رہے تھے۔

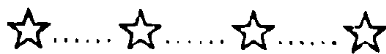
رات ہو رہی تھی۔ خوش قسمتی سے اب وہ ایسی سڑک پر تھے' جو سنسان تھی یعنی ثابت ہو گیا کہ اب کوئی ان کے تعاقب میں نہیں ہے لیکن اس وقت تک ڈوڈی کا برا حال ہو چکا تھا۔ وہ دہاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسا منحوس دن نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھوکا بھی تھا اور اس وقت تک ٹی وی پر اس کے پانچ پسندیدہ پروگرام نکل چکے تھے۔

بالآخر مسٹر روفی نے ایک نامعلوم شہر کے نواحی علاقے میں ایک سوگوار ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہاں کمرے لیے گئے۔ ڈوڈی اور حارب ایک ہی کمرے میں تھے۔ اس میں دو بیڈ تھے۔ چادریں اور کمبل نم نم سے لگتے تھے۔ ڈوڈی تو لیٹتے ہی سو گیا لیکن حارب جاگتا رہا۔ وہ کھڑکی میں بیٹھا آتی جاتی کاروں کو دیکھ رہا تھا۔

صبح انہوں نے ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں ناشتہ کیا۔ وہ ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہوٹل کا مالک ان کی میز کی طرف چلا آیا۔ ''معاف کیجیے گا'' ''آپ میں مسٹر حارب چرخی کس کا نام ہے۔ میری ڈیسک پر ان کے نام کے ایسے سو سے زیادہ خط رکھے ہیں۔'' اس نے ایک خط دکھاتے ہوئے کہا۔

خط پر لکھا ہوا نام اور پتا صاف دکھائی دے رہا تھا...... مسٹر حارب چرخی ''کمرہ نمبر 17' شائننگ ہوٹل' بھٹکان سٹی۔

حارب نے خط لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا لیکن خالو نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ہوٹل کا مالک انہیں بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''وہ خط میں وصول کروں گا'' مسٹر روفی اٹھے اور ہوٹل کے مالک کے ساتھ ڈیسک کی طرف چل دیئے۔



''گھر واپس جانا ہی بہتر رہے گا ڈیئر۔'' کئی گھنٹے بعد شاکیہ خالہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔
لیکن شاید مسٹر روفی نے ان کی بات سنی ہی نہیں۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔
اس وقت وہ ایک جنگل میں تھے۔ جنگل سے نکل کر مسٹر روفی نے ادھر ادھر دیکھا' کچھ سوچ کر سر جھٹکا اور دوبارہ گاڑی چلا دی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے ایک کھیت سے پاس گاڑی روکی اور گرد و پیش کا جائزہ لینے کیلئے اتر گئے۔

''پاپا پاگل ہو گئے ہیں۔ ہے نامی۔'' ڈوڈی نے شاکیہ خالہ سے پوچھا۔

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

سفر پھر شروع ہو گیا۔ اس بار مسٹر روفی نے گاڑی ایک ساحل پر روکی۔ انہیں اندر رہنے کا کہہ کر وہ کہیں چلے گئے۔

اچانک زبردست بارش شروع ہو گئی۔ کار کی چھت بجنے لگی۔ ڈوڈی کو چھینکیں آنے لگیں۔ ''آج پیر ہے۔'' اس نے اپنی ماں سے کہا۔ ''آج رات میرا پسندیدہ پروگرام آئے گا۔ پاپا سے کہیں' کسی ایسی جگہ رکیں' جہاں ٹی وی موجود ہو۔''

ڈوڈی کو دن اپنے پسندیدہ ٹی وی پروگرامز کے حوالے سے یاد رہتے تھے مگر حارب کو یاد تھا کہ کل...... یعنی منگل کے روز اس کا برتھ ڈے ہے۔ گیارہواں جنم دن۔ حالانکہ برتھ ڈے اس کیلئے کوئی یادگار نہیں ہوتا تھا۔ پچھلے برتھ ڈے پر خالہ شاکیہ نے اسے کوٹ ٹانگنے والا ہینگر' اور خالو نے اپنے پرانے موزوں کی دو جوڑیاں تحفے میں دی تھیں مگر پھر بھی برتھ ڈے تو برتھ ڈے ہوتا ہے۔ ایسا روز روز تو نہیں ہوتا کہ آپ گیارہ سال کے ہو جائیں۔

کچھ دیر بعد مسٹر روفی واپس آئے تو وہ مسکرا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا۔ جس میں بہت سی چیزیں تھیں۔ ''کیا کیا خرید لیا آپ نے؟ مسز روفی نے ان سے پوچھا...... لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔

''میں نے مناسب ترین جگہ ڈھونڈ لی ہے۔'' انہوں نے چہک کر کہا۔ ''چلو...... نیچے اتر جاؤ سب لوگ۔''

گاڑی کے باہر سخت سردی تھی اور مسٹر روفی سمندر کے بیچ میں ایک بہت بڑی چٹان کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس چٹان کے اوپر ایک جھونپڑی بنی نظر آ رہی تھی۔ ایک بات یقینی تھی۔ اس جھونپڑی میں ٹی وی کی موجودگی ممکنات میں سے نہیں تھی۔

''آج رات کیلئے طوفان کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔'' مسٹر روفی نے بہت خوش ہو کر بتایا۔ ''اور اس مہربان آدمی نے ہمیں اپنی کشتی مستعار دینے کا وعدہ کیا ہے۔

وہ مہربان آدمی دانتوں سے یکسر محروم تھا...... اور اس کے ہونٹوں پر شیطنیت بھری مسکراہٹ تھی۔ وہ چپوؤں سے چلنے والی ایک کشتی کے پاس کھڑا تھا۔

''اور میں راشن بھی لے آیا ہوں۔'' مسٹر روفی نے کہا۔ ''لہٰذا سب لوگ سوار ہو جائیں کشتی پر۔''

ان کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہے ہیں...... چڑھ جاؤ سولی پر۔

بارش بھی ہو رہی تھی اور سمندر کا پانی برف جیسا ٹھنڈا تھا۔ دوسری طرف برف جیسی سرد ہوا چل رہی تھی چنانچہ کشتی کا وہ سفر رگوں میں خون کو ٹھٹھرا دینے والا ثابت ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ چٹان کے پاس پہنچ گئے

لیکن انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے انہوں نے گھنٹوں اس منحوس کشتی پر سفر کیا ہے۔
قریب سے دیکھنے پر وہ جھونپڑی ایک ٹوٹا پھوٹا کھنڈر ثابت ہوئی۔ کسی زمانے میں وہ یقیناً اچھا خاصا مکان رہا ہوگا۔ مسٹر روفی آگے آگے تھا۔ چٹان پر چڑھنا آسان نہیں تھا۔ وہ لوگ بار بار پھسل رہے تھے۔ بالآخر وہ اس ٹوٹے پھوٹے مکان تک پہنچ گئے۔
اندر سے وہ مکان اور خوفناک تھا۔ وہاں سمندری جھاڑیوں کی اور سیلن کی بو رچی ہوئی تھی۔ چوبی دیواروں میں درزیں تھے، جن سے ہوا سنسناتی ہوئی گزر رہی تھی۔ آتش دان نہ صرف خالی بلکہ گیلا بھی تھا اور وہاں صرف دو کمرے تھے۔
مسٹر روفی نے فخریہ انداز میں اپنا راشن کا تھیلا کھولا۔ اس میں سے سب لوگوں کیلئے بسکٹ کا ایک ایک ڈبہ اور چار کیلے برآمد ہوئے۔ مسٹر روفی نے بسکٹ کے خالی ڈبوں اور پیکنگ سے آتش دان روشن کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ ''کاش اس وقت وہ نامعقول خط بڑی تعداد میں میسر ہوتے۔'' انہوں نے خوشدلی سے کہا۔
وہ بہت ہی اچھے موڈ میں تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اس طوفانی موسم میں ڈاک ان تک کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ حارب اس معاملے میں ان سے متفق تھا لیکن اس کیلئے یہ خیال خوش کن نہیں تھا۔
رات گہری ہوگئی۔ ادھر پیشگوئی کے مطابق طوفان آ گیا۔ سرد ہوا پورے گھر میں دندناتی پھر رہی تھی۔ باہر سمندر کی چڑھی ہوئی موجیں شکستہ مکان پر تھپیڑے اچھال رہی تھیں۔ شاکیہ خالہ نے دوسرے کمرے میں چند بوسیدہ کمبل دریافت کیے۔ انہوں نے دیمک لگے صوفے پر ڈوڈی کیلئے بستر لگا دیا۔ دوسرے کمرے میں ایک جھلنگا بیڈ تھا' اس پر وہ اپنے شوہر کے ساتھ سو رہی تھی۔ حارب کو نرم ترین فرش والا ایک گوشہ عطا کر دیا تھا۔ اسے بچھانے اور اوڑھنے کیلئے دو عدد باریک ترین کمبل دیئے گئے تھے' جو کمبل سے زیادہ شب خوابی کا لبادہ معلوم ہوتے تھے۔
رات کے ساتھ طوفان کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حارب سے سویا نہیں جا رہا تھا۔ سردی سے اس کا جسم کپکپا رہا تھا۔ ادھر بھوک سے برا حال تھا۔ وہ بار بار کروٹیں بدل رہا تھا۔ ڈوڈی کے خراٹے اسے بہت برے لگ رہے تھے مگر آدھی رات کے قریب طوفان کے شور نے ڈوڈی کے خراٹوں کی آواز کو دبا دیا۔ ڈوڈی کے صوفے سے نیچے لٹکتے ہوئے ہاتھ پر چمکدار ڈائل اور سوئیوں والی گھڑی بندھی تھی۔ اسے دیکھ کر حارب کو پتا چلا کہ اب سے دس منٹ بعد وہ گیارہ سال کا ہو جائے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے میں تو خالہ اور خالو کو اس کا برتھ ڈے یاد رہ ہی نہیں سکتا۔ وہ خط لکھنے والا اس وقت کہاں ہوگا۔ کاش......!
اب پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ حارب کو باہر سے چرچراہٹ کی آواز سنائی دی۔ اسے ڈر لگا...... کہیں اس مکان کی چھت تو نہیں بیٹھ رہی ہے۔

چار منٹ رہ گئے۔ حارب نے سوچا' شاید اس وقت روفی ولاّ خطوط سے بھر رہا ہوگا۔۔
تین منٹ رہ گئے! یہ کیسی آواز ہے؟ کوئی موج چٹان سے ٹکرائی ہے۔
دو منٹ رہ گئے۔ یہ کیسی آواز ہے۔ کہیں چٹان تو نہیں چیخ رہی۔ ایسا ہوا تو وہ مکان سمیت سمندر میں جا گرے گی۔

اب ایک منٹ بعد وہ گیارہ سال کا ہو جائے گا۔ تیس سیکنڈ...... بیس سیکنڈ...... نو سیکنڈ...... کیوں نہ وہ ڈوڈی کو جگا دے اور اس سے کہے کہ مجھے ہپی برتھ ڈے کہو۔ صرف اسے چڑانے کیلئے! تین سیکنڈ...... دو سیکنڈ...... ایک سیکنڈ......

اور ایک دھماکہ سا ہوا۔ پورا مکان لرز کر رہ گیا۔ حارب اٹھ کر بیٹھ گیا اور دروازے کو گھورنے لگا۔ ایسی زبردست دستک اس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ کوئی باہر کھڑا دروازے پر دستک دے رہا تھا......

☆......☆......☆......☆

دستک دوبارہ ہوئی اور اس بار ڈوڈی کی آنکھ کھل گئی۔ ''گولے برس رہے ہیں مگر توپ کہاں ہے'' اس نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ اس کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔
دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا اور مسٹر روفی کمرے میں آئے۔ ان کے ہاتھ میں رائفل تھی اب حارب کی سمجھ میں آیا کہ راشن کے تھیلے میں جو بڑی پیکنگ تھی' اس میں کیا تھا
''کون ہے؟'' مسٹر روفی نے چلا کر پوچھا۔ ''اور تم جو کوئی بھی ہو' میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ میں مسلح ہوں۔''
چند لمحے خاموشی رہی پھر ایک خوفناک آواز کے ساتھ دروازہ قبضوں سمیت اکھڑا اور دھماکے سے زمین بوس ہو گیا۔
دروازے کے خلا میں جو شخص کھڑا تھا' اسے دیو ہی کہا جا سکتا تھا۔ داڑھی اور بالوں نے اس کے چہرے کو تقریباً چھپا رکھا تھا لیکن اس کی چمکدار آنکھیں بے حد نمایاں تھیں۔
وہ اندر آیا۔ اسے اپنا سر جھکانا پڑا کیونکہ وہ چھت سے ٹکرا رہا تھا۔ دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے طوفان کا شور اور نمایاں ہو گیا تھا۔
''میں تکلیف دہ سفر کر کے آیا ہوں۔ تم لوگ میرے لیے چائے نہیں بنا سکتے؟'' دیو نے کہا۔ وہ صوفے کی طرف بڑھا۔ ڈوڈی خوف سے اپنی جگہ جم سا گیا۔ ''جگہ دو گوشت کے ڈھیر۔'' اس نے ڈوڈی سے کہا۔
ڈوڈی صوفے سے اتر کر بھاگا اور ماں کے پیچھے جا چھپا جبکہ مسز روفی خود مسٹر روفی کی آڑ لے رہی تھیں۔
''اوہ...... یہ تو حارب ہے...... ننھا حارب۔'' دیو نے کہا۔

حارب نے اس کے چہرے کو بہت غور سے دیکھا۔ دیو کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔
''آخری بار میں نے تمہیں دیکھا تو تم بہت چھوٹے تھے...... ننھے سے بچے۔ دیو کے لہجے میں محبت تھی۔ ''ہاں تم اپنے ڈیڈی جیسے ہو لیکن آنکھیں تم نے اپنی ممی سے لی ہیں۔''
مسٹر رونی کے حلق سے عجیب سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ ''تم زبردستی یہاں گھسے ہو۔ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔''
''شٹ اپ رونی موٹے۔'' دیو نے بڑھ کر مسٹر رونی سے رائفل چھینی اور اسے یوں موڑ دیا' جیسے وہ ربڑ کی بنی ہوئی ہو۔ پھر مڑی ہوئی رائفل کو اس نے ایک کونے میں اچھال دیا۔ اب وہ حارب کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ہاں تو ننھے حارب' سالگرہ مبارک۔ میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔'' اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک پچکا ہوا گتے کا باکس نکالا حارب کی طرف بڑھا دیا۔
حارب نے لرزتی ہوئی انگلیوں سے ڈبے کو کھولا۔ اس میں چھوٹا سا چاکلیٹ کیک تھا' جس پر سبز حروف میں سالگرہ مبارک' حارب چرخی لکھا تھا۔
حارب نے سر اٹھا کر دیو کو دیکھا۔ وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا لیکن الفاظ جیسے اس کی زبان پر ٹھٹھر کر رہ گئے تھے۔ ''تم کون ہو؟'' اس نے پوچھا۔
دیو مسکرایا۔ ''واقعی...... میں نے اپنا تعارف تو کرایا ہی نہیں۔ میں غسام ہوں...... سحر کدے کا رکھوالا۔'' یہ کہہ کر اس نے حارب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حارب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''ہاں' تو چائے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کوئی اس سے بھی گرم چیز ملے تو میں انکار نہیں کروں گا۔''
کسی نے کچھ نہیں کہا۔ غسام نامی دیو آتش دان کی طرف گیا۔ وہ وہاں جھکا کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے مگر جب وہ ہٹا تو آتش دان دہک رہا تھا۔ لمحوں میں کمرہ گرم ہو گیا۔
غسام پھر صوفے پر آ بیٹھا۔ صوفے نے بری طرح سے چڑچڑا کر اس ظلم پر احتجاج کیا۔ اب غسام نے اپنی جیب سے چیزیں نکالنی شروع کیں اور نکالتا ہی چلا گیا۔ اس میں ایک تانبے کی کیتلی تھی۔ مسالے والے قیمے سے بھرے سموسے تھے۔ ایک پوکر' ایک چائے دانی' کئی مگ اور ایک گہرے رنگ کے مشروب کی بوتل تھی۔ اس نے بوتل کھولی اور منہ لگا کر مشروب کا ایک طویل گھونٹ لیا اور پھر چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔
ذرا دیر میں کمرہ سموسوں اور چائے کی خوشبو سے مہکنے لگا۔ اس دوران سب لوگ خاموش تھے مگر جب دیو نے سموسے گرم کرتے ہوئے پلٹے تو ان کی خوشبو سے ڈوڈی پاگل ہو گیا۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ سموسوں کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ مسٹر رونی نے اسے روک لیا۔ ''یہ جو کچھ بھی دے' اسے ہاتھ بھی نہ لگانا ڈوڈی'' ان کے لہجے میں تنبیہہ تھی۔

''فکر نہ کرو روفی میں تمہارے اس بیٹے کو اور موٹا نہیں کرنا چاہتا۔ غسام نے پرلطف انداز میں کہا پھر اس نے حارب کی طرف ایک سموسہ بڑھایا۔''

حارب بھوکا بھی تھا اور سموسہ لذیذ بھی بہت تھا لیکن حارب کیلئے دیو کے چہرے سے نظریں ہٹانا ممکن نہیں تھا۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا جب کسی طرف سے کوئی وضاحت نہیں ہوئی تو اس نے کہا۔ ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو۔''

دیو قامت غسام نے چائے کا گھونٹ لیا اور ہتھیلی کی پشت سے اپنا منہ صاف کرتے ہوئے بولا۔ ''میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ میں غسام ہوں اور سحر کدے کا رکھوالا ہوں۔ اب سحر کدے کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو۔''

''نہیں۔ میں نے تو یہ نام پہلی بار سنا ہے۔''

غسام کو یہ سن کر شاک لگا۔

''سوری۔'' حارب نے جلدی سے کہا۔

''سوری؟'' غسام دہاڑا اب وہ مسٹر روفی کو گھور رہا تھا اور مسٹر روفی سہمے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ''سوری تو ان لوگوں کو کہنا چاہیے۔ مجھے معلوم تھا کہ خط تم تک نہیں پہنچ رہے ہیں مگر یہ تو میرے خواب وخیال میں نہیں تھا کہ تم سحر کدے سے ناواقف ہوگے۔ تم نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ تمہارے والدین نے تعلیم کہاں حاصل کی؟ سب کچھ کہاں سے سیکھا ہے؟

''کیا سب کچھ؟'' حارب نے سوال اٹھایا۔

''سب کچھ۔'' غسام پھر دہاڑا ''مگر ایک سیکنڈ رکو۔'' وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مسٹر اور مسز روفی سہم کر دیوار سے جا لگے۔ ''تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بچہ کچھ بھی نہیں جانتا' اسے کسی بات کا علم نہیں...... کسی بھی بات کا!'' اب وہ ان سے مخاطب تھا۔

اب حارب کو زیاتی کا احساس ہونے لگا۔ ایسی بات تو نہیں۔ وہ اسکول میں پڑھ رہا تھا اور اس کے مارکس بھی اتنے برے نہیں آتے تھے۔ ''ایسا نہیں ہے مسٹر غسام۔ میں کچھ جانتا ہوں۔ ریاضی اور سائنس میں میرے اچھے مارکس آتے ہیں۔''

غسام نے ہاتھ کے اشارے سے اس کی بات کو غیر اہم قرار دیتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ میرا مطلب ہے' تمہیں ہماری دنیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ میری دنیا' تمہاری دنیا اور تمہارے والدین کی دنیا۔''

''کیسی دنیا؟'' حارب نے معصومیت سے کہا۔

اب کے ایسا لگا کہ غسام پھٹ پڑے گا۔ ''روفی؟'' وہ دہاڑا۔

مسٹر روفی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ منمنا رہے تھے۔

غسام اب حارب کو دیکھ رہا تھا۔ تمہیں اپنے ممی اور ڈیڈی کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا۔ ''میرا مطلب ہے کہ وہ دونوں بے حد مشہور و معروف تھے اور تم بھی مشہور شخصیت ہو۔''

''کیا... کیا کہہ رہے ہو؟ میرے ممی ڈیڈی مشہور تھے۔'' حارب لہجے میں بے یقینی تھی۔

''تم نہیں جانتے۔ تمہیں نہیں معلوم۔'' غسام اضطراب کے عالم میں اپنے بالوں میں انگلیاں لہرا رہا تھا اور بے یقینی سے حارب کو دیکھ رہا تھا۔ ''تم نہیں جانتے کہ تم کیا ہو۔ کتنے بڑے، کتنے اہم۔''

اچانک مسٹر روفی پھٹ پڑے۔ ''بس...... بہت ہو گیا اب ایک لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ تم اس بچے کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔ میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔''

غسام نے انہیں غضب ناک نظروں سے دیکھا۔ ''تم نے اسے کچھ نہیں بتایا۔ جو کچھ پروفیسر اخیار نے اپنے خط میں لکھا تھا، تم نے اسے نہیں بتایا۔ وہ خط تو میرے سامنے اس بچے کے ساتھ پروفیسر نے تمہارے دروازے پر چھوڑ تھا۔ اتنے برس وہ کچھ تم نے اس سے چھپائے رکھا۔''

''کیا چھپائے رکھا؟'' حارب نے پوچھا۔ وہ تجسس سے بے حال ہو رہا تھا۔

''بس...... میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔'' مسٹر روفی پھر چلائے۔ مسز روفی کے حلق سے بھی ایک دہشت بھری آواز نکلی۔

''چیختے رہو تم دونوں۔'' غسام نے بے پروائی سے کہا۔ پھر وہ حارب کی طرف مڑا۔ ''حارب...... تم ایک جادوگر بچے ہو۔''

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ سمندر اور ہوا کی آوازوں کے سوا کہیں کچھ نہیں تھا۔ ''کیا...... کیا ہوں میں؟'' حارب نے بدحواس ہو کر پوچھا۔

''جادوگر'' غسام نے دہرایا اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ ''اور بہت اچھے جادوگر۔ مناسب تربیت ملنے پر تم اپنے ممی ڈیڈی کا نام روشن کرو گے۔ میرے خیال میں اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ تم اپنا خط پڑھ لو۔''

حارب نے زرد چرمی کاغذ لفافہ دیکھا۔ اس پر لکھا تھا...... مسٹر حارب چرخی، چٹان کے اوپر والا مکان، بحیرہ احمر۔ اس نے لفافہ چاک کر کے خط نکالا۔

سحر کدہ (درس گاہ برائے تدریس سحر)

ہیڈ ماسٹر! پروفیسر اخیار (رکن سپریم کونسل جادوگراں، ساحر اعظم درجہ اول، گولڈ میڈلسٹ)

مسٹر حارب!

ہمیں آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ آپ کو سحر کدہ میں داخلہ دیا جا رہا ہے۔ درسی کتب اور ضروری ساز و سامان کی فہرست اس خط میں منسلک ہے۔

کلاسز کا آغاز یکم ستمبر سے ہوگا۔ ہمیں 31 جولائی تک بذریعہ الو اپنے جواب سے مطلع فرمائیں۔

خلوص کیش

پروفیسر دل بست

ڈپٹی ہیڈ مسٹریس

حارب کے سر میں سوالات کی پھلجھڑیاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ پہلے کیا پوچھے۔ چند منٹ وہ اس کیفیت میں الجھتا رہا۔ بالآخر وہ بولا۔ ''یہ بذریعہ الو جواب دینے کا کیا مطلب ہے؟''

''یاد آیا۔ جواب بھی تو بھیجنا ہے۔ تمہیں عملی طور پر دکھاؤں گا۔'' غسام نے کہا پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا' باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک الو' ایک الو کے پر والا قلم اور ایک زرد چرمی کاغذ تھا' وہ جلدی سے کاغذ پر لکھنے لگا۔

ڈیئر پروفیسر اخیار!

حارب کو اس کا خط دے دیا ہے۔ کل اسے تمام چیزیں دلا دوں گا۔ موسم بہت خراب ہے۔ امید ہے۔ آپ بخیر ہوں گے۔

غسام

غسام نے کاغذ کو تہ کر کے الو کی طرف بڑھایا۔ الو نے اسے اپنی چونچ میں دبا لیا۔ غسام الو کو لے کر دروازے کی طرف گیا اور وہاں کھڑے ہو کر الو کو فضا میں اچھال دیا پھر وہ واپس آ کر اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

حارب کو احساس ہوا کہ اس کا منہ کب سے کھلا ہوا ہے۔ اس نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔

''ہاں......تو میں کیا کہہ رہا تھا......'' غسام نے کہا۔

مگر اس وقت مسٹر روفی آگے بڑھے۔ ان کا چہرہ اب بھی خوف سے سفید تھا مگر اب وہ غصے سے کف بھی اڑا رہے تھے۔ ''یہ بچہ وہاں نہیں جائے گا۔'' انہوں نے اڑیل پن سے کہا۔

غسام نے بے حد حقارت سے کہا۔ ''ہو سکتا ہے کہ تم ایک عظیم دھرپٹ ہو مگر تم اسے روک نہیں سکتے۔''

''کیا......کیا......یہ دھرپٹ کیا ہوتا ہے؟'' حارب نے پوچھا۔

''دھرپٹ۔ عام لوگوں کو ہم جادوگر لوگ دھرپٹ کہتے ہیں۔ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم ایک قدیم ترین دھرپٹ گھرانے میں پلے بڑھے ہو حارب چرخی۔''

''جب یہ ننھا سا بچہ ہمیں اپنے گھر کی چوکھٹ پر ملا تھا تو اسے قبول کرتے وقت ہم نے قسم کھائی تھی کہ یہ جادوگری والی خرافات نہیں چلے گی۔'' مسٹر رونی نے کہا۔ ''ہم نے عہد کیا تھا کہ یہ چیز اس کے خون سے نکال پھینکیں گے..... یہ جادوگری، ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے۔''

''تو آپ جانتے تھے؟'' حارب نے کہا۔ ''جانتے تھے کہ میں جادوگروں کی اولاد ہوں؟''

''ہم سے بڑھ کر کون جا سکتا تھا۔'' خالہ شاکیہ حلق کے بل چلائیں۔ ''وہ میری بہن تھی..... مگر گھٹیا۔ ایسا ہی ایک خط اسے بھی موصول ہوا تھا اور وہ اس اسکول میں چلی گئی تھی۔ ہر سال چھٹیوں میں وہ واپس آتی۔ اس کی جیبوں میں مینڈک کے انڈے ہوتے۔ وہ چائے کی پیالیوں کو چوہوں میں تبدیل کر دیتی۔ صرف ایک میں تھی، جو اس کی اصل جانتی تھی۔ وہ گھٹیا اور شرم ناک لڑکی تھی لیکن ممی اور پاپا ہر وقت اس کے گن گاتے تھے۔ آبیہ یہ..... آبیہ وہ۔ انہیں فخر تھا کہ ہمارے گھرانے میں ایک چڑیل بھی ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکیں۔ انہوں نے ایک گہری سانس لے کر گویا توانائی مجتمع کی اور پھر دوبارہ شروع ہو گئیں۔ ''پھر اس اسکول میں وہ چرخی سے ملی اور اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ اسکول سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے شادی کر لی۔ پھر تم پیدا ہوئے۔ مجھے یقین تھا کہ تم بھی اپنے ماں باپ کی طرح عجیب..... بلکہ ابنارمل ہوں گے۔ بہرحال پھر وہ اپنے جیسوں کے ہاتھوں مر گئی اور تم ہماری جان کو مصیبت بن کر ہمارے پاس آ گئے۔''

حارب کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔ ''آپ نے تو کہا تھا کہ میرے ممی ڈیڈی کار کے حادثے میں ختم ہوئے تھے۔''

''کار کا حادثہ؟'' غسام یہ سن کر اچھل پڑا۔ غصے سے اس کا چہرہ آگ ہو گیا تھا۔ وہ مسٹر اور مسز رونی کی طرف بڑھا۔ ''یہ کیا بکواس ہے۔ کوئی کار کا حادثہ آبیہ اور سالار کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ اتنا بڑا جھوٹ۔ حارب کو اپنی ہی کہانی کا علم نہیں جبکہ ہماری دنیا کا بچہ بچہ اس کے نام اور اس کی کہانی سے واقف ہے۔''

''لیکن کیوں؟ درحقیقت کیا ہوا تھا؟'' حارب نے پوچھا۔

غسام کے چہرے سے غصے کی تحریر مٹ گئی۔ اس کی جگہ تشویش نے لی۔ ''یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ پروفیسر اخیار نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں لانا آسان نہیں ہوگا لیکن حارب تم تو ہر بات سے بے خبر ہو۔ تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں۔ اس کیلئے تو میں تیار ہی نہیں تھا اور تمہیں سب کچھ بتانے کیلئے میں مناسب آدمی نہیں ہوں لیکن بہرحال کسی نہ کسی کو تو تمہیں بتانا ہوگا۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم سحر کدہ پہنچ جاؤ اور تمہیں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔'' اس نے پھر درشت نظروں سے مسٹر اور مسز رونی کو دیکھا۔ ''بہرحال میں تمہیں سب کچھ تو نہیں بتا سکتا کیونکہ بہت کچھ تو اب تک اسرار کے پردوں میں چھپا ہوا ہے.....'' وہ صوفے پر آ بیٹھا اور آتش دان پر شعلوں کو گھورنے لگا جیسے وہاں ماضی کے مناظر دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ ''یہ کہانی اس شخص سے شروع ہوتی ہے، جس کا نام ہماری دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے مگر عجیب بات ہے کہ تم نہیں جانتے۔

''کیا نام ہے اس کا؟''

''اس کا نام سب جانتے ہیں لیکن کوئی اس کا نام لینا نہیں چاہتا۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ لوگ اب بھی اس سے خوف کھاتے ہیں۔ یہ بہت مشکل ہے۔ وہ...... وہ ایک جادوگر تھا' جو بدی کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ اتنا برا ہو گیا تھا کہ برائی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس کا نام......'' غسان تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کے ہونٹ ہلتے رہے لیکن آواز نہیں نکلی۔

''تم لکھ کر بھی نہیں دکھا سکتے۔''

''نہیں۔ مجھے اس کے ہجے نہیں معلوم۔ خیر...... میں نام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کا نام شر...... ہاں...... شرگیس تھا۔'' نام ادا کرتے ہی غسان پر لرزہ چڑھ گیا۔ ''مجھے آئندہ یہ نام لینے پر کبھی مجبور نہ کرنا۔ خیر...... تو تو اب سے بیس برس پہلے اس نے بدی کے زور پر بہت طاقت حاصل کر لی۔ اسے بیشمار چیلے بھی مل گئے۔ کچھ تو طاقت حاصل کرنے کی خاطر اس کے غلام بن گئے اور کچھ خوف کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو لیے۔ ہماری دنیا میں وہ تاریک ترین دور تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کس پر اعتبار کریں اور کس پر نہ کریں۔ ان دنوں لوگ کسی اجنبی جادوگر یا چڑیل سے دوستی کرتے ہوئے گھبراتے تھے پھر خوفناک واقعات رونما ہونے لگے۔ وہ اپنا اقتدار قائم کر رہا تھا۔ بے شک ایسے لوگ بھی تھے' جو اس کے سامنے نہیں جھکے۔ انہیں وہ قتل کر دیتا تھا...... بڑے بھیانک طریقے سے۔ ان دنوں سحر کدہ سب سے محفوظ مقام تھا اور پروفیسر اخیار وہ واحد آدمی تھا' جس سے 'جس کا نام نہیں لیا جا سکتا' ڈرتا تھا' اسی لیے اس نے سحر کدہ پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

''تمہاری ممی اور ڈیڈی ہمارے دنیا کے سب سے اچھے لوگوں میں سے تھے۔ اپنے زمانے میں وہ سحر کدہ میں ہیڈ گرل اور ہیڈ بوائے رہے تھے۔ اب یہ بھی ایک اسرار ہے کہ 'جس کا نام نہیں لیا جا سکتا' نے ابتدا ہی میں ان دونوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کیوں نہیں کی شاید اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ دونوں اخیار سے بہت قریب ہیں اور روشنی چھوڑ کر تاریکی میں جانا پسند نہیں کریں گے مگر طاقت بڑھانے کے بعد اس نے سوچا ہو گا کہ اب وہ انہیں قائل کر سکتا ہے یا ممکن ہے وہ صرف انہیں غیر جانبدار کرنا چاہتا ہو۔ سچی بات تو کسی کو نہیں معلوم۔ ہاں یہ سب جانتے ہیں کہ تمہارے ممی ڈیڈی نے انکار کر دیا تب دس سال پہلے وہ شام اولیاء والے دن اس گاؤں میں گیا' جہاں وہ رہتے تھے۔ تم اس وقت ایک سال کے تھے۔ وہ تمہارے گھر گیا...... غسام کا گلا رندھ گیا۔ اس نے جیب سے چادر جتنا بڑا رومال نکالا اور آنکھیں خشک کرنے لگا۔ ''میں کیا کروں۔ مجھے رونا آتا ہے۔'' اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''دراصل تمہارے ممی ڈیڈی تھے ہی اتنے اچھے۔ بہرحال اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اب یہ معما آج تک حل نہیں ہوا۔ اس نے تمہیں بھی ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا۔ یہ جو تمہارے ماتھے پر کڑکتی

بجلی جیسا نشان ہے' یہ اس کی کوشش کا ثبوت ہے یہ کوئی عام نشان نہیں۔ یہ ایک بہت طاقتور سیاہ جادوگر کے سخت ترین منتر کا چھوڑا ہوا نشان ہے۔ اس نے تمہاری ممی' ڈیڈی اور تمہارے گھر کو اس منتر سے تباہ کر دیا لیکن تمہیں ختم نہیں کر سکا۔ یہی تمہاری شہرت کی وجہ ہے۔ اس نے جسے ختم کرنے کا ارادہ کیا' وہ زندہ نہیں رہ سکا۔ بڑے بڑے جی دار جادوگروں اور چڑیلوں کو اس نے ختم کر دیا۔ ان میں بڑے بڑے نام ہیں مگر وہ ایک سال کے بچے سے ہار گیا۔ اسی لیے تم مشہور ہو۔"

حارب کے دماغ میں ایک اذیت ناک عمل جاری تھا۔ غسام کی کہانی ختم ہوتے ہوتے اس کے تصور میں تیز آنکھوں کو چندھیا دینے والی سبز روشنی لہرا گئی اب وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ جیتی جاگتی لگ رہی تھی اور پہلی بار اس کی سماعت میں وہ سرد' بے رحمانہ اور بلند آہنگ قہقہہ گونجا۔

غسام اداس نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "تمہیں اس تباہ شدہ مکان کے ملبے سے میں خود نکال کر لایا تھا حارب...... پروفیسر اخیار کے حکم پر۔ تمہیں ان لوگوں کے پاس بھی میں ہی لایا تھا۔"

"بکواس......خرافات۔" مسٹر روفی نے کہا۔

حارب اچھل پڑا۔ اسے ان لوگوں کی موجودگی کا احساس ہی نہیں رہا تھا۔ اس نے روفی خالو کو دیکھا اب شاید ان کا حوصلہ بحال ہو گیا تھا۔ ان کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور وہ غسام کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ "لڑکے......اب تم میری بات سنو۔ میں مانتا ہوں کہ تم میں کوئی عجیب بات ہے مگر وہ ایسی ہے کہ ٹھیک ٹھاک مرمت کے ذریعے اسے رفع کیا جا سکتا ہے۔ تمہارے ماں باپ بے شک عجیب تر لوگ تھے۔ میری رائے میں اچھا ہوا کہ دنیا کو ان کے وجود کے بوجھ سے نجات مل گئی۔ انہیں وہی کچھ ملا' جس کے وہ مستحق تھے۔ جادوگروں میں گھسیں گے تو کیا ہوگا۔ میں جانتا تھا کہ ان کا انجام اچھا نہیں ہو گا......"

مگر اس لمحے غسام صوفے سے اچھلا۔ اس نے اپنی جیب سے گلابی رنگ کی ایک ٹوٹی پھوٹی چھتری نکالی اور اسے تلوار کی طرح مسٹر روفی پر تان لیا۔ "روفی...... میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ اب تمہاری زبان سے اور ایک لفظ بھی نہ نکلے ورنہ......"

دیو جیسے غسام کے ہاتھ میں وہ چھتری دیکھ کر مسٹر روفی کو یقیناً لگا ہوگا کہ وہ انہیں اس میں پرو دے گا۔ ان کا حوصلہ پھر جواب دے گیا۔ وہ پھر پیچھے ہٹ کر دیوار سے چپک گئے اور سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"ہاں...... یہ بہتر ہے۔" غسام نے کہا اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا' جس کے پائے اب زمین سے ملنے ہی والے تھے۔

حارب کا دماغ اب بھی سوالات سے بھرا ہوا تھا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ مسٹر غسام میرا مطلب ہے' جس کا نام نہیں لیا جا سکتا' کا کیا ہوا؟"

''بہت اچھا سوال ہے حارب۔ وہ غائب ہو گیا۔ اس رات' جس رات اس نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس بات نے تمہاری شہرت اور مقبولیت میں اور اضافہ کیا ہے اور یہی سب سے بڑا اسرار ہے۔ اس کی طاقت میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا پھر وہ غائب کیوں ہو گیا۔ آج تک یہ معما حل نہیں ہو سکا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ کچھ کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہے اور مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔ جو لوگ اس کی غلامی میں تھے' واپس آ گئے۔ ان میں سے کچھ جادو کے اثر میں تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ لوگ کبھی واپس نہ آتے۔ ہم میں سے بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ موجود ہے لیکن اپنی طاقتیں گنوا چکا ہے۔ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ سامنا نہیں کر سکتا اور اس کی طاقتیں تمہاری ہی وجہ سے زائل ہوئی ہیں۔ کیسے؟ یہ کسی کو معلوم نہیں مگر سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔ اسی لیے تم ہماری دنیا کے ہیرو بن گئے ہو۔''

غسام اسے پرستش بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن حارب کو نہ خوشی اور نہ ہی فخر کا احساس تھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ سب کوئی غلطی فہمی ہے۔ وہ اور جادوگر؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے تو ڈوڈی کے گھونسے کھاتے' خالو کی تضحیک اور خالہ کی تحقیر کے سائے میں زندگی گزاری ہے۔ بے بسی اور بے چارگی کی زندگی۔ ڈوڈی کے پرانے کپڑے پہنتے' مذاق کا نشانہ بنتے' الماری جیسی تنگ کوٹھڑی میں مکڑیوں کے سائے میں شب بسر کرتے اگر وہ جادوگر ہوتا تو ان لوگوں کو مینڈک نہ بنا دیتا اگر اس نے ایک سال کی عمر میں طاقتور ترین سیاہ جادوگر کو واقعی شکست دی تھی تو وہ اتنے برسوں تک ڈوڈی کی فٹ بال کیوں بنا رہا۔

''مسٹر غسام' میرا خیال ہے' تم سے غلطی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میں جادوگر نہیں ہوں۔''

جواب میں غسام یوں منہ چلانے لگا' جیسے اس نے کوئی لطیفہ سنا ہو۔ ''تم تو جادوگر نہیں ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ' جب تم خوف زدہ ہو یا تمہیں غصہ آئے تو تمہارے اردگرد عجیب باتیں رونما نہیں ہوتیں؟ کیا ایسا نہیں ہے؟''

اس بات نے حارب کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایسی عجیب باتیں ہوتی تھیں...... بالکل ہوتی تھیں اور خالہ اور خالو اس پر غصہ ہوتے تھے اور ایسا اسی وقت ہوتا تھا جب وہ غصے میں ہو یا خوف زدہ ہو۔ وہ خود بہ خود اسکول کی چھت پر اڑ کر پہنچ جاتا کیونکہ ڈوڈی اور اس نے دوست نے اسے گھیر لیا تھا۔ وہ خود بخود اس کے بال نکل آتا کیونکہ اسے غصہ آ رہا تھا کہ خالہ نے اس کے بال مونڈ دیئے ہیں...... اور اب اسکول میں اس کا مذاق اڑے گا اور آخری بار ڈوڈی نے اسے مارا تھا تو اس نے غیر شعوری طور پر اژدھے کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔

اس نے غسام کی طرف دیکھا' جو معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''کچھ سمجھے؟'' غسام نے کہا۔ ''تم جادوگر ہو اور سحر کدہ تمہاری شہرت میں اور اضافہ کرے گا۔''

لیک مسٹر روفی بغیر لڑے ہتھیار ڈالنے والے نہیں تھے۔ ''میں نے کہہ دیا کہ یہ وہاں نہیں جائے

گا۔'' وہ پھنکارے۔ ''یہ ہائی اسکول میں جانے والا ہے اور یہ اس پر ہمیشہ ہمارا شکر گزار رہے گا۔ میں تمہارے اسکول کا لیٹر پڑھ چکا ہوں۔ منتری کتابیں' جادو کی چھڑی' سب خرافات ہے۔''

''اگر یہ جانا چاہے گا تو تم اسے نہیں روک سکو گے دھرپٹ۔'' غسام نے بے حد حقارت سے کہا۔ ''آ بیہ اور سالار کے بیٹے کو سحر کدہ جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کا نام تو اس کی پیدائش کے وقت ہی وہاں لکھ لیا گیا تھا۔ وہ جادو اور وچ کرافٹ کے معاملے میں دنیا کا سب سے اچھا سکول ہے۔ وہاں سات سال گزارے گا تو دیکھنا' یہ کچھ کا کچھ بن جائے گا۔ یہ وہاں اپنے جیسوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرے گا۔ پروفیسر اخیار جیسا صاحب! علم آدمی اس کی تربیت کرے گا۔......''

''میں اسے جادو کی تعلیم دلانے میں اپنا پیسہ خرچ نہیں کروں گا۔'' مسٹر روفی دہاڑے۔ ''میں کسی تھرڈ کلاس بڈھے لفنگے جادوگر کو......''

غسام کی چھڑی کا رخ تیزی سے ان کی طرف ہوا۔ ''میرے سامنے کبھی پروفیسر اخیار کی توہین نہ کرنا۔'' اس نے بلند آواز میں ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا پھر اس نے چھڑی کا رخ ڈوڈی کی طرف کیا اور منہ ہی منہ کچھ بدبدایا۔ چھڑی کے سرے سے بنفشی روشنی پھوٹی' پٹاخہ چلنے کی سی آواز آئی' ایک چیخ ابھری اور اگلے ہی لمحے ڈوڈی اپنے کولہوں پر دونوں ہاتھ رکھے اچھل اچھل کر تکلیف سے چلا رہا تھا۔ وہ مڑا تو حارب نے دیکھا کہ بدجانور جیسی دم اس کی پینٹ میں سوراخ کر کے باہر نکل آئی ہے۔

روفی خالو بری طرح دہاڑ رہے تھے اور شاکیہ خالہ اور ڈوڈی کو دوسرے کمرے کی طرف دھکیل رہے تھے پھر انہوں نے آخری بار خوف زدہ نظروں سے غسام کی طرف دیکھا اور دوسرے کمرے میں داخل ہو کر دھڑ سے دروازہ بند کر لیا۔

غسام نے اپنی چھڑی کو دیکھا اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے افسردہ لہجے میں بولا۔ ''مجھے اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ بہرحال غصے ہی کی وجہ سے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا۔ میں اسے بدجانور بنانا چاہتا تھا لیکن شاید وہ پہلے ہی بدجانور سے کافی مشابہ ہے بس دم کی ہی کمی تھی'' اس نے حارب کو دیکھا۔ ''وعدہ کرو کہ اس بات کا تذکرہ سحر کدے میں کبھی نہیں کرو گے۔ دراصل مجھے جادو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں شرمندگی در آئی۔

''کیوں؟ تمہیں اجازت کیوں نہیں ہے۔''

''وہ...... میں...... دراصل میں بھی سحر کدہ میں پڑھتا تھا مگر مجھے نکال دیا گیا۔ اس وقت میں تھرڈ ایئر میں تھا اور سحر کدے سے جب کسی کو نکالا جائے تو اس سے جادوئی چھڑی اور تمام چیزیں چھین لی جاتی ہیں۔ اسے جادو کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی۔ وہ تو پروفیسر اخیار کی مہربانی تھی کہ انہوں نے مجھے سحر کدے کا گیم کیپر بنا دیا۔ وہ بہت بڑے انسان ہیں۔''

''تم نکالے کیوں گئے تھے؟'' حارب نے پوچھا۔

''بہت رات ہوگئی ہے۔ ہمیں صبح سویرے ہی نکلنا ہوگا۔ کل تمہاری کتابیں اور تمام چیزیں خریدنی ہیں۔'' غسام نے کہا اور اپنا کوٹ اتار کر حارب کی طرف اچھال دیا۔ ''لو یہ اوڑھ کر سو جاؤ۔ بدبو کیلئے پہلے سے معذرت۔ دراصل میں الو اور اپنے خواب خوش اس کوٹ کی جیب میں رکھنے کا عادی ہوں۔''

''شب بخیر۔'' حارب نے کوٹ اوڑھ کر لیٹتے ہوئے کہا۔

حارب اگلی صبح جاگا لیکن آنکھیں کھولنے کو اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ''میں جانتا ہوں' وہ خواب تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''میں نے ایک دیو کو خواب میں دیکھا تھا' جس کا نام غسام تھا۔ وہ مجھے بتائے بغیر آیا تھا کہ مجھے جادوگروں کے اسکول میں داخلہ مل گیا ہے اور اب میری آنکھ کھلے گی تو میں زینے کے نیچے والی کوٹھڑی میں ہوں گا۔

اس وقت کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔

''یہ شاکیہ خالہ دروازہ کھٹکھٹا رہی ہیں۔'' وہ پھر بڑبڑایا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ اتنا اچھا خواب کھونا نہیں چاہتا تھا۔

کھٹ......کھٹ......کھٹ......

''ٹھیک ہے۔ میں اٹھ رہا ہوں۔'' حارب منمنایا۔

وہ اٹھ کر بیٹھا تو غسام کا کا کوٹ اس کے جسم سے پھسل گیا۔ کمرہ دھوپ سے بھرا ہوا تھا۔ طوفان ختم ہو چکا تھا۔ غسام زمین پر گرے ہوئے صوفے پر سویا ہوا تھا اور ایک الو اپنے پنجوں سے کھڑکی کا پٹ کھٹکھٹا رہا تھا۔ اس کی چونچ میں ایک اخبار دبا تھا۔

حارب پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ صبح بیدار ہونے کے بعد کبھی وہ اتنا خوش نہیں ہوا تھا' جتنا اس وقت تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف گیا اور کھڑکی کھول دی۔ الو اڑتا ہوا کمرے میں آیا اور اخبار غسام پر گرا دیا مگر غسام پھر بھی نہیں جاگا۔ الو فرش پر بیٹھا اور جھپٹ جھپٹ کر غسام کے کوٹ پر حملے کرنے لگا۔

''اے...... یہ مت کرو۔'' حارب نے الو کو ہشکارنے کی کوشش کی مگر الو دھمکانے والے انداز میں کئی بار اس پر جھپٹا پھر دوبارہ کوٹ سے الجھنے لگا۔

''غسام۔ ایک الو آیا ہے......''

''تو اسے ادائیگی کر دو۔''

''کیا؟''

''وہ اخبار کی قیمت مانگ رہا ہے۔ میرے کوٹ کی جیب میں دیکھو۔''

غسام کے کوٹ میں لگتا تھا کہ جیبوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اتنی جیبیں تھیں کہ شمار ممکن نہیں تھا اور سب بھری ہوئی تھیں۔ بالآخر ایک جیب میں حارب کو عجیب سے سکے نظر آ گئے۔ ''اسے پانچ سوت دے دو۔'' غسام نے آنکھ کھولے بغیر کہا۔

''ہاں ہاں۔کانسی کے سکے کوسوت کہتے ہیں۔''

حارب نے کانسی کے پانچ سکے گن کرر کھ دیئے۔ الو نے اپنے پنجوں کی مدد سے انہیں ایک ایک کر کے اس چرمی تھیلی میں ڈال لیا' جواس کی گردن سے بندھی تھی پھر وہ کھلی کھڑکی سے باہر اڑ گیا۔

غسام اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک بے حد طویل وعریض انگڑائی لی۔ ''اب کہیں چلنا چاہیے حارب۔ بہت سارے کام نمٹانے ہیں۔ ہمیں بھٹکان جا کر تمہارے اسکول کی کتابیں اور دیگر چیزیں بھی خریدنی ہیں۔''

حارب سکوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ ابھی اسے ایک ایسا خیال آیا تھا' جس نے اس کے اندر لہرانے والے خوشی کے غبارے میں اندیشے کی سوئی چبھو کر اس کی ہوا نکال دی تھی۔ ''غسام۔سنو۔'' اس نے کہا۔''میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور روفی خالو کی بات تو تم نے بھی سنی تھی۔ وہ اس سلسلے میں مجھ پر کچھ بھی خرچ نہیں کریں گے۔''

''اس کی تم فکر مت کرو۔'' غسام نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔''تمہارا کیا خیال ہے' تمہارے والدین نے تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑا ہوگا۔''

''لیکن تم کہہ رہے تھے کہ مکان بھی تباہ ہو گیا تھا۔''

''وہ سونا گھر میں نہیں رکھتے تھے۔ ہمیں سب سے پہلے زرباد جانا ہوگا۔ یہ جادوگروں کا بینک ہے۔ لو..... یہ سموسہ کھاؤ۔ یہ ٹھنڈا ہوتو بھی خوش ذائقہ لگتا ہے اور اگر تم مجھے اپنی سالگرہ کا کیک پیش کرو تو میں بخوشی قبول کروں گا۔''

''جادوگروں کا بینک بھی ہوتا ہے؟''

''ایک ہی بینک ہے ان کا۔اس کا انتظام بھوتوں نے سنبھال رکھا ہے۔''

حارب کے ہاتھ سے سموسہ چھوٹ گیا۔''بھوت؟''

''ہاں۔اور میں تمہیں بتادوں۔ان کے ہوتے ہوئے کوئی بینک نہیں لوٹ سکتا۔ حارب بھوتوں سے کبھی نہ الجھنا اور یادرکھو۔ کسی چیز کو محفوظ رکھنا ہوتو اس کی دو ہی جگہیں ہیں۔ زرباد اور سحر کدہ اس لیے کہ اس کا انتظام اخیار کے ہاتھ میں ہے۔'' یہ کہتے کہتے اس کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔ ''اور اخیار اپنے اہم ترین کام مجھے سونپتا ہے۔ زرباد سے کوئی چیز نکالنی ہوتو بھی مجھے ہی بھیجتا ہے۔اب دیکھو' تمہیں لینے کیلئے مجھے بھیجا ہے نا۔ وہ بہت اعتبار کرتا ہے مجھ پر۔''

''اوہ۔''

''سمجھ گئے نا۔اب چلو۔''

حارب غسام کے ساتھ باہر نکل آیا اب وہ چٹان پر کھڑے تھے۔ دھوپ سمندر پر مچل رہی تھی۔ خالو روفی نے جو کشتی کرائے پر حاصل کی تھی' وہ چٹان کے نیچے کھڑی تھی۔ طوفان کی وجہ سے اس میں پانی بھر گیا تھا۔

''تم یہاں آئے کیسے؟'' حارب نے دوسری کشتی کی تلاش میں ناکام ہونے کے بعد پوچھا۔
''میں اڑ کر آیا تھا۔''
''اڑ کر!''
''ہاں۔ لیکن ہم جائیں گے اسی کشتی میں اب تم مل گئے ہو تو میری جادو کی اجازت منسوخ ہو گئی ہے۔''
نیچے اتر کر غسام نے کشتی الٹ کر پانی نکالا پھر وہ کشتی میں بیٹھ گئے۔ حارب اب بھی تصور کر رہا تھا کہ غسام اڑا کیسے ہوگا۔
''مگر مجھے افسوس ہے کہ کشتی کھینچنی پڑ رہی ہے جبکہ میں بآسانی اس کی رفتار بھی بڑھا سکتا ہوں اور اسے اڑا بھی سکتا ہوں۔'' وہ کہتے کہتے چونکا اور اس نے حارب کو بہت غور سے دیکھا۔ ''ارے...... یہ تو میں اب بھی کر سکتا ہوں۔ تم سحر کدے میں کسی کو بتاؤ گے تو نہیں۔''
حارب کی تو باچھیں کھل گئیں۔ ''بالکل نہیں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔
غسام نے اپنی چھتری کھولی اور اس کے کنارے سے کشتی کو دو بار ٹھوکا دیا۔ کشتی کی رفتار تیز ہوئی اب وہ کنارے کی طرف لپک رہی تھی۔
''جادوگروں کے بینک کو کوئی نہیں لوٹ سکتا۔ کیوں؟''
''جادو ٹونا منتر...... اور کیوں۔ میں نے سنا ہے کہ ہائی سکیورٹی لاکرز کی حفاظت کیلئے انہوں نے ڈریگن کو رکھا ہوا ہے اور پھر راستہ تلاش کرنا ہی آسان نہیں۔ زرباد زمین سے سینکڑوں میل نیچے واقع ہے۔''
حارب غور کرتا رہا۔ غسام جادو نیوز نامی اخبار پڑھنے لگا۔ روفی خالو کو اخبار پڑھتے وقت ڈسٹرب کیا جانا ناپسند تھا۔ غسام کو بھی ہوگا لیکن حارب اس کا کیا کرتا کہ وہ سوالات سے بھرا ہوا تھا' جن کے جواب اسے درکار تھے۔
''تمہاری وزارت جادوگری نے پھر حماقتیں شروع کر دی ہیں۔'' غسام نے ورق الٹتے ہوئے کہا۔
''وزارت جادوگری بھی ہے؟'' حارب نے پوچھا۔
''بالکل ہے۔ اخیار کو یہ عہدہ پیش کیا گیا تھا مگر وہ سحر کدہ کہاں چھوڑنے والا ہے۔ آخر قلیاس کو یہ وزارت دے دی گئی۔ وہ اتنا اہل نہیں ہے لہٰذا ہر روز الو بھیج کر اخیار سے مشورہ لیتا ہے۔''
''یہ وزارت کرتی کیا ہے؟''
''ان کا اصل کام دھرپٹوں کو اس بات سے بے خبر رکھنا ہے کہ چڑیلیں اور جادوگر اس دور میں بھی موجود ہیں۔''
''کیوں؟''

"اگر انہیں یہ پتا چل جائے تو وہ اپنے مسائل کے حل کیلئے جادو کا سہارا لیں گے جبکہ ہم ان معاملات میں پڑنا نہیں چاہتے۔"

کشتی کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ غسام نے اپنا اخبار تہ کیا اور حارب کا ہاتھ تھام کر کشتی سے اتر آیا۔ وہ اسٹیشن کی طرف چل دیئے۔ راہ گیر پلٹ پلٹ کر غسام کو دیکھتے تھے۔ اس میں ان کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ ایسا دیو قامت آدمی روز روز تو دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ چلنے کیلئے حارب کو تقریباً دوڑنا پڑ رہا تھا۔ "غسام غسام تم کہہ رہے تھے کہ زرباد میں ڈریگن بھی ہیں۔"

"سب لوگ کہتے ہیں۔ ویسے میرا جی چاہتا ہے کہ میں ڈریگن پالوں۔ بچپن سے یہ میری خواہش ہے۔"

بوگی میں موجود تمام مسافر غسام کو یوں دیکھ رہے تھے "جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔" حارب...... تمہارا لیٹر تمہارے پاس ہے نا؟" غسام نے پوچھا۔

حارب نے جیب سے خط نکال کر اسے دکھایا۔

"گڈ۔ اس میں تمام ضروری چیزوں کی فہرست بھی ہے۔"

حارب کو خیال آیا کہ رات اس نے خط سے منسلک کاغذ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت اس نے دیکھا۔ وہ سحر کدہ کیلئے کتابوں اور ضروری چیزوں کی فہرست تھی۔

یونیفارم

1- تین لبادے (سیاہ رنگ کے)

2- ایک نکیلا ہیٹ (سیاہ) دن کیلئے

3- ایک جوڑی حفاظتی دستانے (ڈریگن کی کھال کے)

4- ایک آبی لبادہ (سیاہ رنگ کا سلور حاشیے والا)

نوٹ: خیال رکھیں کہ لباس پر نام کا ٹیگ لگانا ضروری ہوگا۔

کتب

1- ابتدائی منتریات اول از تھارۂ گوپال

2- تاریخ جادوگراں از چیناشوم

3- نظریہ جادوگری از عدین سونار

4- مبتدیوں کیلئے رہنمائے اشتقال وجود از اکتال ورما

5- ایک ہزار جادوئی جڑی بوٹیاں از گلبلہ اسپار

6- جادوئی زہر اور تریاق از نادر سموم

7- عظیم الجثہ درندے از تارک کمانڈر

8- تاریک قوتوں سے بچاؤ از ملکان لرزن

## آلات

1- ایک جادوئی چھڑی
2- کڑھائی ایک عدد
3- بلوری نلکیاں یا گلاس (ایک سیٹ' دو نمبر سائز)
4- ٹیلسکوپ ایک عدد
5- پیتل کے اسکیلز ایک سیٹ

والدین کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ سال اول کے طلباء کو اڑن جھاڑو رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

فہرست پڑھ کر حارب حیران تھا۔ ''کیا یہ سب چیزیں بھٹکان کے بازار میں مل جائیں گی؟'' اس نے غسام سے پوچھا۔

''تم فکر نہ کرو۔ مجھے معلوم ہے' یہ کہاں ملیں گی۔''

☆......☆......☆......☆

حارب پہلے کبھی بھٹکان نہیں گیا تھا۔ دوسری طرف غسام نے بھی دھرپٹوں کی طرح سفر نہیں کیا تھا۔ وہ کبھی سیٹ تنگ ہونے کی شکایت کرتا اور کبھی ٹرین کی سست رفتار پر اسے برا بھلا کہتا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دھرپٹ جادو کے بغیر کیسے کام چلاتے ہیں۔'' اس نے کہا۔

اس وقت وہ بازار سے گزر رہے تھے۔ حارب ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں بک شاپس بھی تھیں لیکن حارب کو ایسی کوئی دکان نظر نہیں آئی' جہاں جادو کی چھڑی بکتی ہو۔ وہ عام لوگوں کا عام سا بازار تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس بازار کے میلوں نیچے جادوگروں کا بازار ہو۔ حارب سوچ رہا تھا۔ جہاں جادوئی اشیاء اور اڑن جھاڑو فروخت ہوتی ہوں۔ کہیں یہ مذاق تو نہیں۔

''یہ وہ جگہ ہے۔'' غسام اچانک چلتے چلتے رک گیا۔ ''رِستی ہوئی کڑھائی۔ یہ بڑی مشہور جگہ ہے۔''

وہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ تھا۔ ایسا غیر نمایاں کہ غسام توجہ نہ دلاتا تو حارب کو وہ نظر بھی نہ آتا۔ پرہجوم بازار میں لوگ اس کے سامنے سے گزر رہے تھے لیکن اس پر ان کی نظر نہیں پڑتی تھی بلکہ حارب کو تو عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کے اور غسام کے سوا وہ کسی کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ غسان سے یہ بات کہتا' غسام اسے لے کر ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔

شاید اندھیرا اور بھدا پن اس ریسٹورنٹ کی وجہ شہرت ہو گا کیونکہ اس کے علاوہ تو حارب کو اس میں کوئی خصوصیت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک گوشے میں چند عورتیں بیٹھی سبز چائے پی رہی تھیں۔ ایک پستہ قد آدمی کاؤنٹر پر کھڑا بات کر رہا تھا۔ کاؤنٹر پر کھڑا آدمی گنجا تھا۔

ریسٹورنٹ ملی جلی گفتگو سے گونج رہا تھا لیکن ان کے ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی وہاں خاموشی

چھا گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ سب کے لوگ غسام کو جانتے ہیں کیونکہ ہر شخص نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا۔
کاؤنٹر مین نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''وہی پرانا جام غسام؟''
''نہیں ماشٹر۔ اس وقت تو میں سحر کدہ کے کام سے آیا ہوں۔'' غسان نے معذرت کی۔
اب کاؤنٹر مین کی نظر حارب پر پڑی۔ ''اولارڈ...... یہ تو...... یہ تو...... کیا یہ......'' اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

اور اب ریسٹورنٹ میں موجود تمام لوگ حارب کی طرف متوجہ تھے۔ خاموشی اور گہری ہو گئی تھی۔
''واقعی...... یہ تو حارب چمرخی ہے۔'' بالآخر کاؤنٹر مین نے کہا۔ ''آہ...... یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے ہمارے لیے۔'' وہ گھوم کر کاؤنٹر سے باہر آیا اور بڑی گرم جوشی سے حارب سے ہاتھ ملایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ''خوش آمدید حارب چمرخی۔ ہمارے درمیان واپسی مبارک ہو۔'' اس کی آواز لرز رہی تھی۔
پھر کرسیاں سرکائے جانے کی آوازیں ابھریں اور اگلے ہی لمحے حارب لوگوں میں گھرا ہوا تھا۔ مرد کیا اور عورت کیا؟ سبھی کی کوشش تھی کہ اس سے ہاتھ ملائیں۔
''میں ڈورا ہوں حارب۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ بالآخر تم سے ملاقات ہو رہی ہے۔''
''مجھے تم پر فخر ہے حارب چمرخی۔''
''کب سے تم سے ہاتھ ملانے کی آرزو تھی سالار کے بیٹے۔''
''میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتا حارب۔''
اور ایک شخص کو دیکھ کر حارب چونکا۔ ''آپ کو میں نے کہیں دیکھا ہے جناب۔ ہاں، ایک بار آپ ایک دکان میں ملے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر سر خم کیا تھا۔''
''ارے...... تمہیں یاد ہے۔'' اس شخص نے داد طلب نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ''سنا آپ لوگوں نے۔ میں حارب کو یاد ہوں۔''
حارب ہاتھ ملاتے ملاتے تھک گیا۔ لوگ بار بار ہاتھ ملا رہے تھے۔ ایک جوان آدمی اس کی طرف بڑھا۔ وہ نروس دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی ایک آنکھ پھڑک رہی تھی۔ ''پروفیسر جاں نثار'' اسے دیکھ کر غسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''حارب...... یہ پروفیسر جاں نثار ہیں۔ سحر کردہ میں پڑھاتے ہیں۔''
''چچ...... چچ...... چم...... چمرخی...... مم...... میں...... میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتا۔ پروفیسر ہکلا رہا تھا۔
''آپ کیا پڑھاتے ہیں پروفیسر؟''
''کک...... کالے...... جج...... جادو سے بچاؤ کے طریقے۔'' پروفیسر نے بے حد عاجزی سے کہا۔ ''لل...... لیکن تمہیں اس کی ضرورت نہیں حارب۔ تم تو پیدائشی طور پر مسلح ہو اسی معاملے میں، میں دد...... دراصل ویمپائرز پر جو نئی کتاب آئی ہے، وہ خریدنے آیا ہوں۔''

دوسرے لوگوں کو پروفیسر کا حارب پر قابض ہو جانا پسند نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے اسے ایک طرف ہٹا دیا۔

اب غسام جان چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لوگوں کو ٹالتے ٹالتے اس میں بھی پندرہ منٹ لگ گئے۔ وہ دونوں کاؤنٹر کے عقب والے دروازے سے ایک چھوٹے سے احاطے میں نکلے' جہاں ایک ڈسٹ بن اور چند جھاڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ''دیکھا تم نے کہ تم کتنے مشہور اور مقبول ہو۔'' غسام نے مسکراتے ہوئے حارب سے پوچھا۔ ''پروفیسر جاں نثار تم سے ملنے کیلئے تڑپ رہا تھا۔ کتنا مرعوب تھا وہ۔''

''کیا وہ ہمیشہ ایسے ہی نروس رہتے ہیں؟'' حارب نے پوچھا۔

''ہاں' بے چارہ۔'' غسام نے تاسف سے سر ہلایا۔ ''وہ بہت ذہین آدمی ہے۔ ایک سال کی چھٹی لے کر وہ عملی تجربہ حاصل کرنے کی نیت سے نکلا تھا۔ سنا ہے کہ سیاہ جنگل میں اسے خون آشاموں سے واسطہ پڑ گیا تب سے وہ ہر وقت خوف زدہ رہتا ہے۔ اپنے شاگردوں سے اپنے مضمون تک سے۔ ارے ہاں...... میری چھڑی کہاں ہے۔''

حارب پروفیسر جاں نثار اور اس کے خوف کے بارے میں سوچ رہا تھا جبکہ غسام ڈسٹ بن کے اوپر دیوار کی اینٹیں گن رہا تھا۔ ''اوپر کی تین' دائیں جانب سے دوسری' ہاں...... حارب' تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔''

غسام نے دیوار کو اپنی چھڑی سے تین بار تھپتھپایا۔ جس اینٹ پر اس نے چھڑی کی نوک رکھی تھی۔ وہ ہلنے لگی اور پھر اچانک ہی دیوار میں خلا نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے کشادہ ہونے لگا۔ وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں غسام بھی گزر سکتا تھا۔ خلا کے دوسری طرف ایک پختہ بجریلی سڑک نظر آ رہی تھی۔

''جادو گلی تمہیں خوش آمدید کہتی ہے حارب۔'' غسام نے کہا۔

حارب بے حد متعجب تھا۔ وہ غسان کے پیچھے اور خلا سے گزر کر دوسری طرف گیا پھر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ خلا اب بہت تیزی سے سمٹ رہا تھا۔

اس سڑک پر سب سے پہلی دکان پر کڑاہیاں رکھی تھیں۔ پیتل کی' چاندی کی' سونے کی اور خود بخود گرم ہونے والی کڑاھیاں بھی تھیں۔ دکان پر ایک سائن بورڈ تھا' جس پر لکھا تھا...... کڑاہی اسٹور۔

''تمہیں بھی کڑاہی لینی ہے مگر پہلے ہمیں بینک سے تمہاری رقم نکلوانی ہوگی۔'' غسام نے کہا۔

وہ اس سڑک پر بڑھتے رہے۔ وہاں اتنی دکانیں تھیں' دو دکانوں پر اتنی چیزیں تھیں کہ انہیں دیکھنے کیلئے آٹھ آنکھیں بھی کم پڑ جاتیں اور شاپنگ کرنے والوں کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ ایک موٹی عورت بڑبڑا رہی تھی۔ ڈریگن کی کلیجی۔ سترہ نقرے فی اونس۔ دماغ خراب ہو گیا ہے ان کا۔

ایک دکان سے الو کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اس دکان کا نام مازہ الوایمپوریم تھا۔ وہاں لکھا تھا...... یہاں ہر رنگ، ہر نسل اور ہر ملک کے الو دستیاب ہیں۔ حارب سے ہم عمر کئی لڑکے اس ونڈو سے ناک لگائے کھڑے تھے، جس میں اڑن جھاڑوئیں سجی تھیں۔ وہ بڑی دلچسپی اور حسرت سے اڑن جھاڑوؤں کو دیکھ رہے تھے۔

''ارے...... یہ دیکھو۔'' ایک بچہ چلایا۔ ''نیونمبس 2000' دنیا کی اب تک کی تیز ترین اڑن جھاڑو۔

حارب کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہاں دکانوں میں ایسی چیزیں تھیں، جو اس نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

وہ ایک برف جیسی سفید عمارت تک جا پہنچے، جس کے سامنے بڑی بڑی دکانیں بھی حقیر نظر آ رہی تھیں۔ کانسی کے دروازوں کے باہر سرخ سنہری وردی پہنے......

''ہاں، یہ بھوت ہے اور یہ زرباد ہے...... ہمارا بینک۔'' غسام نے کہا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھے۔ دربان بھوت کا قد حارب سے تھوڑا سا کم تھا۔ اس کے سانولے چہرے سے چالاکی ٹپک رہی تھی۔ اس کے پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیاں بہت لمبی تھیں۔ اس نے انہیں دیکھ کر احتراماً سر خم کیا۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔

آگے چاندی کا ایک دروازہ تھا۔ اس پر الفاظ کندہ تھے۔

اے اجنبی، داخل ہوتے ہوئے یاد رکھ کہ لالچ بڑا گناہ ہے۔

وہ لینا جو تم نے کمایا نہ ہو، ہمیشہ بہت مہنگا پڑتا ہے۔

ہمارے فرش کے نیچے وہ خزانہ کبھی نہ ڈھونڈنا

جو تمہارا نہیں ہے۔

اگر تم ایسا کرو تو اس کا مطلب ہے کہ تم چور ہو۔

اور چوروں کو خزانے کے بجائے کچھ اور ملے گا۔

کیا؟ یہ آزما کر دیکھو، عمر بھر پچھتاؤ گے۔

''میں نے کہا تھا نا' یہاں ڈاکہ ڈالنے کی کوئی ہمت نہیں کر سکتا۔'' غسام نے حارب سے کہا۔

وہاں بھی دو بھوتوں نے سر خم کرتے ہوئے ان کیلئے دروازہ کھولا۔ وہ سنگ مرمر سے بنے ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک بہت طویل کاؤنٹر تھا، جس کے پیچھے سو سے زیادہ بھوت اونچے اونچے اسٹولوں پر بیٹھے تھے۔ کاؤنٹر پر بڑے بڑے رجسٹر رکھے تھے۔ پیتل کی ترازو میں سکوں کا وزن کیا جا رہا تھا۔ ایک طرف محدب عدسے کی مدد سے چند بھوت بیش قیمت جواہرات کو پرکھ رہے تھے۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھے۔ وہاں ایک بھوت فارغ بیٹھا تھا۔ ''صبح بخیر۔'' غسام نے اس سے کہا۔ ''ہم مسٹر حارب چرخی کے سیف سے کچھ رقم نکالنے کیلئے آئے ہیں۔''

''آپ کے پاس چابی ہے جناب؟''

''ہاں۔ضرور ہوگی۔''غسام نے اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کیں۔بھوت اپنی ناک مروڑتا رہا۔بالآخر غسام نے نعرہ لگایا۔''مل گئی۔''

بھوت نے بڑی باریک بینی سے چابی کا جائزہ لیا۔''جی...... یہ ٹھیک ہے۔''

''اور میں پروفیسر اخیار کا ایک خط بھی لایا ہوں۔..........غسام نے لفافہ نکال کر بھوت کی طرف بڑھایا۔''یہ نام چپ سے متعلق والٹ نمبر 713 کا معاملہ ہے۔''

بھوت نے خط نکال کر بہت غور سے پڑھا۔''ٹھیک ہے۔میں اسسٹنٹ کو آپ کے پاس نیچے بھیج رہا ہوں۔دونوں والٹس کیلئے'غڑاپ...... یہاں آؤ۔''اس نے پکارا۔

''غڑاپ بھی ایک بھوت تھا۔''آیئے میرے ساتھ۔''اس نے غسام اور حارب سے کہا۔پھر وہ آگے آگے چل دیا۔

غسام اور حارب اس کے پیچھے چلنے لگے۔''یہ نام چپ کا کیا مطلب ہے؟''حارب نے پوچھا۔

''وہ جو ہے نا'جس کا ہم نام نہیں لیتے'اسے ہم نام چپ کہتے ہیں۔''

''اور اس سیف نمبر 713 میں کیا ہے؟''

''یہ میں نہیں بتا سکتا۔یہ بہت بڑا سیکرٹ ہے۔اخیار نے اس معاملے میں صرف مجھ پر اعتبار کیا ہے۔میں تمہیں کچھ بتاؤں گا تو میری نوکری جاتی رہے گی۔''

غڑاپ نے ان کیلئے دروازہ کھولا۔حارب وہاں بھی سنگ مرمر کی امید کر رہا تھا۔اس لیے اسے حیرت ہوئی۔وہ ایک تنگ سنگی راہداری تھی۔دیوار پر مشعلیں لگی تھیں اور وہ ڈھلوان راہداری تھی۔آگے ریلوے لائن نظر آرہی تھی۔

غڑاپ نے سیٹی بجائی تو ایک انجن جیسا ڈبہ ان کی طرف چلا آیا۔غڑاپ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔غسام کو تنگ دروازے سے گزرنے میں خاصی دشواری ہوئی جبکہ حارب اور غراپ کیلئے وہ بہت کشادہ تھا۔

ایک ڈبے کی وہ ٹرین روانہ ہوگئی۔حارب راستہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ٹرین بار بار مڑ رہی تھی......دائیں'بائیں'دائیں'بائیں'بائیں'بائیں'دائیں'دائیں......تنگ آکر اس نے کوشش ترک کردی اور ٹرین خود بخود چل رہی تھی کیونکہ غڑاپ اسے نہیں چلا رہا تھا۔لگتا تھا'ٹرین کو معلوم ہے کہ اسے کہاں جانا ہے۔

اب ہوا سرد ہوگئی تھی۔حارب کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں مگر وہ انہیں کھلا رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔اسے احساس تھا کہ وہ گہرائی میں اترتے جا رہے ہیں۔ایک لمحے بعد وہ ایک زیر زمین جھیل کے پاس سے گزرے۔

حارب کچھ پوچھنے والا تھا مگر اس سے پہلے ہی غسام نے اسے روک لیا۔ ''مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔ اس سفر میں میری طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔''

حارب نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت نیلگوں ہوئی تھیں اور اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ گھٹنے ایک دوسرے ٹکرا رہے تھے۔

ٹرین رکی۔ غڑاپ نے دروازہ کھولا۔ نجانے کہاں سے گہرے سبز رنگ کا دھواں آیا اور چھا گیا پھر وہ دھواں چھٹا تو حارب نے وہ منظر دیکھا تو اس کی سانس اندر کی اندر رہ گئی۔ اندر سونے کے سکوں کا بہت بڑا ڈھیر تھا...... پہاڑ جیسا۔ چاندی کے مینار سے کھڑے تھے اور کانسی کے سوت تو انبار کی شکل میں تھے۔

''یہ ساری دولت تمہاری ہے۔'' غسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حارب کو یقین نہیں آ رہا تھا اگر رونی خالو کو یہ خبر ہوتی تو وہ فوراً اس پر قابض ہو جاتے۔ اکثر وہ شکایت کرتے تھے کہ حارب کی پرورش انہیں بہت مہنگی پڑ رہی ہے اور حارب ہر چیز کو ترستا رہا تھا جبکہ وہ اتنا دولت مند تھا۔

غسام نے تینوں طرح کے سکوں کا چھوٹا سا ڈھیر بیگ میں منتقل کر دیا۔ ''یہ سنہرے سکے طلائیہ کہلاتے ہیں' چاندی کے نقرہ اور کانسی کے سوت۔ 29 سوت کا ایک نقرہ ہوتا ہے اور 17 نقرہ کا ایک طلائیہ۔''

''یعنی 493 سوت کا ایک طلائیہ ہوتا ہے۔'' حارب نے حساب لگاتے ہوئے کہا۔

غسام مسکرایا۔ ''واقعی حساب میں تم بہت تیز ہو۔'' پھر وہ غڑاپ کی طرف مڑا۔ ''اب ہمیں سیف نمبر 713 میں لے چلو۔'' اس نے کہا۔ ''اور ہاں گاڑی کی رفتار ذرا کم کر لو۔''

''یہ خودکار ہے۔ اس پر میرا اختیار نہیں۔'' غڑاپ نے کہا۔

اب گاڑی کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی اور وہ مزید گہرائی میں جا رہے تھے۔ ہوا اور سرد ہو گئی تھی۔

بالآخر وہ سیف نمبر 713 میں پہنچ گئے۔ اس سیف میں کوئی ہول نہیں تھا۔ ''آپ پیچھے کھڑے ہو جائیں۔'' غڑاپ نے تحکمانہ لہجے میں کہا پھر اس نے دھیرے سے دروازے کو تھپتھپایا۔ دروازہ غائب ہو گیا۔

''اگر زرباد کے کسی بھوت کے سوا کوئی اس دروازے کو چھوئے تو یہ دروازے اسے اندر کھینچ لے گا اور وہ سیف میں قید ہو جائے گا۔ غڑاپ نے وضاحت کی۔

''تم لوگ کتنے عرصے میں چیک کرتے ہو کہ کوئی اندر تو نہیں پھنس گیا ہے؟'' غسام نے پوچھا۔

''دس سال میں ایک بار۔'' غڑاپ مسکرایا۔

حارب کو یقین تھا کہ اندر کوئی بے حد غیر معمولی چیز ہو گی۔ اس نے بڑے اشتیاق سے آگے جھکتے

ہوئے اندر جھانکا لیکن پہلی نظر ہی میں تو اسے وہ بہت بڑا سیف بالکل خالی نظر آیا پھر اسے فرش پر پھیلے براؤن رنگ کے کاغذ میں لپٹا چھوٹا سا پیکٹ دکھائی دیا۔ غسام نے اسے اٹھایا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ حارب یہ جاننے کیلئے بے تاب تھا کہ پیکٹ میں کیا ہے مگر وہ جانتا تھا کہ پوچھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔

''چلو......اب پھر وہ منحوس گاڑی میں سفر کرنا ہے۔'' غسام نے حارب سے کہا۔ ''اور راستے میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ منہ بند رکھنے میں ہی میری بہتری ہے۔''

☆......☆......☆......☆

کچھ دیر کے بعد وہ زرباد کے باہر کھڑے تیز دھوپ کی وجہ سے پلکیں جھپکا رہے تھے۔ اب حارب کے پاس بیگ میں بہت ساری رقم تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ پہلے کیا خریدے۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ایک پاؤنڈ میں کتنے طلائیے ہوتے ہیں مگر یہ بات یقینی تھی کہ جتنی دولت اس کے پاس تھی، اتنی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور جو دولت اب بھی اس کے سیف میں تھی، اس کا تو کوئی حساب ہی نہیں تھا۔ اتنی دولت تو رونی خالو کے پاس بھی نہیں تھی۔

''چلو...... پہلے یونیفارم خرید لیں۔'' غسام نے کہا۔

وہ مادام لشکارا کے چوغہ ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ ''سنو حارب، تم یہاں سے یونیفارم خریدو، میں ذرا رستی ہوئی کڑھائی، میں ہو آؤں۔ دراصل اس ٹرین کے سفر میں طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ مجھے پھلوں کا جوس پینا ہوگا۔''

حارب نروس ہونے لگا لیکن غسام کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی طبیعت بگڑ رہی ہے چنانچہ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مادام لشکارا ایک فربہ اندام چڑیل تھی، جو ہر وقت مسکراتی رہتی تھی۔ حارب کچھ کہنے ہی والا کہ مادام نے کہا۔ ''میں سمجھ گئی۔ تمہیں سحر کدہ کی یونیفارم چاہیے۔ آج کل تو دکان میں طلباء ہی کا رش ہے۔''

دکان کے عقبی حصے میں ایک لڑکا کھڑا درزن کو ناپ دے رہا تھا۔ مادام حارب کو وہیں لے گئی اور اس کا ناپ لینے لگی پھر اس نے ایک بڑا لبادہ اس کے گرد لپیٹا اور پنیں لگا کر اسے سیٹ کرنے لگی۔

''ہیلو۔'' دوسرے لڑکے نے کہا۔ ''تم بھی سحر کدہ میں جا رہے ہو؟''

''ہاں۔'' حارب نے کہا۔

''میرے پاپا برابر والی دکان میں میرے لیے کتابیں خرید رہے ہیں اور ماما میرے لیے جادو کی چھڑی منتخب کر رہی ہیں۔'' لڑکے نے کہا۔ اس کے لہجے اور آواز دونوں میں بے زاری کا تاثر تھا۔ ''پھر میں اپنے لیے اڑن جھاڑو دیکھوں گا۔ میں سمجھ میں نہیں آتا کہ فرسٹ ایئر والوں کو اڑن جھاڑو کی اجازت کیوں نہیں ہے۔ میں تو پاپا کو مجبور کر دوں گا اور کسی طرح چھپا کر اڑن جھاڑو بھی لے جاؤں گا۔''

حارب کو اس کا انداز ڈوڈی کی یاد دلا رہا تھا۔
''تمہارے پاس اڑن جھاڑو ہے؟'' لڑکے نے پوچھا۔
''نہیں۔''
''ہوائی بال کبھی نہیں کھیلا؟''
حارب نے اس کھیل کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ ''نہیں'' اس نے جواب دیا۔
''میں کھیلتا ہوں۔ پاپا کہتے ہیں کہ اگر میں اپنی ہاؤس ٹیم میں شامل نہیں ہوسکا تو یہ نا قابل معافی جرم ہوگا۔ میں ان سے متفق ہوں۔ ویسے تمہیں یہ تو نہیں معلوم ہوگا کہ تم کس ہاؤس میں جاننے والے ہو؟''
''نہیں۔'' حارب نے نفی میں جواب دیا۔
''معلوم تو کسی کو بھی نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں سلجار ہاؤس میں جاؤں گا۔'' لڑکے نے کہا۔ ''کیونکہ ہماری فیملی کے تمام افراد سلجار میں رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے مجھے پشتار میں بھیجا تو میں اسکول ہی چھوڑ دوں گا۔ وہ سب سے ڈفر ہاؤس ہے۔''
''اوہ۔'' حارب نے کہا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اب تک اس نے ہوں ہاں کے سوا کوئی بات نہیں کی تھی۔
''ارے...... ذرا اس آدمی کو دیکھو۔'' لڑکے نے ونڈو کی طرف اشارہ کیا۔
حارب نے اشارے کی سمت دیکھا تو دکان کے باہر غسام کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں دو بڑی آئس کریم کون تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ وہ اشارے سے اسے بتا رہا تھا کہ وہ آئس کریم لے کر دکان میں نہیں آ سکتا۔
''یہ غسام ہے۔'' حارب نے کہا۔ اس نے دل میں شکر ادا کیا کہ اس نے کوئی ایسی بات کہی تو جو اس لڑکے کو معلوم نہیں۔ ''یہ سحر کدے میں کام کرتا ہے۔''
''اوہ۔ میں نے اس کے متعلق سنا ہے۔'' لڑکے نے کہا۔ پھر حقارت سے بولا۔ ''یہ تو نوکر ہے وہاں۔''
حارب کو بہت برا لگا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس لڑکے کیلئے اس کی ناپسندیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ ''یہ وہاں گیم کیپر ہے۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔
''ہاں ہاں۔ میں سنا ہے یہ وحشی ہے۔ جنگل کے پاس ایک ہٹ میں رہتا ہے۔ نشے میں دھت ہو کر جادو کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے بستر میں آگ لگا لیتا ہے۔''
''جی نہیں۔ وہ بہت شاندار آدمی ہے۔'' حارب نے سرد لہجے میں کہا۔
لڑکے کا منہ بن گیا۔ ''یہ تمہارے ساتھ کیوں ہے؟ تمہارے والدین کہاں ہیں؟''
''میرے والدین مر چکے ہیں۔'' حارب نے مختصراً کہا۔ اب وہ اس لڑکے سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''اوہ...... سوری۔'' لڑکے نے کہا لیکن اس کے انداز میں تاسف ہرگز نہیں تھا۔ ''بہرحال وہ ہم میں سے ہی تھے نا؟''

لڑکے کا لہجہ توہین آمیز تھا۔ ''ہاں۔ وہ جادوگر تھے۔''

''میں سمجھتا ہوں کہ دھرپٹوں کو سحر کدہ میں داخلہ بالکل نہیں ملنا چاہیے۔ ہمارے درمیان وہ بدرنگ لگتے ہیں۔ وہ کبھی ہم جیسے نہیں ہو سکتے۔ ویسے تمہارا فیملی نیم کیا ہے؟''

حارب کے جواب دینے سے پہلے ہی مادام لشکارا نے کہا۔ ''لو بیٹے' تمہارا کام ہو گیا۔ ایک گھنٹے بعد تمہارے لبادے تیار ہوں گے۔''

حارب کو خوشی تھی کہ اس مغرور' خودسر اور بددماغ لڑکے سے جان چھوٹ رہی ہے۔ وہ دروازے کی طرف لپکا۔ ''ٹھیک ہے۔ اب شاید سحر کدے میں ملاقات ہو گی۔ کیا خیال ہے؟'' لڑکے نے اسے پکارا۔

حارب اسے جواب دیئے بغیر دکان سے نکل آیا۔ ''جہاں غشام آئس کریم لیے اسی کا منتظر تھا۔ دونوں وہیں کھڑے ہو کر آئس کریم کھانے لگے۔ ''اور سناؤ۔ کیا باتیں ہو رہی تھیں؟'' غسام نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔''

دونوں آگے بڑھنے لگے پھر وہ کاغذ قلم کی دکان پر رکے۔ وہاں حارب کو ایسی روشنائی نظر آئی' جو لکھنے کے دوران بار بار رنگ بدلتی تھی۔ اس روشنائی نے اس کا خراب موڈ بحال کر دیا۔

وہ کاغذ قلم اور روشنائی خرید کر نکلے تو حارب نے پوچھا۔ ''غسام' یہ ہوائی بال کیا ہوتا ہے؟''

''حارب...... تمہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں۔ تم ہوائی بال کے بارے میں نہیں جانتے۔''

''مجھے اور احساس کمتری میں مبتلا مت کرو۔'' حارب نے اسے دکان میں ملنے والے زرد رو لڑکے کے بارے میں بتایا۔ ''وہ کہہ رہا تھا کہ دھرپٹوں کو سحر کدے میں قدم رکھنے کی اجازت بھی نہیں ملنی چاہیے۔''

''تم دھرپٹ نہیں ہو۔'' غسام نے تند لہجے میں کہا۔ ''اور وہ لڑکا اگر جادوگر فیملی کا ہے تو اسے تمہیں پہچان لینا چاہیے تھا۔ رِستی ہوئی کڑھائی میں تم نے نہیں دیکھا کہ تمام لوگ تمہیں پہچان گئے تھے اور وہ لڑکا کیا جانے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو اپنی فیملی میں پہلے جادوگر تھے' انہوں نے اپنی محنت سے بڑا مقام حاصل کیا۔ تم اپنی ممی کی ہی مثال لو۔ کیا مرتبہ ہے ان کا۔ اور ان کی بہن۔ اپنی خالہ کو دیکھو۔ خون سے کچھ نہیں ہوتا۔ بات کوشش کے خلوص کی ہے۔''

''تم نے بتایا نہیں کہ ہوائی بال کیا ہوتا ہے؟''

''یہ جادوگروں کا مقبول ترین کھیل ہے۔ جیسے دھرپٹوں کا فٹ بال ہوتا ہے' ویسا ہی۔ یہ فضا میں...... زمین سے بلندی وپراڑن جھاڑو اور چار گیندوں کی مدد سے کھیلا جاتا ہے۔ اب اس کے

ضابطوں کے متعلق بتانا ذرا دشوار ہے۔"

"اور یہ سلجار اور پشتار کیا ہیں؟"

"سحر کدہ کو چار ہاؤسز میں تقسیم کیا گیا ہے یہ اس کے دو ہاؤسز کے نام ہیں۔"

"تب تو میں یقیناً پشتار میں جاؤں گا۔ حارب نے افسردگی سے کہا۔

"سلجار کے مقابلے میں تو پشتار ہی بہتر ہے۔" غسام نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "آج تک جتنے بھی جادوگر اور چڑیلیں بدی کی طرف مائل ہوئی ہیں، ان سبھی کا تعلق سلجار ہاؤس سے رہا ہے۔ نام چپ بھی سلجاری ہی تھا۔"

"شر...... میرا مطلب ہے، نام چپ نے بھی سحر کدے میں تعلیم حاصل کی تھی؟"

"ہاں۔ اب سے برس ہا برس پہلے۔"

اب وہ کتابوں کی دکان میں تھے۔ وہاں بڑے بڑے شیلف تھے، جو چھتوں کو چھو رہے تھے، کتابیں بہت بڑی بڑی بھی تھیں...... اور اتنی چھوٹی بھی کہ ڈاک کے ٹکٹ کے سائز کی تھیں۔ بہت سی کتابیں ایسی تھیں کہ ان کے تمام صفحات سادہ تھے۔ حارب کو ڈوڈی کا خیال آ گیا۔ وہ یقیناً ان کتابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا کیونکہ پڑھنے سے اس کی جان جاتی تھی وہاں خطرناک اور مہلک منتروں اور جوابی منتروں پر بھی بیشمار کتابیں تھیں۔ غسام نے بڑی مشکل سے حارب کو وہاں سے ہٹایا۔

"میں ڈوڈی کیلئے کوئی مناسب منتر تلاش کرنا چاہتا تھا" حارب نے کہا۔

"آئیڈیا تو برا نہیں، لیکن تمہیں دھرپٹوں کی دنیا میں جادو کرنے کی اجازت نہیں۔ ہاں...... مخصوص حالات میں تم کسی منتر سے کام لے سکتے ہو۔" غسام نے اسے سمجھایا۔ "اور ویسے بھی ان منتروں تک پہنچنے کیلئے تمہیں بہت اسٹڈی کرنی ہوگی۔"

غسام نے حارب کو سونے کی ٹھوس کڑاہی بھی نہیں خریدنے دی۔ "تم سے المونیم کی کڑاہی منگوائی گئی ہے۔" اس نے کہا۔

بہر حال حارب نے ترازو اور دوربین بہت خوبصورت اور مہنگی خریدی پھر وہ جادوئی ڈرگ اسٹور میں گئے۔ وہ نہایت بدبودار جگہ تھی وہاں ہر طرح کے گندے انڈے اور جادو میں استعمال ہونے والے سڑے ہوئے پھل اور سبزیاں تھیں وہاں طرح طرح کے پر، جانوروں کے چھوٹے بڑے دانت، ڈنک، ناخن اور پنجے وغیرہ تھے وہاں سے انہوں نے جادوئی دواؤں اور زہروں میں استعمال ہونے والے اجزا خریدے۔

دکان سے نکل کر غسام نے پھر فہرست چیک کی۔ "اب جادو کی چھڑی لینی ہے۔" اس نے کہا۔ "اور ہاں۔ مجھے تمہیں سالگرہ کا تحفہ بھی دلانا ہے۔"

حارب کا چہرہ تمتما اٹھا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے غسام؟"

''ضرورت ہے' اچھا' میں تمہیں جانور دلاتا ہوں۔ پہلے مینڈک بہت مقبول تھے مگر اب وہ آؤٹ آف فیشن ہو گئے ہیں اور بلیاں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ مجھے ان سے الرجی ہے۔ بلی قریب ہو تو مجھے چھینکیں آنے لگتی ہیں۔ ہاں...... میں تمہیں الو دلاؤں گا۔ الو سب کو اچھے لگتے ہیں۔ وہ فائدہ مند بھی ہوتے ہیں۔ مفت میں ڈاک لاتے لے جاتے ہیں۔''

بیس منٹ بعد حارب پرندوں کی دکان سے نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا پنجرہ تھا' جس میں برف جیسا سفید ایک خوبصورت الو اپنے پروں میں سر چھپائے بیٹھا سو رہا تھا اور حارب پروفیسر جاں نثار کی طرح ہکلا ہکلا کر غسام کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

''اس کی بالکل ضرورت نہیں۔'' غسام نے کہا۔ ''میں نہیں سمجھتا کہ روفی فیملی کے ہاں تمہیں ڈھنگ کے تحفے ملتے ہوں گے۔ ہاں' اب بس جادو کی چھڑی رہ گئی ہے۔ وہ چوبیال کے چھڑی گھر میں ملے گی۔ اس سے بہتر جادو کی چھڑی کہیں نہیں ملے گی۔''

حارب بھی جادو کی چھڑی کے حصول کیلئے بیتاب ہو رہا تھا۔

چوبیال کے چھڑی گھر کے باہر سائن بورڈ پر لکھا تھا۔ 382 ق م سے اعلیٰ درجے کی جادو کی چھڑیاں بنانے میں ایک معتبر نام' چوبیال چھڑی گھر۔

وہ تنگ سی دکان تھی۔ ونڈو میں نیلے رنگ کے مخملی کشن پر ایک چھڑی رکھی تھی جیسے ہی وہ دکان میں داخل ہوئے' دکان کے اندرونی حصے میں ایک گھنٹی بجی۔ دکان میں صرف ایک کرسی تھی جس پر غسام بیٹھ گیا۔

دکان میں اونچے اونچے شیلف تھے' جن میں لکڑی کے باکس بھرے تھے۔ حارب کو وہ دکان سے زیادہ لائبریری لگ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں اب بھی سوالات کلبلا رہے تھے لیکن اس دکان کی فضا میں کوئی بات تھی۔ وہاں کی گرد اور خاموشی جادوئی سی لگ رہی تھی۔ اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہونے لگی تھی۔

''گڈ آفٹرنون۔'' کسی نے نرم آواز میں کہا۔ حارب اچھل پڑا۔ کرسی کی چرچراہٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ غسام بھی اچھلا ہو گا۔

زرد چمکیلی آنکھوں والا وہ بوڑھا شخص اچانک ہی آیا تھا۔ ''ہیلو۔'' حارب نے کہا۔

''ہاں...... ہاں...... بالکل ٹھیک۔ مجھے تمہاری آمد کی توقع تھی حارب چرخی۔'' بوڑھے نے کہا۔ ''آنکھیں تم نے اپنی محترم ماں سے لی ہیں۔ مجھے تو ابھی کل کی بات لگتی ہے' جب وہ اپنی پہلی چھڑی خریدنے کیلئے یہاں آئی تھی۔ اس کی چھڑی willow کی بنی ہوئی سوا دس انچ لمبی اور بے حد لچک دار تھی۔ جادو کیلئے بہت مناسب چھڑی۔''

بوڑھا چوبیال حارب کے اور قریب ہو گیا۔ اس کی پلکیں بھی بہت جھپک رہی تھیں۔ حارب کو اس کی آنکھوں سے ڈر لگنے لگا۔

''تمہارے ڈیڈی کو مہاگنی کی چھڑی پسند آئی تھی...... گیارہ انچ لمبی لچکیلی چھڑی۔ انتقال وجود کے معاملے میں بے حد موثر اور سنو' میں نے کہا کہ وہ چھڑی تمہارے ڈیڈی کو پسند آئی تھی لیکن درحقیقت جادوگر چھڑی پسند نہیں کرتا۔ چھڑی خود جادوگر کا انتخاب کرتی ہے۔''

اب چوبیال حارب کے اتنا قریب آ چکا تھا کہ اس کی ناک حارب کی ناک کو تقریباً چھو رہی تھی۔ حارب کو اس کی آنکھوں میں اپنی شبیہہ نظر آ رہی تھی۔

''اور یہ وہ جگہ ہے......'' چوبیال نے حارب کے ماتھے کے زخم کے نشان کو انگلی سے سہلایا۔''...... مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں یہ زخم دیا' وہ چھڑی بھی میری ہی بنائی ہوئی تھی۔ ساڑھے تیرہ انچ لمبی بے حد طاقتور چھڑی۔ افسوس کہ وہ غلط ہاتھوں میں چلی گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ آنے والے وقتوں میں وہ اتنا فساد برپا کرے گی تو میں......'' اس نے افسردگی سے سر جھٹکا اور جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

تب شاید بوڑھے چوبیال نے غسام کو پہلی بار دیکھا۔ وہ غسام کی طرف متوجہ ہوا تو حارب نے سکون کی سانس لی۔ ''اوہ غسام...... بہت خوشی ہوئی تم سے دوبارہ مل کر تمہاری چھڑی سولہ انچ لمبی اور خمیدی تھی۔ ہے نا؟''

''جی ہاں جناب۔''

''وہ بہت عمدہ چھڑی تھی لیکن جب انہوں نے تمہیں اسکول سے خارج کیا تھا اسے توڑ کر دو ٹکڑے کر دیا ہوگا۔'' چوبیال کے لہجے میں سختی آ گئی۔

''جج...... جی ہاں جج...... جناب۔'' غسام گڑبڑا گیا۔ ''میرے پاس وہ ٹکڑے اب بھی موجود ہیں۔''

''لیکن اب تم انہیں استعمال تو نہیں کرتے نا؟'' چوبیال نے تند لہجے میں کہا۔

''نہیں جناب' بالکل نہیں۔'' غسام نے کہا لیکن حارب نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی چھڑی کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

''آہم......'' چوبیال بولا اور اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ حارب کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اچھا تو مسٹر چمرخی...... ہم تمہارے لیے کچھ دیکھتے ہیں۔' اس نے جیب سے فیتہ نکالا۔ ''یہ بتاؤ' تم کون سا ہاتھ استعمال کرتے ہو۔''

''داہنا ہاتھ جناب۔''

''ہاتھ پھیلاؤ۔ پورا بازو۔ ہاں ایسے......''

اس نے کندھے سے انگلی تک' کلائیوں سے کہنی تک' کندھے سے زمین تک' گھٹنے سے بغل تک اور آخر میں اس کے سر کی پیمائش لی۔ پھر بولا۔''چوبیال کی ہر چھڑی میں ایک خاص جادوئی عنصر ضرور ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم یک سنگھے کا بال' ققنس کی دم کا پر یا ڈریگن کے دل کی نس کا تار استعمال کرتے ہیں جیسے کوئی سے بھی دو یک سنگھے' دو ققنس اور دو ڈریگن ایک جیسے نہیں ہوتے' ویسے ہی ہماری بھی دو چھڑیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ ہر چھڑی منفرد اور کسی چھڑی سے آپ کو اتنے اچھے نتائج نہیں مل سکتے۔''

حارب کو اچانک احساس ہوا کہ چوبیال کا ماپنے والا فیتہ اس کے ہاتھ میں نہیں ہے... بلکہ خود بخود حرکت کر رہا ہے۔ چوبیال اب ایک شیلف سے مختلف باکس منتخب کر کے نکال رہا تھا۔

''ذرا یہ دیکھو حارب چرخی۔'' چوبیال نے اس کی طرف ایک چھڑی بڑھائی۔''اسے لہرا کر دیکھو۔''

حارب نے چھڑی لی اور اسے لہرایا۔ وہ خود کو احمق محسوس کر رہا تھا کیونکہ ابھی اسے جادو کی چھڑی کا استعمال آتا ہی نہیں تھا۔

بڈھے چوبیال نے فوراً ہی چھڑی اس سے لے لی۔''یہ دوسری دیکھو۔'' اس نے کہا۔

حارب نے اس چھڑی کو حرکت دی ہی تھی کہ وہ بھی اس سے واپس لے لی گئی۔''نہیں...... یہ لو بید مجنوں کی ساڑھے آٹھ لمبی چھڑی...... یک سنگھے کا بال......''

حارب چھڑیوں کو ٹرائی کرتا رہا...... کرتا رہا۔ مسترد ہوئی چھڑیوں کا انبار لگتا رہا۔ بوڑھا چوبیال اور چھڑیاں نکالتا رہا۔ حارب کو جھنجلاہٹ ہونے لگی۔ کیا یہ بوڑھا شخص خواہ مخواہ اپنی اہمیت بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے؟

''ہوں...... تم مشکل گاہک ہو۔'' چوبیال نے کہا۔''مگر کوئی بات نہیں۔ چھڑی تمہیں مل جائے گی۔ ارے ہاں...... کوئی غیر معمولی کامبی نیشن...... ہاں' کیوں نہیں۔ ابھی نکالتا ہوں۔ یہ لو۔ ہولی کی چھڑی' ققنس کے پر کے ساتھ' لمبائی گیارہ انچ' خوبصورت اور مضبوط۔

حارب نے وہ چھڑی ہاتھ میں لی تو اس کی انگلیوں میں جیسے حدت سی دوڑ گئی۔ اس نے چھڑی کو اپنے سر سے بلند کیا اور پھر نیچے لایا۔ چھڑی کی نوک سے سرخ اور سنہری چنگاریاں سی پھوٹنے لگیں۔ اب ایسا لگ رہا تھا کہ چھڑی سے کوئی برقی رو نکل کر اس کے بازو میں سرایت کر رہی ہے۔

غسام خوشی سے تالیاں بجانے لگا۔''شاندار...... بہت خوب...... واہ واہ......'' چوبیال بھی خوش نظر آ رہا تھا۔''مگر کیسی عجیب بات ہے...... بے حد عجیب۔''

چوبیال نے حارب سے چھڑی لے کر باکس میں رکھی' پھر اسے براؤن کاغذ میں لپیٹا۔ اس دوران وہ...... عجیب...... بہت عجیب...... کی گردان کیے جا رہا تھا۔

''سوری سر۔'' حارب نے کہا۔''مگر اس میں عجیب بات کیا ہے؟''

چوبیال نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ ''مسٹر چرخی' میں جو چھڑی بھی فروخت کرتا ہوں' اس کی مکمل تفصیل مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے۔'' بالآخر اس نے کہا۔ ''تمہاری چھڑی میں جس ققنس کا پر ہے' اسی ققنس کا ایک اور پر بھی تھا۔ وہ ایک اور چھڑی میں لگا تھا۔ اس اعتبار سے یہ دونوں چھڑیاں بہنیں ہوئیں۔ اب یہ بات عجیب ہے کہ اس چھڑی نے تمہیں منتخب کیا جبکہ اس چھڑی کی بہن نے تمہیں وہ زخم دیا' جس کا نشان تمہاری پیشانی پر ہے......اور ہمیشہ رہے گا۔''

حارب خوف زدہ ہو گیا۔

''ہے نا عیب بات اور حارب چرخی' میں نے کہا تھا کہ چھڑی خود جادوگر کو منتخب کرتی ہے۔ تو تمہاری فیملی کی قاتل چھڑی کی بہن نے تمہیں منتخب کیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ ہمیں مستقبل میں تم سے بڑے کاموں کی توقع رکھنی چاہیے اور یہ بھی تو سچ ہے کہ نام چپ نے بھی بہت بڑے بڑے کام کیے...... خوفناک سہی' مگر وہ تھے تو بڑے کام۔''

حارب کا جسم لرزنے لگا۔ چوبیال اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ اس نے چھڑی کی قیمت سات طلائیے ادا کی اور چھڑی لے کر غسام کے ساتھ دکان سے نکل آیا۔

☆......☆......☆......☆

''جادو گلی سے واپس چلے تو سورج تیزی سے مغربی افق کی طرف جھک رہا تھا۔ دیوار کے راستے وہ پھر رستی ہوئی کڑھائی میں پہنچے جو اب بالکل خالی تھا۔ وہ وہاں سے نکلے اور شہر بھٹکان کی سڑک پر آ گئے۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ حارب کو یہ احساس بھی نہیں تھا کہ لوگ انہیں کیسی عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ حارب کا سفید برفانی الو تھا۔

غسام نے حارب کے کندھے پر تھپکی دی تو وہ چونکا۔ تمہاری ٹرین کی روانگی سے پہلے کچھ کھا پی نہ لیا جائے۔'' غسام نے کہا۔

حارب نے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے دنیا ہی بدلی بدلی لگ رہی تھی۔

وہ ایک ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔ غسام نے کھانا منگوا لیا پھر کہا۔ ''کیا بات ہے تم بہت چپ چپ ہو۔ ٹھیک تو ہو۔''

حارب چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ ''سب لوگ سمجھتے ہیں کہ میں بڑا زبردست ہوں۔ رستی ہوئی کڑھائی میں وہ تمام لوگ' پروفیسر جاں نثار جبکہ میں جادو کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا پھر مجھ سے بڑی توقعات کیسے رکھی جا سکتی ہیں۔ میں بہت مشہور ہوں لیکن اپنی شہرت کی وجہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ جس رات شر...... معاف کرنا' نام چپ نے میرے ماں باپ کو قتل کیا تھا' اس رات درحقیقت کیا ہوا تھا۔''

غسام اسے دیکھتے ہوئے بڑی شفقت سے مسکرایا۔ ''تم فکر نہ کرو حارب۔ تم بہت تیزی سے سیکھو گے اور سمجھو گے۔ اب تم سحر کدے میں جانے والے ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ سچ ہے کہ تم پر سب کی نظریں ہیں۔ ایسے میں دباؤ بڑھ جاتا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ سحر کدے میں تم بہت کامیاب ہوں گے۔''

وہ کھانا کھا کر نکلے۔ پلیٹ فارم پر ٹرین موجود تھی جو حارب کو دوبارہ روفی ولا پہنچا دیتی۔ غسام نے حارب کو ٹرین کا ٹکٹ دیا پھر ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس میں تمہاری سحر کدے کی ٹرین کا ٹکٹ ہے۔ اندر روانگی کی پوری تفصیل بھی موجود ہے۔ روانگی ٹانک پور کے اسٹیشن سے ہوگی۔ روفی ولا میں تمہیں کوئی پریشان کرے تو اپنے الو کے ہاتھ مجھے خط بھیج دینا۔ میں کہیں بھی ہوں'' تمہارا الو مجھے خط پہنچا دے گا۔ ٹرین یکم ستمبر کو روانہ ہوگی۔ او کے حارب بائی......''

ٹرین چل پڑی۔ حارب غسام کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اٹھا اور اس نے کھڑکی کے شیشے سے ناک لگا کر باہر دیکھا۔ وہ حیرت سے پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ غسام نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ غائب ہو چکا تھا۔

☆......☆......☆......☆

روفی ولا میں حارب کا وہ وقت کچھ اچھا نہیں گزرا۔ ڈوڈی اس سے اتنا خوفزدہ تھا کہ کمرے میں اس کے ساتھ ایک سیکنڈ اکیلا نہیں ٹھہرتا تھا۔ خالہ اور خالو اسے کوٹھڑی میں بند نہیں کرتے تھے وہ نہ اس پر چیختے برستے تھے، نہ اسے کسی بات پر مجبور کرتے تھے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس سے بات ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ بیک وقت اسے پر برہم بھی تھے اور خوف زدہ بھی۔ وہ اس کی طرف ایسے دیکھتے، جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو۔ جیسے کرسی موجود ہو لیکن کرسی پر وہ نہ بیٹھا ہو۔ کئی اعتبار سے یہ تبدیلی حارب کیلئے خوش کن تھی مگر تنہائی کا احساس بہت بڑھ گیا تھا......اور وہ دل توڑ دینے والا احساس تھا۔

حارب زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتا تھا۔ باتیں کرنے کیلئے اس کے پاس الو کے سوا کوئی نہیں تھا۔ الو کا نام اس نے برفیل رکھ دیا تھا۔ اپنے نئے اسکول کی کتابیں اسے بہت دلچسپ لگی تھیں۔ وہ رات کو اپنے بستر پر لیٹ کر دیر تک پڑھتا رہتا۔ برفیل کا جب جی چاہتا، کھلی کھڑکی سے باہر اڑ جاتا اور جب دل چاہتا واپس آ جاتا۔ یہ بھی اچھا تھا کہ شاکیہ خالہ اب اس کے کمرے میں قدم بھی نہیں رکھتی تھیں ورنہ اس کی تو مصیبت ہو جاتی کیونکہ برفیل باہر سے مرے ہوئے چوہے لانے لگا تھا۔ حارب انہیں اٹھا کر باہر پھینکتے پھینکتے تھک جاتا۔

ہر رات حارب اپنی کاپی کے ایک کاغذ پر ایک تاریخ کاٹ دیتا۔ وہ یکم ستمبر کی آمد کے دن گن رہا تھا۔

اگست کے آخری دن یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اپنی روانگی کے سلسلے میں خالہ اور خالو سے بات کرے۔ اسے ٹرین پکڑنے کیلئے ٹانک پور اسٹیشن پہنچنا تھا۔ اس رات وہ نشست گاہ میں گیا، جہاں وہ ٹی وی دیکھ

رہے تھے۔ اس نے کھنکار کر گویا انہیں اپنی آمد کی اطلاع دی۔ اس کی آواز سنتے ہی ڈوڈی چیختا ہوا کمرے سے بھاگ گیا۔

''خ......خالو۔''

خالو نے ڈکرانے کی آواز نکال کر اعلان کیا کہ وہ اس کی بات سن رہے ہیں۔

''کل مجھے اسکول جانے کیلئے ٹانک پور اسٹیشن پہنچنا ہے۔''

خالو پھر ڈکرائے۔

''آپ مجھے لفٹ دے سکیں گے؟''

خالو پھر ڈکرائے شاید وہ اقراری آواز تھی۔

''شکریہ خالو۔''

وہ واپس جانے کیلئے پلٹ ہی رہا تھا کہ خالو سچ مچ بول پڑے۔ ''عجیب بات ہے۔ جادوگروں کے اسکول پہنچنے کیلئے ٹرین انہیں تو کسی اڑن قالین کا بندوبست کرنا چاہیے تھا۔''

اب حارب اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا تھا۔ وہ خاموش رہا۔

''ویسے یہ اسکول ہے کہاں؟''

''مجھے بھی نہیں معلوم۔'' حارب نے کہا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اسے تو اسکول کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ انہوں نے جیب تھپتھپائی، جس میں غسام کا دیا ہوا لفافہ رکھا تھا۔ اس نے لفافہ کھول کر ٹکٹ اور ہدایات کا پرچا نکالا۔ ''مجھے ٹانک پور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر پونے دس سے گیارہ بجے والی ٹرین پکڑنی ہے۔''

خالہ اور خالو اسے گھورنے لگے۔ ''پلیٹ فارم نمبر......کیا کہا؟''

''جی......پونے دس۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ اس نمبر کا کوئی پلیٹ فارم ہو ہی نہیں سکتا۔''

''میرے ٹکٹ پر یہی لکھا ہے۔''

''وہ سب پاگل ہیں۔ اب تو سمجھ لو۔'' خالو روفی نے کہا۔ ''خیر......تم جانو۔ میں تمہیں اسٹیشن پہنچا دوں گا۔ کل ہمیں بھی بھٹکان جانا ہے۔ ورنہ خاص تمہارے لیے تو میں ہرگز نہ جاتا۔''

''آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں؟'' حارب نے ماحول کو دوستانہ بنانے کی کوشش کی۔

''ڈوڈی کو ہاسپٹل لے جانا ہے۔'' روفی خالو غرائے۔ ''اس کی وہ منحوس دم کٹوانی ہے پھر اسے بھی تو اسکول جانا ہے۔'' وہ بہت خفا خفا لگ رہے تھے۔

☆......☆......☆......☆

اگلی صبح حارب پانچ بجے اٹھ گیا۔ اس کے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور وہ نروس بھی تھا۔ اس نے دوبارہ سونے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے جلدی سے شرٹ اور جینز پہن لی۔ وہ اپنے لبادے میں اسٹیشن نہیں جانا چاہتا تھا پھر اس نے اسکول سے ملنے والی فہرست سے تمام چیزیں چیک کیں کہ کہیں کچھ رہ نہ جائے۔ برفیل کو اس نے پنجرے میں بند کر دیا پھر وہ کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ گھر کے لوگ ابھی بیدار نہیں ہوئے تھے۔

دو گھنٹے بعد حارب کا بھاری ٹرنک کار کی ڈکی میں رکھ دیا تھا۔ شاکیہ خالہ نے ڈوڈی کو بڑی مشکل سے حارب کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھنے پر قائل کیا تھا مگر وہ دور کونے میں سمیٹ کر بیٹھا تھا۔

وہ ساڑھے دس بجے اسٹیشن پہنچے۔ خالو نے حارب کا ٹرنک ایک ٹرالی پر رکھ دیا۔ حارب ٹرالی دھکیلنے لگا۔ خالو کی مہربانی پر اسے حیرت ہو رہی تھی پھر ان کی مسکراہٹ دیکھ کر بات اس کی سمجھ میں آئی تو...... اب خود دیکھ لو۔ خالو نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ''یہ نو نمبر پلیٹ فارم ہے اور یہ دس نمبر۔ اب تمہارا پلیٹ فارم ان دونوں کے درمیان کہیں ہونا چاہیے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اسے بنانا بھول گئے۔''

حارب نے ادھر ادھر دیکھا اسے دل میں اعتراف کرنا پڑا کہ خالو ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔

''خیر...... خدا کرے، اسکول میں تمہارا یہ سال خیر و عافیت سے گزرے۔'' خالو نے شریر لہجے میں کہا پھر وہ خالہ اور ڈوڈی کو لے کر چلے گئے۔ جاتے وقت وہ تینوں ہنس رہے تھے۔

حارب کو اپنے حلق میں کانٹے پڑتے محسوس ہوئے۔ اب وہ کیا کرے؟ لوگ برفیل کی وجہ سے ایسے ویسے ہی عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اب کسی نہ کسی سے پوچھنا پڑے گا۔

اس نے ریلوے کے ایک باوردی ملازم کو روکا لیکن پونے دس نمبر پلیٹ فارم کے بارے میں پوچھنے کی اسے ہمت نہیں ہوئی اور سحر کدہ کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ ''یہ اسکول ملک کے کس شہر میں ہے؟'' باوردی ملازم نے پوچھا۔ اب یہ تو حارب کو بھی معلوم نہیں تھا۔ ملازم برہم ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لڑکا اسے بے وقوف بنا رہا ہے۔

''اچھا یہ بتائیں کہ گیارہ بجے والی ٹرین کہاں سے روانہ ہوگی؟''

''گیارہ بجے کوئی ٹرین روانہ نہیں ہو رہی ہے۔'' ملازم نے جواب دیا اور ہڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اب تو حارب کی پریشانی کی کوئی حد نہیں تھی۔ کلاک سے پتا چلتا تھا کہ سحر کدے کیلئے روانہ ہونے والی ٹرین کی روانگی میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں اور اسے اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ ٹرین ہے کہاں۔ اس کے پاس ایک بہت بھاری ٹرنک تھا، جسے وہ اٹھا ہی نہیں سکتا تھا۔ برفیل کا پنجرہ الگ تھا اور جیب میں بس وہ سکے تھے جو صرف جادوگروں کی دنیا میں چلتے تھے۔

اسے یقین ہو گیا کہ کہ غسام اسے کوئی بہت اہم بات بتانا بھول گیا ہے۔ اسے یاد تھا کہ اینٹ کو

تھپتھپانے کے بعد جادو گلی میں جانے والا خلا نمودار ہوا تھا۔ یہاں بھی ایسی ہی کوئی بات ہو گی' جو اسے معلوم نہیں ہے۔

اسی لمحے چند افراد اس کے قریب سے گزرے۔ وہ باتیں کر رہے تھے۔ کچھ الفاظ اس کے کانوں میں پڑے جو چونکا دینے والے تھے...... ''دھرپتوں کا کتنا ہجوم ہوتا ہے یہاں۔''

حارب نے گھوم کر دیکھا۔ بولنے والی ایک موٹی عورت تھی۔ وہ اپنے چار بیٹوں سے بات کر رہی تھی۔ چاروں لڑکوں کے بال سرخ رنگ کے تھے اور ان کے پاس حارب جیسے ہی ٹرنک تھے' جنہیں وہ دھکیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے پاس ایک الو بھی تھا۔

حارب دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی ٹرالی دھکیلتا ہوا ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ رکے تو وہ بھی رک گیا۔ اس کے کان ان کی طرف لگے ہوئے تھے۔

''پلیٹ فارم نمبر کیا ہے؟'' ماں پوچھ رہی تھی۔

''پونے دس۔'' لڑکی نے کہا' جو بھائیوں سے چھوٹی تھی۔ اس کے بال بھی سرخ تھے۔ وہ ماں کا ہاتھ تھامے ہوئی تھی۔ ''مما...... میں نہیں جا سکتی؟'' اس کے لہجے میں اشتیاق بھری التجا تھی۔

''ابھی تم اتنی بڑی نہیں ہو سامرہ' خاموش رہو۔ وہاں پارس' پہلے تم جاؤ۔''

سب سے بڑا لڑکا اب پلیٹ فارم نمبر نو اور دس کے درمیان چل رہا تھا۔ حارب پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں پلیٹ فارموں کے درمیان جو دیوار تھی' وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہاں مسافروں کا بڑا ہجوم تھا۔

اچانک ہی وہ لڑکا غائب ہو گیا۔ حارب کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔ وہ کچھ دیکھ بھی نہیں پایا تھا۔

''فارغ...... اب تم جاؤ۔'' عورت نے کہا۔

''ممی...... میں فارغ نہیں' جامد ہوں۔'' لڑکے نے احتجاج کیا۔ ''آپ کیسی ماں ہیں کہ ہمیں پہچانتی بھی نہیں ہیں۔''

''سوری جامد سوری۔ تم جڑواں ہو اور ایک جیسے ہو۔ اس لیے گڑبڑ ہو جاتی ہے۔''

''میں تو مذاق کر رہا تھا ممی۔ میں فارغ ہی ہوں۔'' لڑکے نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

''جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔'' اس کے جڑواں بھائی نے پکارا۔

اور اگلے ہی لمحے وہ لڑکا بھی غائب ہو گیا۔ کیسے؟ یہ حارب اب بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔

اب تیسرا لڑکا جس کا نام جامد تھا' درمیانی دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ بھی اچانک غائب ہو گیا اب حارب نروس ہو گیا۔ وہ براہ راست پوچھنے کے سوا اس کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے خاتون کو مخاطب کیا۔ ''معاف کیجیے گا......''

''اوہ...... پہلی بار سحر کدہ جا رہے ہو۔'' خاتون نے دلچسپی سے اسے دیکھا پھر اپنے سب سے

چھوٹے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''میرا رامس بھی پہلی بار جا رہا ہے۔''

''بات یہ ہے کہ...... دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا......''

''کہ پلیٹ فارم تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔'' خاتون نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

''جی...... جی ہاں۔''

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔'' خاتون نے مہربان لہجے میں کہا۔ ''نو اور دس کے درمیان جو دیوار ہے' اس سے رکے بغیر ٹکراؤ...... ڈرے بغیر۔ بس تم پونے دس نمبر پلیٹ فارم پر پہنچ جاؤ گے۔ نروس ہو تو بہتر ہے کہ بھاگتے ہوئے جاؤ۔ تم رامس سے پہلے چلے جاؤ۔''

''جی۔ شکریہ۔''

حارب اپنی ٹرالی دھکیلتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا۔ دیکھنے میں تو وہ بالکل ٹھوس لگ رہی تھی۔ وہ لوگوں سے بچتا بچاتا دیوار کی طرف بڑھتا رہا۔ قریب پہنچ کر اس نے ٹرالی کی رفتار اور اپنے قدم تیز کر دیئے۔ اب ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ دیوار سے ٹکراتا' دھماکہ ہوتا اور...... اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

پلیٹ فارم پر وہ گاڑی کھڑی تھی۔ سامنے ایک سائن بورڈ تھا جس پر...... سحر کدہ ایکسپریس' روانگی گیارہ بجے دن...... تحریر تھا۔ ایک طرف ایک بورڈ تھا' جس پر پلیٹ فارم نمبر $9\frac{3}{4}$ لکھا تھا۔ اس کا دل خوشی سے بھر گیا۔ وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔

اس نے پلیٹ فارم کا جائزہ لیا۔ وہاں چہل پہل تھی۔ مختلف رنگوں کی بے شمار بلیاں ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔ لوگ بھاری ٹرنک ٹرالی پر رکھے آ جا رہے تھے۔ الوؤں کے چیخنے کی آواز سے فضا بھری ہوئی تھی۔

ابتدائی چند ڈبے پوری طرح بھر چکے تھے۔ باہر کچھ لوگ کھڑکیوں کے پاس کھڑے رخصت ہونے والوں سے الوداعی گفتگو کر رہے تھے۔ حارب اپنی ٹرالی دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ گزرتے ہوئے اس نے ایک گول چہرے والے لڑکے کو دیکھا جو ایک بوڑھی عورت سے کہہ رہا تھا۔ ''دادی...... میرا مینڈک پھر کھو گیا ہے۔''

''ارے نستیر۔'' بوڑھی عورت نے سرد آہ بھری۔

حارب بڑھتا رہا۔ بالآخر اسے ایک خالی ڈبہ نظر آ گیا۔ اس نے برفیل کا پنجرہ پہلے چڑھایا پھر وہ اپنے ٹرنک کو ٹرین کے دروازے کی طرف دھکیلنے لگا۔ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے ٹرنک کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن ٹرنک بھاری تھا۔ وہ بار بار اس کے ہاتھ سے پھسل جاتا تھا۔

''مدد کی ضرورت ہے؟''

حارب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سرخ بالوں والے جڑواں بھائیوں میں سے ایک تھا۔

''یس پلیز۔'' حارب نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''فارغ' ذرا آؤ۔ میرا ہاتھ بٹاؤ۔'' لڑکے نے پکارا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جامد ہے۔

ان دونوں کی مدد سے حارب نے اپنا ٹرنک ٹرین میں رکھ دیا۔ اسے سب کے نیچے دھکیل کر اس نے سکون کی سانس لی۔ ''شکریہ۔'' اس نے اپنے بال اپنی پیشانی سے ہٹاتے ہوئے ان دونوں سے کہا۔

''ارے...... یہ کیا ہے؟'' ایک لڑکے نے حارب کے پیشانی کے نشان کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ...... کہیں تم......'' دوسرے لڑکے نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

''ہاں ہاں' یہ وہی ہے'' پہلا لڑکا بولا۔ پھر اس نے حارب سے پوچھا۔ ''تم وہی ہونا؟''

''کون؟ کیا کہہ رہے ہو......؟'' حارب پریشان ہو گیا۔

''حارب چرخی۔'' اس بار دونوں لڑکوں نے بیک آواز کہا۔

''اوہ...... وہ...... ہاں' میں حارب چرخی ہوں۔'' حارب نے گڑبڑا کر کہا۔

دونوں لڑکے حیرت سے منہ کھولے اسے تک رہے تھے۔ حارب کا چہرہ تمتمانے لگا۔

اس وقت کسی نے پکارا۔ ''فارغ...... جامد تم یہاں ہو؟''

''جی مما۔ ہم ابھی آئے۔'' جڑواں بھائیوں نے کہا۔ انہوں نے ایک بار حارب کو بہت غور سے دیکھا اور پھر ڈبے سے اتر گئے۔

حارب کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا اور سرخ بالوں اور سرخ بالوں والی اس فیملی کو دیکھنے لگا لیکن وہ خود کو چھپاتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ سب پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ ان کی ماں نے رومال نکالا اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کی طرف بڑھایا۔ ''رامس۔'' تمہاری ناک پر کچھ لگا ہوا ہے۔''

رامس نے ہٹنا چاہا مگر ماں نے جلدی سے اس کی ناک رومال سے رگڑ کر صاف کر دی۔ ''پارس کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ آ رہا ہے۔'' جامد نے کہا۔

اس وقت سب سے بڑا بھائی پارس لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان کی طرف آیا۔ وہ اب سحر کدہ کے لبادے میں تھا۔ اس کے سینے پر سنہرے رنگ کا ایک بیج لگا تھا' جس پر حرف P لکھا تھا۔ ''میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا تھا۔ تمام پری فیکٹ اگلے دو ڈبوں میں ہیں۔ مجھے وہیں جانا ہے۔''

''ارے پارس...... تم پری فیکٹ ہو؟'' جڑواں بھائیوں میں سے ایک نے حیرت ظاہر کی جو کہ مصنوعی لگ رہی تھی۔ ''ہمیں بتایا بھی نہیں۔''

''رکو...... مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے ایک بار بتایا تھا......'' دوسرے جڑواں بھائی نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں......شاید دو بار......''

''ارے نہیں۔'' دوسرے بھائی نے کہا۔''پوری چھٹیوں میں سے یہ یہی کچھ تو بتا تا رہا تھا۔ہم بے وقوف تھے۔سمجھے ہی نہیں۔''

''اوشٹ اپ۔'' پارس نے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔

''ارے...... یہ پارس کو نیا لبادہ کہاں سے مل گیا؟''

''میں نے دلایا ہے کیونکہ یہ پری فیکٹ ہے۔'' ماں نے فخر یہ لہجے میں کہ پھر پارس کی طرف مڑی۔

''ٹھیک ہے ڈیئر۔گڈ لک۔اسکول پہنچتے ہی الو بھیج کر مجھے مطلع کرنا۔'' اس نے پارس کے رخسار کو بوسہ دیا۔

وہ چلا گیا تو خاتون جڑواں بیٹوں کی طرف بڑھی۔''تم دونوں سن لو۔اس سال اپنا رویہ درست رکھنا اگر مجھے کوئی شکایت ملی......''

''شکایت کرنے والے تو شکایت کریں گے۔اس کی کوئی گارنٹی نہیں مما۔''

''اور ہاں، رامس کا خیال رکھنا۔''

''اس کی فکر نہ کریں۔ہمارے ساتھ رامس بالکل محفوظ رہے گا۔'' فارغ نے کہا۔

''اور مما' پتا ہے' ابھی ہم کس سے ملے۔'' اچانک جامد نے ہیجان آمیز لہجے میں کہا۔''آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ہم نے حارب چرخی کو دیکھا۔''

اس پر چھوٹی لڑکی کا ردعمل غیر معمولی تھا۔''مما۔میں بھی اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔

''تم پہلے ہی اسے دیکھ چکی ہو اور سنو وہ کوئی چڑیا گھر میں رکھی جانے والا جانور نہیں ہے۔بے چارہ بچہ۔'' خاتون نے بیٹی کو ٹوکا اور پھر جامد کی طرف مڑیں۔''جامد...... تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ حارب ہے۔''

''پیشانی کے نشان سے مما۔'' اس بار فارغ نے جواب دیا۔''وہ نشان بالکل آسمان پر لہراتی بجلی جیسا ہے۔''

''بے چارہ بچہ۔کتنا اکیلا محسوس کرتا ہوگا خود کو۔'' خاتون کے لہجے میں ممتا امڈ آئی۔''اسے پلیٹ فارم پر پہنچنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔مجھ سے ہی پوچھا تھا اس نے۔''

''مما...... کیا وہ بتا سکتا ہے کہ نام چپ کیسا لگتا تھا؟''

خاتون کے چہرے پر سختی چھا گئی۔''فارغ...... جامد...... خبردار' اس سے یہ بات کبھی نہ پوچھنا۔میں تمہیں منع کر رہی ہوں۔وہ تو پہلے ہی دکھی ہے۔اس کے دکھ کو اور نہ بڑھانا۔''

''ٹھیک ہے مما۔ٹھیک ہے۔''

اسی وقت گاڑی کی روانگی کی سیٹی بجی۔ ''جلدی کرو۔ٹرین پر چڑھو۔'' خاتون نے گھبرا کر کہا۔
تینوں لڑکے ڈبے میں چڑھ گئے پھر وہ کھڑکی سے لٹک کر ماں اور بہن کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہنے لگے۔ان کی چھوٹی بہن کہنے لگی۔ ''روؤ مت سامرہ۔ہم تمہارے لیے الو بھیجتے رہیں گے۔'' رامس نے اسے چمکارا۔
ٹرین اب چلنے لگی تھی۔حارب نے کھڑکی سے سر ابھار کر دیکھا۔لڑکوں کی ماں اور بہن ہاتھ ہلا رہی تھیں۔لڑکی کبھی ہنستی اور کبھی روتی۔ٹرین کی رفتار بڑھتی گئی اور آخر وہ دونوں بہت پیچھے رہ گئیں۔
حارب کے جسم میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔بس اسے اتنا معلوم تھا کہ جو کچھ وہ یہاں چھوڑ کر جارہا ہے' جو کچھ ملے گا' اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا۔
کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا اور سرخ بالوں والے بھائیوں میں سب سے چھوٹا بھائی اندر آیا۔ ''یہاں کوئی بیٹھا ہوا تو نہیں ہے۔'' اس نے سامنے والی سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حارب سے پوچھا۔ ''اور کہیں تو کوئی سیٹ بھی خالی نہیں ہے۔''
حارب نے نفی میں سر ہلایا۔وہ حارب کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔اس نے کن انکھیوں سے حارب کو دیکھا اور پھر جلدی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا جیسے اس نے حارب کی طرف دیکھا ہی نہ ہو جہاں اس کی ماں نے رومال سے رگڑ کر صاف کیا تھا' اس کی ناک کا وہ حصہ اب بھی سرخ ہو رہا تھا۔
''ارے رامس۔'' دونوں جڑواں بھائی بھی وہاں آ گئے۔ ''ہم بیچ کے ڈبوں میں جارہے ہیں۔ شفتال ایک دیو قامت مکڑی لایا ہے' وہ دیکھیں گے۔''
''ٹھیک ہے۔تم جاؤ۔''
''حارب...... ہم نے شاید اپنا تعارف نہیں کرایا ہے۔جڑواں بھائیوں میں سے ایک نے کہا۔ ''میں فارغ قرولی ہوں۔یہ میرا جڑواں بھائی جامد قرولی ہے اور یہ ہمارا چھوٹا بھائی رامس قرولی۔اب تو ملاقات ہوتی رہے گی۔''
''بائی۔'' حارب نے کہا۔وہ دونوں کمپارٹمنٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔
''تم......کیا تم واقعی حارب چرخی ہو؟'' ان کے جانے کے بعد رامس نے ایک دم کہا۔لگتا تھا' وہ یہ سوال نجانے کب سے روکے بیٹھا تھا اور اب اس کیلئے ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
حارب نے اثبات میں سر ہلایا۔
''میں سمجھ رہا تھا کہ فارغ اور جامد مذاق کر رہے ہوں گے۔یہ لوگ بہت شرارتیں کرتے ہیں۔'' رامس نے کہا۔پھر پوچھا۔ ''کیا واقعی تم نام چپ......اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور حارب کی پیشانی کی طرف اشارہ کیا۔
حارب نے ٹوپی سر سے ہٹائی اور اسے نشان دکھایا۔

وہ سحر زدہ سا نشان کو دیکھتا رہا۔ ''تو یہ وہ جگہ ہے' جہاں نام چپ...
''ہاں۔لیکن مجھے وہ سب یاد نہیں ہے۔'' حارب نے کہا۔
''کچھ بھی یاد نہیں؟'' رامس کے لہجے میں اشتیاق تھا۔
''بس سبز رنگ کی بجلی کی طرح کڑکتی روشنی یاد آتی ہے اور کچھ نہیں۔''
''زبردست۔'' رامس پیشانی کے اس نشان کو گھورتا رہا پھر شاید اسے احساس ہوا کہ یہ نامناسب بات ہے۔ وہ منہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔
''تمہاری فیملی میں سب جادوگر ہیں؟'' اس بار حارب نے اس سے پوچھا۔ وہ بھی اس لڑکے میں کشش محسوس کر رہا تھا۔
''ہاں۔دور کا کوئی رشتے دار دھرپٹ ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔ویسے ہمارا گھرانہ جادوگروں کا ہے۔''
''تو تمہیں تو پہلے ہی سے بہت جادو آتا ہوگا۔'' حارب کو وہ لڑکا یاد آ گیا' جو یونیفارم کی دکان میں ملا تھا۔
''میں نے سنا ہے' تمہاری پرورش دھرپٹ گھرانے میں ہوئی ہے۔ کیسے ہوتے ہیں وہ لوگ؟'' رامس کے لہجے میں تجسس تھا۔
''بہت برے...... ظالم۔'' حارب نے بے ساختہ کہا۔ پھر گڑبڑا کر بولا۔ ''میرا مطلب ہے' میرے خالہ خالو اور میرا کزن بہت برے ہیں ویسے سب دھرپٹ برے اور ظالم نہیں ہوتے۔میرا جی چاہتا ہے کہ میرے بھی تین جادوگر بھائی ہوتے۔'' اس کے لہجے میں حسرت تھی۔
''میرے پانچ بھائی ہیں۔ میں چھٹا ہوں' جو سحر کدے میں جا رہا ہے۔'' رامس نے اداسی سے کہا۔
''یعنی مجھ پر توقعات اور مثالوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ باکر اور جاسر تعلیم مکمل کر چکے ہیں۔ باکر اپنے زمانے میں ہیڈ بوائے رہا ہے جبکہ جاسر ہوائی بال ٹیم کا کیپٹن تھا۔اب پارس پری فیکٹ بن چکا ہے۔ فارغ اور حامد شریر اور غیر سنجیدہ ہیں لیکن بہت ذہین ہیں۔ بہت اچھے مارکس لاتے ہیں۔اب مجھ سے توقع کی جاتی ہے کہ میں ان سب سے آگے جاؤں گا۔ یہ بہت بڑا دباؤ ہے میرے لیے۔ میں کچھ بھی کر لوں۔اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی کیونکہ میرے بڑے بھائی وہ سب کچھ پہلے ہی کر چکے ہیں اور چھوٹا ہونے کی وجہ سے حال یہ ہے کہ مجھے ہر چیز پرانی ملتی ہے۔ باکر کا پرانا لبادہ' جاسد کی پرانی جادوئی چھڑی اور پارس کا پرانا چوہا۔'' اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور گرے کلر کا ایک موٹا چوہا نکلا'' جو سو رہا تھا۔'' اس کا نام اسکیبر ہے اور یہ کسی کام کا نہیں۔ پارس پری فیکٹ بنا تو ڈیڈی نے اسے الو خرید کر دیا۔اب میرے لیے ان کے پاس پیسے...... میرا مطلب ہے' میرے لیے پالتو جانور لینا تھا۔انہوں نے پارس کا چوہا مجھے دے دیا۔''

حارب کو اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ غریب ہیں مگر یہ کوئی بری بات نہیں تھی۔ وہ خود چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی ہمیشہ ترستا رہا تھا۔ ایک ماہ پہلے تک انہوں نے پیسوں کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے یہ سب کچھ رامس کو بتایا۔ وہ ہاتھی جیسی جسامت والے ڈوڈی کے پرانے کپڑے پہنتا رہا تھا۔ اسے بھی اسکول کی نئی یونیفارم میسر نہیں آئی تھی۔ اسے سالگرہ پر کبھی ڈھنگ کا تحفہ نہیں ملا تھا۔

یہ سب کچھ سن کر رامس کا اعتماد بحال ہو گیا۔

''اور غسام کے بتانے سے پہلے مجھے اپنے والدین اور شرگیس......''

ایسا لگا' جیسے رامس کی سانس رک گئی ہے۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' حارب نے حیرت سے پوچھا۔

''تم نے نام چپ کا نام لیا ہے۔'' رامس کے لہجے میں خوف تھا اور حارب کیلئے احترام اور مرعوبیت۔ ''میں تو سمجھتا تھا کہ اور لوگوں کی طرح......''

''یہ بات نہیں کہ میں بہادر بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' حارب نے جلدی سے کہا۔ ''مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ اس کا نام نہیں لیا جاتا۔ سمجھ رہے ہو نا۔ مجھے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں جادوگری کی مبادیات الف بے سے بھی نابلد ہوں۔ میں...... میں سمجھتا ہوں کہ......'' وہ رکا اور بالآخر اس نے اپنے بدترین خوف کو لفظوں میں کہہ دیا۔ ''میں اپنی کلاس میں نالائق ترین طالب علم ثابت ہوں گا۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' رامس نے کہا۔ ''لوگ تو دھرپٹ فیملی سے آتے ہیں اور بہت تیزی سے سیکھتے چلے جاتے ہیں۔''

ٹرین کا سفر جاری تھا۔ مناظر اڑے جا رہے تھے۔ سرسبز کھیت' کھلیان' چرتے ہوئے مویشی۔ وہ دونوں کچھ دیر مناظر کو دیکھتے رہے۔

ساڑھے بارہ بجے تو کمپارٹمنٹ کے باہر سے کھڑکھڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ کاریڈور میں ایک عورت آئی' اس نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا۔ وہ ایک ٹرالی کو دھکیل رہی تھی' جس پر کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ ''کسی کو کچھ چاہیے؟'' اس نے پکارا۔

حارب نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ جھپٹ کر اٹھا۔ رامس نے خجالت سے کہا۔ ''میں تو اپنے ساتھ سینڈوچ لایا ہوں۔''

حارب کاریڈور کی طرف لپکا۔ ٹرالی وہاں کھڑی تھی۔

حارب کو کبھی سویٹس یا ایسی ہی چیزیں خریدنے کیلئے پیسے نہیں ملے تھے مگر اس وقت اس کا بیگ سونے' چاندی اور کانسی کے سکوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا دل مارس چاکلیٹ کو چاہ رہا تھا مگر وہ ٹرالی پر تھی ہی نہیں وہاں تو بہت مختلف قسم کی سویٹس تھیں۔ ایسی چیزیں اس نے کبھی دیکھی نہیں تھیں۔ بہر حال اس

نے اندھادھند خریداری کی۔ سمجھ میں آ رہی ہو یا نہیں' اس نے کوئی چیز نہیں چھوڑی اور اتنی بہت سی چیزیں صرف گیارہ نقرے اور سات سوت میں آ گئیں۔

اس نے کمپارٹمنٹ میں آ کر وہ سب چیزیں سیٹ پر پھیلائیں۔ رامس حیرت سے اسے تکنے لگا۔ ''تم بھوکے ہو؟''

''ہاں۔ بہت زیادہ۔'' حارب نے کدو کی پیسٹری سے منہ بھرتے ہوئے کہا۔

رامس نے ایک پیکٹ نکالا اور اسے کھولنے لگا۔ اس میں چار سینڈوچ رکھے تھے۔ ''ممی ہمیشہ بھول جاتی ہیں کہ مجھے روسٹ بیف سینڈوچ اچھے نہیں لگتے۔'' وہ بولا۔ ''ادلا بدلا کرو گے؟'' حارب نے پیسٹری اس کی طرف بڑھائی۔

''میرا سینڈوچ سوکھا ہے اس میں مکھن نہیں ہے۔'' رامس نے کہا۔ ''تم تو جانتے ہی ہو کہ ممی کو ہم پانچوں کی فکر......''

''مجھے مکھن اچھا لگتا بھی نہیں۔ لو' یہ پیسٹری لو۔'' حارب کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ شیئر کرنے کی لذت سے وہ ناواقف تھا۔

رامس نے بیحد شکر گزاری سے پیسٹری لی اور اسے دھیرے دھیرے مزے لے لے کر کھانے لگا۔

''یہ کیا ہے؟'' حارب نے مینڈک چاکلیٹ کے پیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ سچ مچ کے مینڈک تو نہیں ہیں نا؟''

''نہیں اور اس میں مشہور جادوگروں کی تصویریں نکلتی ہیں۔ ذرا کھول کر دیکھو۔ مجھے ساگر یپا کی تصویر چاہیے۔ میں سیٹ بنا رہا ہوں۔''

ہیری نے چاکلیٹ کھولی۔ اس میں تصویری کارڈ بھی موجود تھا۔ اس پر عقاب کی چونچ جیسی ناک اور سفید بالوں والے ایک جادوگر کی تصویر تھی جس نے عینک لگائی ہوئی تھی۔ اس کی داڑھی بھی سفید تھی۔ نیچے اس کا نام لکھا تھا۔ پروفیسر اخیار۔ ''اوہ......تو یہ ہیں پروفیسر اخیار۔'' حارب کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

''تم نے پروفیسر اخیار کا نام تو سنا ہوگا۔ ذرا ایک مینڈک چاکلیٹ مجھے دینا۔ شاید ساگر یپا کی تصویر نکل آئے۔''

حارب نے ایک چاکلیٹ اسے دی اور پھر کارڈ کو پلٹ کر دیکھا۔ پیچھے پروفیسر اخیار کے بارے میں تفصیل چھپی ہوئی تھی۔ وہ پڑھنے لگا......

سحر کدہ کا ہیڈ ماسٹر' پروفیسر اخیار۔ بیشتر لوگ اسے جدید عہد کا عظیم ترین جادوگر قرار دیتے ہیں۔ پروفیسر اخیار کو 1945ء میں سیاہ جادوگروں کو شکست دینے کے بعد شہرت ملی۔ اس کے علاوہ اس نے ڈریگن کے خون سے استفادے کے بارہ طریقے دریافت کیے اور اس نے اپنے پارٹنر نکیل فیمی کے ساتھ مل کر کیمیائے جادوگری کے میدان میں جو کام کیا' اسے علماء جادوگراں میں بے حد سراہا گیا۔

حارب نے کارڈ کو پھر پلٹا اور حیران رہ گیا۔ پروفیسر اخیار کی تصویر غائب ہو چکی تھی۔ ''ارے...... تصویر غائب......!''

''اب وہ پورا دن تو یہاں بیٹھنے سے رہا۔'' رامس نے کہا۔ ''بہر حال وہ واپس آ جائیں گے۔ مجھے وہ تصویر ملی ہے، جو پہلے ہی میرے پاس موجود ہے۔'' اب وہ مینڈک چاکلیٹ کے پیکٹ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تم اور لونا۔ یہ تو بہت ہیں۔'' حارب نے کہا۔ ''اور سنو، دھرپٹوں کی دنیا میں تصویریں غائب نہیں ہوتیں۔''

''یعنی وہ حرکت نہیں کرتیں؟ کیسی عجیب بات ہے۔'' رامس نے ایک اور چاکلیٹ نکالتے ہوئے کہا۔

حارب اب پروفیسر اخیار کو دیکھ رہا تھا، جو پھر کارڈ کے چوکھٹے میں واپس آ گیا تھا۔ اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ حارب کو عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ جادوگری کی باتیں تھیں، جنہیں عام انسان یعنی دھرپٹ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ یہاں تصویریں حرکت کرتی تھیں۔

رامس اب جادوگروں اور چڑیلوں کی تصویروں کے مقابلے میں چاکلیٹی مینڈک کھانے میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا البتہ حارب اب تصویری کارڈ جمع کر رہا تھا اسے ڈونا کی تصویر دیکھ کر حیرت ہوئی، جو متحرک تھی۔ اس میں ڈونا ناک کھجا رہی تھی۔

اب حارب نے تمام فلیور کی گولیاں کا پیکٹ کھول لیا۔ ''ذرا احتیاط سے۔'' رامس نے اسے ٹوکا۔ ''تمام فلیور کا مطلب تمام فلیور ہی ہے۔ اس میں عام ذائقوں کے علاوہ سبزیوں اور گوشت کے تمام ذائقے ہوں گے۔ بہت سے ایسے بھی ہوں گے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔'' رامس نے سبز رنگ کی ایک گولی اٹھائی، اسے گھما کر دیکھا۔ اس کا انداز بڑا محتاط تھا۔ بالآخر انہوں نے گولی منہ میں رکھ لی۔ ''یہ پالک کا ذائقہ تھا۔'' اس نے بتایا۔

وقت بہت اچھا گزر رہا تھا۔ حارب نے ایسے ایسے ذائقے چکھ لیے تھے، جو وہ پہلے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک گرے رنگ کی گولی تھی، جسے رامس ڈر کے مارے چھو ہی نہیں رہا تھا۔ حارب نے اسے چوس کر دیکھا۔ وہ کالی مرچ کا ذائقہ تھا۔

منظر اڑے جا رہے تھے۔ اب ٹرین کسی غیر آباد علاقے سے گزر رہی تھی۔ باہر دیکھنے پر جنگلات، دریا اور سرسبز پہاڑیاں نظر آتی تھیں۔

کمپارٹمنٹ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اگلے ہی لمحے گول چہرے والا وہ لڑکا اندر آیا، جسے حارب نے پلیٹ فارم نمبر پونے دس پر اپنی دادی سے بات کرتے دیکھا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ''معاف کیجیے گا۔'' اس نے کہا۔ ''آپ میں سے کسی نے میرا مینڈک تو نہیں دیکھا؟''

حارب اور رامس نے انکار میں سر ہلائے۔

''میں کیا کروں۔ وہ بار بار کھو جاتا ہے۔''

''پریشان نہ ہو۔ وہ آ جائے گا۔''

''ہاں۔ آ تو جاتا ہے ہمیشہ اگر آپ کو نظر آئے تو...... وہ کمپارٹمنٹ سے چلا گیا۔

''مینڈک تو کھو ہی جاتے ہیں۔'' رامس نے کہا۔ اس کا چوہا اس کی گود میں سو رہا تھا۔ ''میرا اسکیبر اتنا سست اور کاہل ہے کہ یہ مر جائے تو بھی گھنٹوں پتا نہ چلے۔'' اس نے بہت ناپسندیدہ لہجے میں کہا۔ ''کل میں نے اسے پیلا کرنے کی کوشش کی کہ یہ کچھ دلچسپ تو لگنے لگے لیکن میرا جادو ناکام ہو گیا۔ دیکھو...... میں دکھاتا ہوں......''

اس نے ٹرنک میں سے جادوئی چھڑی نکالی جو دیکھنے میں بہت پرانی اور بوسیدہ لگ رہی تھی۔ وہ کئی جگہ سے چھلی ہوئی تھی اور اس کے سرے پر کوئی سفید سی چیز چمک رہی تھی۔ 'اس میں یونی کارن کا جو بال ہے' تقریباً باہر نکل آیا ہے۔''

رامس نے جادوئی چھڑی کو بلند کیا ہی تھا کہ کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا۔ مینڈک والا لڑکا اندر آیا۔ اس بار اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ وہ اسکول کے یونیفارم والا لبادہ پہنے ہوئے تھی۔ ''کسی کو کوئی مینڈک ملا ہے؟ تستیر کا مینڈک کھو گیا ہے۔'' لڑکی نے کہا۔ اس کی آواز اور لہجے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے مزاج میں تحکم پسندی ہے۔ اس کے بال بھورے اور بہت گھنے تھے اور دانت قدرے بڑے تھے۔

''ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا۔'' رامس نے کہا۔

لیکن وہ لڑکی آسانی سے ٹلنے والی نہیں تھی۔ وہ رامس کی جادوئی چھڑی کو بغور دیکھ رہی تھی۔ ''اوہ تو تم جادو کر رہے ہو۔ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ وہ وہیں بیٹھ گئی۔

رامس کے انداز سے شرمیلا پن جھلکنے لگا۔ ''اچ...... اچھا۔ دیکھتے ہیں۔'' اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ ''دھوپ گلاب اور خیالی مرد۔ اس چوہے کو کر دے زرد۔'' اس نے کہا اور اپنی جادو کی چھڑی کو حرکت دی لیکن چوہے کی رنگت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ بدستور سوتا رہا۔

''تمہیں یقین ہے کہ یہ صحیح جادو ہے۔ یہ موثر تو نہیں ہے۔ میں صرف پریکٹس کیلئے چھوٹے موٹے جادو کامیابی سے کرتی رہی ہوں۔ ہماری فیملی میں کوئی جادوگر نہیں ہے۔ مجھے داخلے کا لیٹر ملا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی لیکن خوشی بھی ہوئی کیونکہ یہ جادوگری کا سب سے اچھا اسکول ہے۔ میں نے تو کورس کی تمام کتابیں زبانی یاد کر لی ہیں۔ میرا خیال ہے'' یہ فائدہ مند ہو گا ویسے میرا نام اخگر ہے...... مینا اخگر اور آپ کا کیا نام ہے؟''

وہ بہت جلدی جلدی بولتی تھی۔ حارب نے رامس کو دیکھا۔ رامس کے چہرے پر شاک دیکھ کر اسے

سکون ہوا۔ ایک وہی نہیں تھا' جس نے کتابیں کھول کر دیکھی بھی نہیں تھیں۔ رامس کا بھی یہی حال تھا لیکن اس لڑکی کا دعویٰ تھا کہ وہ تمام کتابیں گھول کر پی چکی ہے۔

''میں رامس قرولی ہوں۔'' رامس نے کھسیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اور میں حارب چمرخی ہوں۔''

''کیا واقعی؟ تمہارے بارے میں تو میں نے بہت پڑھا ہے۔ میں کچھ حوالے کی کتابیں پڑھ رہی تھیں۔ جادوگری کی جدید تاریخ میں تمہارا تذکرہ ہے اور تاریک فنون جادوگری کا عروج وزوال میں بھی...... ان بیسوی صدی کے عظیم جادوئی واقعات میں بھی۔''

''سچ؟'' حارب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''کمال ہے' تمہیں نہیں معلوم۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو پوری معلومات حاصل کرتی پہلی فرصت میں۔'' اچھا...... کس کو یہ پتا ہے کہ کون کس ہاؤس میں ہوگا۔ میں سب سے پوچھتی پھر رہی ہوں۔ بھئی میں تو افقار ہاؤس میں جانا چاہتی ہوں۔ مجھے تو سب سے اچھا یہی لگا ہے۔ سنا ہے' پروفیسر اخیار خود بھی افقار میں تھے ویسے منقار بھی برا ہاؤس نہیں ہے۔ بہر حال اب میں چلتی ہوں۔ نستیر کا مینڈک بھی ڈھونڈنا ہے۔ میرا خیال ہے' اب ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ آندھی طوفان کی طرح چلی گئی۔ مینڈک والا نستیر بھی اس کے ساتھ تھا۔

''میں کسی ہاؤس میں بھی ہوں' بس اس لڑکی کے ساتھ نہ ہوں۔'' رامس نے بھنا کر کہا۔ اب وہ اپنی جادو کی چھڑی کو غصے سے دیکھ رہا تھا۔ ''مجھے یہ جادو جامد نے سکھایا تھا۔ مجھے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ احمقانہ ہے۔ یہ فارغ اور جامد ہر معاملے میں مذاق کرتے ہیں۔''

''تمہارے بھائی کس ہاؤس میں ہیں؟'' حارب نے پوچھا۔

''افقار میں۔'' رامس نے کہا۔ وہ بجھا بجھا نظر آ رہا تھا۔ ''ممی اور ڈیڈی بھی اسی میں تھے۔ اگر میں اس ہاؤس میں نہیں گیا تو پتا نہیں وہ کیا سمجھیں گے۔ بہر حال منقار بھی برا نہیں ہے لیکن سلجار مجھے اچھا نہیں لگتا......''

''شرگی...... میرا مطلب ہے' نام چپ بھی سلجار میں ہی تھا نا۔''

''ہاں۔'' رامس نے کہا اور سیٹ پر دراز سا ہو گیا۔

حارب سوچ رہا تھا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جادوگر کیا کرتے ہوں گے۔ اس نے رامس سے پوچھا۔ ''تمہارے دو بھائی تعلیم مکمل کر چکے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں؟''

''جاسر تو تخیلستان میں ڈریگن کی نسلوں پر تحقیقی کام کر رہا ہے جبکہ پاکر زرباد میں ملازم ہے۔'' رامس نے کہا پھر اچانک ہی اسے خیال آ گیا۔ ''ارے ہاں' تم نے سنا۔ جادو نیوز میں خبر چھپی ہے۔ زرباد میں ڈاکہ پڑتے پڑتے رہ گیا۔ کسی نے ایک ہائی سکیورٹی سیف کو لوٹنے کی کوشش کی تھی۔''

''ارے واقعی؟'' حارب نے حیرت سے اسے دیکھا۔''پھر ہوا کیا؟''

''کچھ بھی نہیں۔ چور پکڑا ہی نہیں جا سکا۔ ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ وہ یقیناً کوئی طاقتور کالا جادوگر ہو گا۔ بہرحال وہ کچھ لے جا نہیں سکے اب ایسی کوئی بات ہوتی ہے تو لوگ خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ کہیں اس کے پیچھے نام چپ تو نہیں ہے۔''

حارب اب اس خبر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب ایسا ہو گیا تھا کہ نام چپ کا تذکرہ ہوتا تو اس کے اندر خوف بھر جاتا۔ وہ سوچتا کہ شاید یہ جادوگروں کی دنیا میں نیا نیا قدم رکھنے کی وجہ سے ہے لیکن سچ یہ تھا کہ شر گیس کا نام زبان پر لانا اس کیلئے آسان نہیں رہا تھا۔

''ہوائی بال میں تمہاری پسندیدہ ٹیم کون سی ہے؟'' رامس نے پوچھا۔

''میں اس کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں۔'' حارب کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔

''ارے...... یہ کیسے ممکن ہے۔ ہوائی بال دنیا کا سب سے اچھا کھیل ہے۔'' رامس نے کہا پھر وہ حارب کو اس کھیل کے متعلق بتانے لگا۔

اسی وقت کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا۔ اس بار آنے والا نہ تو نستیر تھا اور نہ مینا۔ وہ تین لڑکے تھے۔ درمیان میں جو لڑکا تھا' اسے حارب پہچانتا تھا۔ وہ زرد رو لڑکا' جس سے وہ مادام لشکارا کی دکان میں ملا تھا۔ وہ اب حارب کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا یہ سچ ہے؟'' اس نے پوچھا۔''سب کہہ رہے ہیں کہ ٹرین میں حارب چمرخی موجود ہے۔ تو یہ تم ہو؟ ہے نا؟''

''ہاں۔'' حارب نے کہا اور اس کے دائیں بائیں کھڑے لڑکوں کو غور سے دیکھا۔ وہ بھاری بھرکم اور دراز قد تھے اور چہروں سے بہت گھٹیا لگ رہے تھے اور ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ درمیان میں کھڑے لڑکوں کے باڈی گارڈ ہوں۔

''اوہ' یہ جھاؤ ہے اور یہ خار پشت۔'' زرد رو لڑکے نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔''اور میرا نام فاسد جھگڑال ہے۔''

رامس مصنوعی انداز میں کھانسا۔ لگتا تھا کہ وہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

''خوب۔ تمہیں میرے نام پر ہنسی آ رہی ہے۔'' فاسد نے خراب لہجے میں کہا۔''مگر مجھے تمہارا نام کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاپا نے بتایا تھا کہ سرخ بال قرولیوں کی پہچان ہیں...... سرخ بال' مہاسے اور کثرت اولاد جبکہ اولاد پالنا ان کی استطاعت میں نہیں ہوتا۔'' پھر وہ حارب کی طرف مڑا۔''تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ جادوگر گھرانے عام لوگوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ تم اچھے لوگوں سے تعلقات قائم نہیں کر رہے ہو۔ میں تمہیں اچھے لوگوں سے ملوا سکتا ہوں۔'' اس نے حارب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

لیکن حارب نے اس کا ہاتھ نہیں تھاما۔ ''میرا خیال ہے کہ مجھے اچھے برے کی پہچان ہے۔ تمہاری پیشکش کا شکریہ۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

فاسد جھگڑال کا چہرہ تمتمانے لگا۔ ''تمہیں محتاط رہنا چاہیے چمرخی اگر تم نرم خو نہ رہے تو تمہارا انجام بھی اپنے والدین جیسا ہوگا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کیلئے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔ تم غسام اور قرولی جیسوں کو دوست بناؤ گے تو خسارے میں رہو گے۔''

حارب اور رامس اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رامس کا چہرہ اس کے بالوں کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔

''ذرا ایک بار اور کہنا یہ بات۔'' اس نے تند لہجے میں کہا۔

''اوہ تو تم ہم سے لڑنا چاہتے ہو۔'' فاسد نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''بس تم یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' حارب نے کہا۔ اس کا لہجہ سخت تھا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ جھاؤ اور خار پشت ان سے بہت تگڑے ہیں۔

''لیکن ہمارا فی الحال ایسا ارادہ نہیں ہے۔ کیوں دوستو۔'' فاسد نے اپنے ساتھیوں سے تائید چاہی۔ ''ہم تو اپنی چیز کھا چکے ہیں لیکن تم لوگوں کے پاس خاصا سامان ضیافت موجود ہے۔''

خار پشت نے رامس کے قریب رکھے چاکلیٹی مینڈکوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ رامس اس پر جھپٹ ہی رہا تھا کہ اگلے ہی لمحے خار پشت بری طرح چیخنے لگا۔ دیکھنے والوں کی سمجھ میں ذرا دیر میں آیا۔ رامس کے چوہے اسکیبر نے اس کی انگلی میں دانت گاڑ رکھے تھے اور اس کے ہاتھ سے لٹکا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر فاسد اور جھاؤ پیچھے ہٹ گئے۔ خار پشت چیخ رہا تھا اور اپنا ہاتھ بری طرح جھٹک رہا تھا کہ کسی طرح اسکیبر گر جائے۔

پھر اسکیبر نے خود ہی خار پشت کی جان چھوڑ دی۔ وہ تینوں کمپارٹمنٹ سے بھاگ لیے۔

ایک لمحے بعد مینا وہاں آ گئی۔ ''یہاں کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے بکھری ہوئی سوئیٹس کو اور اسکیبر کو دیکھتے ہوئے پوچھا' جسے رامس دم سے پکڑ کر اٹھا رہا تھا۔

''میرا خیال ہے' اسکیبر بے ہوش ہو گیا ہے۔'' رامس نے اسکیبر کا جائزہ لیا۔ پھر بولا۔ ''ناقابل یقین۔ یہ تو پھر سے سو گیا ہے۔

اور واقعی چوہا سو گیا تھا!

''تم فاسد جھگڑال سے پہلے مل چکے ہو؟'' رامس نے پوچھا۔

حارب نے اسے دکان میں اپنی فاسد سے ملاقات کے بارے میں بتایا۔

''میں نے اس کی فیملی کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔'' رامس کے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔ ''اس کا باپ حاسد جھگڑالی نام چپ کے غائب ہو جانے کے بعد واپس آنے والے ابتدائی جادوگروں میں تھا۔ اس نے کہا کہ نام چپ نے جادو کے ذریعے اس پر قابو پایا تھا لیکن میرے ڈیڈی اسے سچ نہیں

سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جھگڑالی فیملی میں ہوسِ اقتدار بہت ہے۔ اسی لیے وہ اپنی خوشی سے نام چپ سے جا ملے تھے۔'' اچانک اسے میناا خگر کی موجودگی کا احساس ہوا۔'' ہم تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں۔''

'' جلدی سے اپنے لبادے پہن لو تم لوگ۔ انجن ڈرائیور کا کہنا ہے کہ اب ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔'' وہ بولی۔'' لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگ لڑ رہے تھے۔ مجھے تو لگتا ہے' تم لوگ اسکول پہنچنے سے پہلے ہی کسی مشکل میں پھنس جاؤ گے۔'' اس کا لہجہ بڑی بوڑھیوں جیسا ہو گیا۔

'' ہم نہیں لڑ رہے تھے۔ میرا اسکیبر لڑ رہا تھا۔'' رامس نے چڑ کر کہا۔'' اب تم یہاں سے جاؤ تاکہ ہم کپڑے بدل لیں۔''

'' ٹھیک ہے۔ میں تو اس لیے آئی تھی کہ باہر راہداری میں لوگ بچوں جیسی حرکتیں کر رہے تھے۔ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔'' مینا نے کہا۔'' ارے ہاں' تمہیں پتا ہے' تمہاری ناک پر کچھ لگا ہے۔ صاف کر لو۔''

رامس نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔ حارب کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ مینا کمپارٹمنٹ سے چلی گئی۔
باہر اب اندھیرا ہو رہا تھا اور ٹرین کی رفتار کم ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ ان دونوں نے اپنی جیکٹیں اتاریں اور اسکول یونیفارم والے لباس پہن لیے۔ رامس کا لبادہ اس کے جسم پر کچھ اونچا لگ رہا تھا۔

اچانک ٹرین میں ایک آواز گونجی۔'' پانچ منٹ بعد ہم سحر کدہ پہنچنے والے ہیں۔ آپ لوگ اپنا سامان ٹرین پر ہی چھوڑ دیں۔ وہ اسکول میں آپ تک پہنچ جائے گا۔''

ان لوگوں کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی لیکن وہ نروس بھی ہو رہے تھے۔ انہوں نے بچی ہوئی سوئیٹس جیبوں میں بھر لیں اور باہر راہداری میں نکل آئے۔

ٹرین کی رفتار کم ہوتی گئی بالآخر وہ رک گئی۔ سب لوگ دروازوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ سب کو نیچے اترنے کی بے تابی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو دھکیلتے پلیٹ فارم پر اترے باہر اندھیرا بھی تھا اور سردی بھی۔ حارب کا جسم کپکپانے لگا۔ پھر اچانک تمام طلباء کے عین اوپر ایک بے حد روشن لیمپ نمودار ہو گیا۔ وہ معلق تھا۔

پھر ایک جانی پہچانی آواز گونجی۔'' فرسٹ ایئر والے یہاں آ جائیں...... آ جاؤ حارب۔ خیریت سے پہنچ گئے۔''

طلباء کے ہجوم کے درمیان بھی غسام سب سے نمایاں اور الگ دکھائی دے رہا تھا۔

'' آؤ میرے ساتھ آؤ۔'' غسام نے کہا۔ اور کوئی ہے فرسٹ ایئر کا۔ ذرا دیکھ کر چلنا۔ آؤ میرے پیچھے......''

وہ پھلنے والا' تنگ اور ڈھلوانی راستہ تھا۔ اندھیرا بھی بہت زیادہ تھا۔ سب لوگ خاموش تھے۔ نستر کو دو تین چھینکیں آئیں۔ یہ وہ لڑکا تھا جس کا مینڈک بار بار کھو جاتا تھا۔

''ابھی تم لوگوں کو سحر کدہ کی پہلی جھلک نظر آئے گی۔'' غسام کہہ رہا تھا۔ ''بس یہ موڑ مڑتے ہی......''

پھر 'اووہ' کی اجتماعی آواز سنائی دی۔ راستہ اچانک ہی کشادہ ہو گیا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ ایک بہت بڑی سیاہ جھیل کے کنارے کھڑے تھے۔ جھیل کے پار ایک بلند پہاڑی چوٹی پر کئی میناروں اور پہلوؤں والا بہت بڑا قلعہ تھا' جس کی روشن کھڑکیاں آسمان کے ستاروں کو چھوتی نظر آ رہی تھیں۔

''ایک کشتی میں چار سے زیادہ افراد نہ بیٹھیں۔'' غسام نے بلند آواز میں کہا۔

کنارے پر کافی بڑی تعداد میں کشتیاں موجود تھیں۔ حارب اور اس کے علاوہ ان کی کشتی میں نستیر اور مینا بیٹھے تھے۔

''سب لوگ بیٹھ گئے؟'' غسام نے چیخ کر پوچھا پھر جائزہ لیا اور خود ایک کشتی میں جا بیٹھا۔

''ہاں...... آگے بڑھو۔'' اس نے کہا۔

تمام کشتیاں بیک وقت حرکت میں آئیں۔ وہ خود بخود چل رہی تھیں۔ جھیل کی سطح کانچ جیسی ہموار تھی۔ سب لوگ خاموش تھے اور سحر زدہ سے اس قلعے کی طرف دیکھ رہے تھے جس کی طرف کشتیاں بڑھ رہی تھیں جیسے جیسے وہ بڑھ رہے تھے' انہیں قلعے کی حقیقی بلندی کا احساس ہو رہا تھا۔

کشتیاں پہاڑی کے قریب چٹانی چھجے کے قریب پہنچیں تو غسام نے پکارا۔ ''سر نیچے۔''

سب نے سر نیچے کر لیے' اگلے ہی لمحے وہ ایک پُل کے نیچے سے گزر رہے تھے۔ اس کے آگے ایک سرنگ تھی...... تاریک سرنگ اور شاید وہ اس وقت قلعے کے عین نیچے تھے۔ بالآخر وہ ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے۔

وہ کنکریلے چٹانی ساحل پر جا اترے۔

''اے سنو...... یہ تمہارا مینڈک ہے نا؟'' غسام نے نستیر سے پوچھا۔

''اوہ شکر ہے۔ اکبوٹ مل گیا۔'' نستیر خوش ہو گیا۔

اب غسام چراغ لیے انہیں راستہ دکھا رہا تھا۔ وہ قلعے کے سائے میں پھیلے ہوئے مرغزار سے گزر رہے تھے۔ آگے سنگی سیڑھیاں تھیں۔ ان پر چڑھ کے وہ سحر کدہ کے داخلی دروازے پر پہنچ گئے۔ شاہ بلوط کا بنا ہوا وہ بھاری دروازہ' خوبصورت بھی تھا اور بے پناہ مضبوطی کا تاثر دے رہا تھا۔

''سب میری طرف متوجہ ہو جائیں۔'' غسام نے پکارا۔

اگلے ہی لمحے اس نے اپنے بہت جسیم ہاتھ کے گھونسے سے قلعے کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ سیاہ بالوں والی ایک دراز قد چڑیل زمردی لبادہ پہنے کھڑی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر سختی اور سنجیدگی تھی۔ حارب نے پہلی نظر میں سمجھ لیا کہ اس خاتون کی نافرمانی کرنے کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

''پروفیسر دل بست' یہ سب سال اول کے طالب علم ہیں۔'' غسام نے کہا۔
''شکریہ غسام۔ یہاں سے یہ میری ذمے داری ہے۔'' چڑیل نے کہا اور دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ دروازہ اتنا بڑا اور چوڑا تھا کہ حارب کے نیال میں پورا روفی والا اس میں بآسانی سما سکتا تھا۔ اندر دیواروں پر مشعلیں روشن تھیں۔ چھت بہت اونچی تھی اور سامنے سنگ مرمر کا خوبصورت زینہ تھا' جو بالائی منزلوں تک جاتا تھا۔

وہ سب پروفیسر دل بست کے پیچھے چلتے رہے۔ دائیں جانب جو راہداری تھی' وہاں سے جو آوازیں آرہی تھیں' ان سے پتا چلتا تھا کہ وہاں سینکڑوں افراد موجود ہیں شاید دیگر جماعتوں سے طلبا پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔

لیکن پروفیسر دل بست انہیں وہاں لے جانے کے بجائے ہال سے متصل ایک خالی کمرے میں لے گئیں وہاں وہ سب ایک دوسرے سے تقریباً چپکے کھڑے تھے کیونکہ وہ کمرہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا اور وہ بس نروس تھے۔

''سحر کدے میں خوش آمدید۔'' پروفیسر دل بست نے کہا۔'' نئے تعلیمی کے آغاز پر جو روایتی دعوت ہوتی ہے' وہ شروع ہونے والی ہے لیکن ہال میں جا کر اپنی اپنی نشست پر بیٹھنے سے پہلے یہ طے ہونا ہے کہ آپ میں کون کس ہاؤس میں جا رہا ہے۔ یہ تقریب انتخاب بے حد اہم ہے کیونکہ جب تک آپ سحر کدے میں رہیں گے' آپ کا ہاؤس ہی آپ کی فیملی ہوگا۔ آپ اپنے ہاؤس کے ساتھ کلاسز اٹینڈ کریں گے۔ آپ اپنے ہاؤس کی اقامت گاہ میں سوئیں گے اور فارغ وقت اپنے ہاؤس کے کامن روم میں گزاریں گے۔

''سحر کدے کو چار ہاؤسز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ افقار' پشتار' منقار اور سلجار۔ ان میں ہر ہاؤس کی اپنی تاریخ' اپنے اعزازات ہیں۔ ہر ہاؤس سے نامور اور عظیم جادوگر اور چڑیلیں تعلیم مکمل کر کے نکلی ہیں جب تک آپ یہاں ہیں' آپ کی فتوحات اور جو کچھ بھی اچھا آپ کریں گے' اس سے...... آپ کے ہاؤس کو پوائنٹس ملیں گے جبکہ ضابطوں کی کسی بھی خلاف ورزی پر آپ کی وجہ سے آپ کا ہاؤس پوائنٹس سے محروم ہوگا۔ سال کے آخر میں جب ہاؤس کے پوائنٹ سب سے زیادہ ہوں گے' اسے ہاؤس کپ کا ایوارڈ ملے گا' جو کہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں آپ میں سے ہر ایک سے توقع کرتی ہوں کہ وہ اپنے ہاؤس کیلئے خود کو قابل فخر اثاثہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔

''تقریب انتخاب ابھی چند منٹ بعد پورے اسکول کے طلبہ کے سامنے ہوگی۔ آپ لوگ اتنی دیر میں ممکنہ حد تک اپنی اپنی حالت درست کرلیں کیونکہ طویل سفر کے بعد آرام کے بغیر آدمی تازہ نہیں ہوتا لیکن آپ کو آرام کا موقع دعوت کے بعد ہی مل سکے گا۔ ان کی نظر میں ایک لمحے کو نستیر کے لبادے پر

رکیں، پھر راس کی ناک پر۔ حارب جلدی سے اپنے بالوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ''جب تم آپ کیسے تیار ہو جائیں گے تو میں آپ کو بتا دوں گی۔ پلیز خاموشی سے انتظار کیجیے۔'' یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔

''یہ کیسے طے ہوگا کہ کون کس ہاؤس میں جائے گا۔'' حارب نے راس سے پوچھا۔

''ممکن ہے، کوئی ٹیسٹ ہو۔ حامد کہہ رہا تھا کہ اس میں تکلیف ہوتی ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق مذاق کر رہا تھا۔''

ٹیسٹ..... اور پورے اسکول کے سامنے۔ حارب کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ اسے تو کچھ آتا ہی نہیں۔ آتے ہی ٹیسٹ۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس نے تشویش بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا مگر سبھی پریشان نظر آ رہے تھے۔ سب ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ یہ سوچ کر اسے کچھ سکون ہوا۔ مینا ڈگر کے سوا سب خاموش تھے۔ وہ سرگوشی میں بتا رہی تھی کہ کیسے کیسے منتروں کی وہ مشق کر چکی ہے۔ حارب کوشش کر رہا تھا کہ اس کی طرف توجہ نہ دے۔ ایسا نروس وہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے فرش پر نظریں جما دی تھیں۔

پھر ایسا ہوا کہ وہ گھبرا کر اچھل پڑا۔ اس کے عقب میں کئی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ ''کیا..... کیا مصیبت.....'' بے شمار آوازیں ابھریں۔

ان سب کی سانسیں رکنے لگیں۔ عقبی دیوار سے بھوتوں کا ایک ریلا نکلا تھا۔ ان کی تعداد پندرہ بیس سے کم نہیں تھی۔ وہ سفید رنگ کے اور قدرے شفاف تھے اور ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی توجہ طلباء کی طرف نہیں تھی۔ ان کے درمیان کسی بات پر بحث ہو رہی تھی۔

''میری بات چھوڑو۔ ہمیں بہرحال اسے ایک اور موقع دینا چاہیے۔'' سادھو ٹائپ کا ایک موٹا بھوت کہہ رہا تھا۔

''بھلا! تم جانتے ہو کہ ہم پیلو کو کتنے موقع دے چکے ہیں لیکن وہ ہماری بدنامی کا باعث بن رہا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں بھوت ہے بھی نہیں۔ ارے..... تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟'' نیکر پہنے ہوئے اس بھوت کو اچانک ہی طلباء نظر آ گئے تھے۔

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تو گنگ کھڑے تھے۔

''یہ نئے طلباء ہیں۔'' موٹے بھوت نے کہا جس کا نام بکلا تھا۔ ''اور اب یہ شاید ہاؤسز میں بٹنے والے ہیں۔''

چند طلباء نے اثبات میں سر ہلائے۔

''میں پشتاری ہوں۔'' بکلا نے بتایا۔

''چلو۔ اب آگے بڑھو۔ تقریب انتخاب شروع ہونے والی ہے۔'' کسی نے کہا۔

پروفیسر دل بست واپس آ گئی تھیں۔ تمام بھوت ایک ایک کر کے تیرتے ہوئے دیوار کے پار نکل گئے۔

''اب آپ لوگ قطار بنائیں اور میرے پیچھے پیچھے آئیں۔'' پروفیسر دل بست نے کہا۔

حارب قطار میں لگ گیا۔ رامس اس کے پیچھے تھا۔ وہ کمرے سے نکلے اور بڑے ہال کی طرف چل دیئے۔

ایسے عظیم الشان اور پرشکوہ ہال کا حارب نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہاں ہزاروں کی تعداد میں موم بتیاں تھیں، جو فضا میں تیرتی پھر رہی تھیں۔ پورا ہال ان کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ ہال میں چار بے حد لمبی میزیں تھیں، جن کے دونوں طرف کرسیاں رکھی تھیں۔ اسکول کے تمام طلباء وہاں بیٹھے تھے۔ میزوں پر صاف ستھری چادریں بچھی تھیں اور ان پر سنہرے رنگ کی چمکدار پلیٹیں اور بلوری جام رکھے تھے۔

آگے چلتی ہوئی پروفیسر دل بست نے انہیں ایک جگہ روک دیا اب دوسرے طلباء ان کے سامنے تھے اور اساتذہ عقب میں۔ سب کی نگاہوں سے بچنے کیلئے حارب اوپر دیکھنے لگا۔ وہاں سیاہ مخملی چھت تھی، جس پر جگمگاتے ہوئے ستارے جڑے تھے۔ وہ بالکل آسمان جیسی لگتی تھی بلکہ حارب کو لگا کہ شاید چھت شیشے کی ہے اور پار آسمان نظر آ رہا ہے۔

''یہ جادوئی چھت ہے۔'' مینا کہہ رہی تھی۔ ''میں نے 'سحر کدہ' ایک تاریخ' نامی کتاب میں پڑھا تھا۔''

حارب پھر سامنے دیکھنے لگا۔ سال اول کے طلباء کے سامنے ایک اونچا سٹول لا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اس اسٹول کے اوپر جادوگروں کا سا ایک نکیلا ہیٹ رکھا تھا۔ ہیٹ بہت پرانا تھا اور بہت بوسیدہ اور میلا سیلا سا لگ رہا تھا۔ شاکیہ خالہ اس ہیٹ کو اپنے گھر میں رکھنا کبھی گوارا نہ کرتیں۔

کیا پتا' وہ اس میں سے خرگوش نکال کر دکھائیں۔ حارب نے سوچا۔ اب سب لوگ ہیٹ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر اچانک ہیٹ ہلنے لگا۔ اس پر ایک کٹ لگا تھا' وہ منہ کی طرح کھل گیا اور ہلنے لگا۔ اسی لمحے ہیٹ نے گانا شروع کر دیا......

میں بھدا ہوں' مجھ کو مت بتلاؤ
تم میرے ظاہر پہ نہ جاؤ
کوئی اچھا ہیٹ تو میرے سامنے لاؤ
مجھ سے اچھا کوئی نہیں ملے گا
کیونکہ میں سحر کدے کا ہیٹ ہوں
تمہارے دماغ میں کیا ہے' یہ میں بتلا سکتا ہوں
مجھ کو پہن کر دیکھ تو میں بتاؤں گا' تم کو

کہ تم کس ہاؤس کے لائق ہو
افقاری دل کے بڑے اور بہادر ہوتے ہیں
ان کا حوصلہ اور اعصاب مثالی ہیں
اور پشتاری منصف مزاج ہوتے ہیں
وفاداری ان کا وصف ہے
اور منقاری عاقل اور ذہین ہوتے ہیں
پڑھنا' سیکھنا اور سمجھنا ان کی فطرت ہے
اور سلجاری دوست بنانے والے ہوتے ہیں
اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں
میں تم سے کہتا ہوں' ڈرو نہیں اور مجھ کو سر پر رکھو
میں تم کو بتاؤں گا کہ تم کیا ہو
کیونکہ میں سوچنے والا ہیٹ ہوں

ہیٹ کا گیت ختم ہوا تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ہیٹ نے چاروں میزوں پر بیٹھے طلباء کے سامنے خود کو خم کیا' جیسے داد وصول کر رہا ہوں پھر وہ ساکت ہو گیا۔

''تو ہمیں صرف ہیٹ سر پر رکھنا ہو گا۔'' رامس نے خوش ہو کر کہا پھر بولا۔ ''فارغ کی تو میں جان لے لوں گا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ مجھے عفریت سے کشتی لڑنی ہو گی۔''

حارب مسکرایا۔ وہ دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ یہ مرحلہ آسان ہے پھر بھی اتنے بہت سے لوگوں کے سامنے ہیٹ سر پر رکھنے کا خیال اسے نروس کیے دے رہا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ہیٹ کے بیان کیے ہوئے اوصاف میں سے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ وہ بہادر ہے' نہ ذہین اور نہ ہی چالاک۔ ہیٹ کیلئے اس کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان نہیں ہو گا۔

پروفیسر دل بست آگے بڑھیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک لمبا کاغذ تھا۔ ''میں جس کا نام پکاروں' اسے اسٹول پر بیٹھ کر ہیٹ سر پر رکھنا ہو گا پھر ہیٹ اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔''

نام پکارنے جانے لگے جس کا نام پکارا جاتا' وہ اسٹول پر بیٹھتا اور ہیٹ اپنے سر پر رکھتا پھر ہیٹ اعلان کرتا...... اور وہ طالب علم چاروں میزوں میں سے اپنے ہاؤس والی میز پر چلا جاتا' جہاں موجود طلباء تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کرتے۔

شاید حارب کے دل میں شروع ہی سے سلجار ہاؤس کیلئے برائی تھی مگر سچ یہ تھا کہ اسے سلجار ہاؤس کے طلباء چہرے بشرے سے اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

ہیٹ کبھی تو سر پر پہنچتے ہی ہاؤس کا اعلان کر دیتا تھا اور کبھی اس کو فیصلہ کرنے میں خاصی دیر لگتی تھی۔

ابھی تک اس تو کیا' اس کے کسی جاننے والے کا نام بھی نہیں پکارا گیا تھا۔ بالآخر پروفیسر دل بست نے پکارا۔ ''مینا اخگر۔''

مینا تقریباً بھاگتی ہوئی گئی اور جلدی سے ہیٹ اپنے سر پر رکھ لیا۔ ''افقار۔'' ہیٹ نے فوراً ہی پکارا۔

''یہ برا ہوا۔'' رامس نے کہا۔ ''میں اس لڑکی سے دور رہنا چاہتا ہوں۔''

حارب کو اچانک ایک اور خوف ستانے لگا۔ اگر ہیٹ نے اسے کسی بھی ہاؤس کے قابل نہیں سمجھا تو کیا ہوگا؟ اس نے تصور میں دیکھا کہ ہیٹ سر پر رکھے وہ ایک گھنٹے سے بیٹھا ہے اور ہیٹ خاموش ہے اچانک پروفیسر دل بست بڑھتی ہیں اور ایک جھٹکے سے ہیٹ اس کے سر سے اتار لیتی ہیں۔ ''کوئی غلطی ہو گئی ہے لڑکے۔ تم اس اسکول کے قابل نہیں ہو۔ تمہیں اگلی ٹرین سے واپس بھجوایا جا رہا ہے۔'' وہ کہتی ہیں اور پھر حارب نے خود کو واپس جانے والی ٹرین میں دیکھا۔ وہ بہت دل شکستہ تھا اب وہ پھر روفی ولا میں ذلت اور خواری کی زندگی......

تالیوں کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔ اس دوران ہیٹ کئی طلباء کے بارے میں فیصلہ دے چکا تھا۔

نستیر کا نام پکارا گیا۔ ہیٹ نے فیصلہ کرنے میں خاص وقت لیا۔ بالآخر پکارا۔ ''افقار'' اور نستیر ہیٹ پہنے ہی پہنے افقار کی میز کی طرف بھاگا۔ ''ارے...... مجھے تو اتار دو۔'' ہیٹ چلایا۔

پورا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا۔ نستیر نے واپس جا کر ہیٹ اسٹول پر رکھا۔

''فاسد جھگڑالی۔''

ہیٹ نے فوری طور پر فاسد کو سلجاری قرار دے دیا۔ فاسد بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کے دوست جھاؤ اور خار پشت پہلے ہی سلجاریوں میں بیٹھے تھے۔

اب زیادہ لوگ نہیں رہ گئے تھے۔ حارب انتظار کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ بالآخر پروفیسر دل بست نے پکارا۔ ''حارب چرخی۔''

حارب آگے بڑھا۔ پورا ہال سرگوشیوں سے گونجنے لگا۔ حارب؟ چرخی؟ یہ وہی ہے نا؟

ہیٹ سر پر رکھتے رکھتے حارب دیکھ چکا تھا کہ سب لوگ اسے بہت غور سے دیکھ رہے ہیں پھر ہیٹ نے اس کی آنکھوں کو چھپا لیا اب وہ منتظر تھا۔

''ہوں...... مشکل ہے۔ بہت مشکل۔'' کسی نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی اور وہ یقیناً ہیٹ کی آواز تھی۔ ''حوصلہ بہت ہے' دماغ بھی برا نہیں' صلاحیت بے پناہ ہے' اومائی گڈنس...... ہاں...... خود کو ثابت کرنے اور منانے کی لگن۔ بہت دلچسپ۔ بتاؤ' میں تمہیں کہاں بھیجوں؟''

حارب نے گھبرا کر اسٹول کے کنارے پکڑ لیے۔ ہیٹ اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''بس سلجار نہیں...... کہیں بھی بھیج دو مگر سلجار میں نہیں۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔

''شیور......؟'' آر یو شیور؟ تم عظیم ثابت ہو سکتے ہو۔ پتا ہے' یہ سب کچھ تمہارے دماغ میں ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلجار تمہیں عصمت دلا سکتا ہے......''

''نہیں...... سلجار نہیں۔'' حارب نے فریاد کی۔

''نہیں تو پھر افقار ہی مناسب رہے گا۔''

اگلے ہی لمحے ہیٹ نے اعلان کیا۔ ''افقار۔''

حارب نے جلدی سے ہیٹ اتار کر اسٹول پر رکھا اور لرزتے قدموں سے افقار کی میز کی طرف بڑھا۔ وہ سلجار میں نہ جانے پر اتنا خوش تھا کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا' کہ اب تک کسی کیلئے اتنی تالیاں نہیں بجائی گئیں' جتنی اس کیلئے بجائی جا رہی ہیں۔

افقار کے پری فیکٹ پارس نے کھڑے ہو کر بہت گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا جبکہ اس کے بھائی فارغ اور جامد کھڑے ہو کر نعرے لگا رہے تھے...... حارب چمرخی ہمیں مل گیا...... حارب چمرخی افقار میں ہے۔ مزہ آ گیا۔

حارب نیکر پہنے ہوئے ایک بھوت کے سامنے بیٹھ گیا۔ بھوت نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ حارب کو ایسا لگا کہ کسی نے برفیلا پانی بالٹی بھر کر اس کے ہاتھ پر ڈال دیا ہے۔ اس کے پورے جسم میں سردی کے احساس سے تھرتھری سی دوڑ گئی۔

اب وہ اساتذہ کی نسبتاً اونچی میز کو باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ میز کے قریب ترین سرے پر غسام بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ غسام نے انگوٹھا اوپر کرتے ہوئے گویا اسے داد دی۔ اونچی ٹیبل کے وسط میں ایک سنہری اور اونچی کرسی تھی۔ اس پر بیٹھے شخص کو حارب نے چاکلیٹی مینڈک میں سے نکلنے والے تصویری کارڈ کے حوالے سے پہچان لیا۔ وہ پروفیسر اخیار تھا۔ اس کے سفید بال بہت چمکدار لگ رہے تھے پھر وہاں پروفیسر جاں نثار بھی تھا...... نروس رہنے والا جوان آدمی' جس سے وہ 'رستی ہوئی کڑھائی' نامی ریسٹورنٹ میں ملا تھا۔ اس کے سر پر جامنی رنگ کی ایک بہت اونچی پگڑی تھی' جس کی وجہ سے وہ بہت عجیب لگ رہا تھا۔

اب صرف تین افراد رہ گئے تھے۔ ان میں رامس بھی تھا۔ ہیٹ نے اس کیلئے افقار کا اعلان کیا تو حارب خوش ہو گیا۔ یہ لڑکا اسے بہت اچھا لگنے لگا تھا۔

چند لمحے بعد رامس اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھا تھا۔

پروفیسر دل بست نے وہ کاغذ تہ کیا' جس میں نام پڑھ رہی تھیں اور اسٹول اور ہیٹ ہٹانے کا اشارہ کیا۔

حارب نے سامنے رکھی سنہری پلیٹ کو دیکھا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ بھوک سے اس کا بہت برا حال ہے۔

اب پروفیسر اخیار کھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر بہت کشادہ مسکراہٹ تھی اور اس کی باہیں طلباء کی طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ انہیں یوں دیکھ رہا تھا' جیسے اس کیلئے وہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوں۔

''خوش آمدید۔ سحر کدہ میں نیا تعلیمی سال مبارک ہو۔'' اس نے گونجدار آواز میں کہا۔ ''دعوت شروع ہونے سے پہلے میں آپ سے کچھ کہنا چاہوں گا۔ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ ہمیشہ میری توقعات پر پورے اترتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔''

وہ بیٹھ گیا۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔

اگلا لمحہ حارب کیلئے حیرت کا تھا۔

میز پر انواع واقسام کے کھانے آ گئے۔ روسٹ بیف' مٹر' تلے ہوئے مٹر' پڈنگ اور ایسے کھانے جو اس نے روفی ولا میں نہیں دیکھے تھے۔

اس کے برابر بیٹھے ہوئے بھوت نے کہا۔ ''میرا نام نک ہے لیکن سب مجھے تقریباً سر کٹا نک کہتے ہیں اور میں افقار ہاؤس کا بھوت ہوں۔

رامس بے حد مزے لے کر کھا رہا تھا۔

اتنے میں حارب نے دیکھا کہ میز پر ایک جادوگر بیٹھا ہے لیکن اس کو دیکھتے ہی حارب کے پیشانی کے نشان میں درد ہونے لگا۔

اسے ایک اور بھوت بھی نظر آیا جس کی شکل نہایت خوفناک تھی اور اس کے لبادے پر سفید رنگ کے خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت بھیانک لگ رہا تھا۔

''یہ کون ہے؟ حارب نے پوچھا۔''

یہ خونی نواب ہے۔ سلجار ہاؤس کا ریذیڈنٹ بھوت۔ اس سے سب ڈرتے ہیں۔ سر کٹے نک نے جواب دیا۔

حارب نے دوسری طرف منہ پھیر لیا کیونکہ مینا اس کے سامنے آ گئی تھی۔

''نک سنو! اس کے لبادے پر خون کے ایسے عجیب دھبے کیوں پڑے ہیں۔''

''میں نے کبھی پوچھا نہیں اس سے۔'' تقریباً سر کٹے نک نے بے زاری سے کہا۔

سب لوگ کھانا کھا چکے تو بچا ہوا کھانا پلیٹوں سے خود بخود غائب ہو گیا۔ اب پلیٹیں پہلے کی طرح چمک رہی تھیں۔ چند لمحے بعد پڈنگ اور آئس کریم کی ڈشیں میز پر آ گئیں۔ آئس کریم کے اتنے ذائقے وہاں موجود تھے کہ شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میٹھے کے اس دور میں گفتگو گھرانوں کے متعلق ہونے لگی۔ ''میں ففٹی ففٹی ہوں۔'' فارق نے کہا۔ ''میرے والد سوبھر پٹ ہیں۔ مما نے شادی سے پہلے انہیں نہیں بتایا تھا کہ وہ چڑیل ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ڈیڈی کو پتا چلا تو وہ کئی دن تک شاک میں رہے۔''

سب لوگ ہنسنے لگے۔ ''نستیر ......تم کیسے ہو؟'' رامس نے نستیر سے پوچھا۔
''مجھے میری دادی نے پالا ہے اور وہ بہت شاندار چڑیل ہیں لیکن ہماری فیملی میں سب سمجھتے رہے ہیں کہ میں خالص دھرپٹ ہوں۔ دادا الجی نے سر توڑ کوشش کی کہ میرے اندر کہیں تھوڑی سی جادوگری جگا دیں۔ ایک بار انہوں نے مجھے تالاب میں دھکیل دیا۔ میں ڈوبتے ڈوبتے بچا۔ ایسی تمام کوششیں ناکام رہیں یہاں تک کہ میں آٹھ سال کا ہوگیا۔ اس روز دادا نے مجھے ٹخنوں سے تھام کر چوتھی منزل کھڑکی سے لٹکایا ہوا تھا۔ دادی نے ان کی طرف کافی بڑھائی تو انہوں نے بے دھیانی میں مجھے چھوڑ دیا......''
''پھر کیا ہوا؟ تمہاری ٹانگ تو نہیں ٹوٹی؟'' فارق نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔
''کچھ بھی نہیں ہوا۔'' نستیر نے مزے لے کر کہا۔ ''میں پورے گارڈن میں اچھلتا پھرا اور اچھلتا ہی سڑک پر چلا گیا۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ دادی تو خوشی سے رونے لگیں۔ وہ سب مجھ سے ناامید ہو چکے تھے۔ دادی نے کہا...... سچا خون ہے۔ جان پر بنی تو جادو نکلا نا اس میں سے اور اسی دن دادا الجی نے مجھے یہ مینڈک خرید کر دیا تھا۔''
حارب کے دوسرے ہاتھ پر پارس قرولی اور مینا اخگر تعلیم کے سلسلے میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔
''مجھے تبدیلی ماہیت میں بہت دلچسپی ہے۔'' مینا کہہ رہی تھی۔
''ابتداء میں تو تمہیں ماچس کی تیلیوں کو سوئیوں میں تبدیل کرنا سکھائیں گے۔'' پارس نے کہا۔
اب پیٹ بھر گیا تھا تو حارب کو نیند آ رہی تھی۔ اس نے اونچی میز کی طرف دیکھا۔ غسام کے ہاتھ میں جام تھا۔ وہ کچھ پی رہا تھا۔ پروفیسر دل بست پروفیسر اخیار سے بات کر رہی تھی جبکہ پروفیسر جاں نثار چکنے ہوئے بالوں اور جھلسی ہوئی رنگت والے ایک ٹیچر سے گفتگو میں مصروف تھا۔ اس ٹیچر کی ناک طوطے کی چونچ جیسی تھی۔
جو کچھ ہوا' وہ بے حد اچانک ہوا۔ اس ٹیچر نے پروفیسر جاں نثار سے بات کرتے کرتے اچانک حارب کی طرف دیکھا۔ حارب سے اس کی نظریں ملیں اور اس کے ساتھ ہی حارب کے پیشانی کے زخم والے نشان میں اذیت کی گرم' تند اور تیز لہر دوڑ گئی۔ ''اف......'' حارب نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا۔
''کیا ہوا؟'' پارس نے پوچھا۔
''کک...... کچھ نہیں۔''
وہ اذیت کا بس ایک لمحہ تھا۔ اگلے لمحے ایسا لگا' جیسے کچھ ہوا نہیں لیکن اس ٹیچر کی نظروں نے حارب کو ایک بات کا واضح طور پر احساس دلایا تھا۔ وہ یہ کہ وہ حارب کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہے۔
''یہ پروفیسر جاں نثار کس سے بات کر رہے ہیں؟'' حارب نے پارس سے پوچھا۔
''ارے...... تم پروفیسر جاں نثار کو پہلے سے جانتے ہو؟'' پارس کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''وہ

دوسرے پروفیسر ماہر ہیں۔ جادوئی دواؤں اورزہروں کی کلاس لیتے ہیں لیکن سب کو پتا ہے کہ وہ پروفیسر جاں نثار کی جگہ لینا چاہتے ہیں وہ سیاہ فنون جادوگری کے ماہر ہیں۔''

حارب پروفیسر ماہر کو دیکھتا رہا لیکن پروفیسر ماہر نے دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھا۔

بالآخر میٹھا بھی میز سے غائب ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی پلیٹیں اور برتن بھی پھر پروفیسر اخیار کھڑا ہوا۔ ہال میں خاموشی چھا گئی۔ ''اب جبکہ ہم کھا پی چکے ہیں تو آپ سے چند باتیں اور...... نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ اس کیلئے کچھ ضروری ہدایات آپ لوگوں تک پہنچانی ہیں۔ سال اول کے طلباء سن لیں کہ گراؤنڈ کے پار جو جنگل ہے' وہ ان کیلئے ممنوعہ علاقہ ہے۔ کچھ بڑی جماعتوں کے طلباء کیلئے بھی یہ یاد رکھنا بہتر ہوگا۔

''دوسرے سحر کدہ کے مہتمم مسٹر فلیس نے مجھ سے آپ لوگوں کو یاد دہانی کرانے کو کہا ہے کہ کلاسز کے درمیان راہداریوں میں کوئی جادو استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔''

''ہوائی بال کی ٹیم کیلئے ٹرائل دوسرے ہفتے میں ہوں گے۔ جن لوگوں کو دلچسپی ہو' انہیں چاہیے کہ وہ میڈم ہوک سے رابطہ کریں۔''

''اور اب آخری بات اس سال تیسری منزل کا دائیں جانب والا کاریڈور تمام طلباء کیلئے ممنوعہ علاقہ ہے۔ میں واضح طور پر خبردار کر رہا ہوں کہ اس کاریڈ میں جانے والا ایک بے حد اذیت ناک موت مرے گا۔''

حارب یہ سن کر ہنسا کچھ اور لوگ بھی ہنسے لیکن ہنسنے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ''کیا یہ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں؟'' حارب نے پارس سے پوچھا۔

''یقیناً۔ کیونکہ عام حالات میں یہ ہمیں جانے کو منع کرتے ہیں تو اس کا سبب بھی بتاتے ہیں۔ اب جنگل ہی کو لو وہ خطرناک درندوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ بات سب جانتے ہیں لیکن میرا خیال ہے انہیں تیسری منزل پر موجود خطرے میں بارے میں پری فیلکس کو ضرور بتانا چاہیے تھا۔''

''اور اب آخر میں اسکول کا گیت۔'' پروفیسر اخیار نے چیخ کر کہا پھر اس نے اپنی جادو کی چھڑی کو جھٹکا دیا۔ اس کے کنارے سے ایک مکھی برآمد ہوئی' جس کے پچھلے حصے سے لمبا سنہری ربن بندھا ہوا تھا پھر وہ ربن لہرانے لگا......اور لہراتے ہوئے حروف کی شکل اختیار کرنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی ہال اس گیت سے گونج اٹھا......

سحر کدے او سحر کدے' کچھ ہم کو سکھا
ان کو بھی جو بڈھے اور گنجے ہیں
اور ان کو بھی جو بچے ہیں
ہم سب کے سر دانش سے خالی ہیں

تو ہمارے دماغوں کو بھر دے

ان چیزوں سے، جو سب چیزوں سے بھاری ہوں

وہ یاد دلا ہم کو جو بھول چکے ہوں ہم

ہم تجھ سے سیکھنے آئے ہیں

ہم کوشش کرنے آئے ہیں اے سحر کدے...... اے سحر کدے

وہ گیت سب لوگ گا رہے تھے...... مختلف دھنوں میں۔ کوئی آہستہ اور کوئی تیز۔ گیت ختم ہوا تو پروفیسر اخیار تالیاں بجا رہا تھا۔ ''آہ موسیقی۔'' اس نے اپنی نم آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہر جادو سے بڑا جادو ہے۔ اب سونے کا وقت ہو گیا ہے دوستو۔ چل دو۔''

افقار کے سال اول کے طلباء پارس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ ان کا رخ سنگ مرمر کے زینے کی طرف تھا۔ حارب کے پاؤں من من بھر کے ہو رہے تھے۔ ایسی تھکن اسے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی مگر ایسا خوبصورت اور دلچسپ دن بھی اس نے پہلے کبھی نہیں گزارا تھا۔ اس پر نیند کا ایسا غلبہ تھا کہ اسے اپنی طرف دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے طلباء بھی نظر نہیں آئے۔ اسے یہ احساس بھی نہیں ہوا کہ اب تک پارس انہیں دو خفیہ دروازوں سے گزار چکا ہے، جہاں تصویری پردے لٹکے ہوئے تھے۔

وہ مزید کئی زینے چڑھے۔ حارب اب پاؤں گھسیٹ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اور کتنا چلنا ہوگا۔

اچانک ایک مقام پر وہ رک گئے۔ آگے کئی بیساکھیاں ہوا میں خود بخود چلتی نظر آ رہی تھیں پھر وہ ان پر برسنے لگیں۔

''یہ پیلو ہے۔ ہمارا غیر مرئی بھوت۔'' پارس نے سرگوشی میں انہیں بتایا پھر بولا۔ ''پیلو...... سامنے آئے۔''

عجیب سی آواز سنائی دی...... غبارے میں سے ہوا نکلنے کی سی آواز۔

''تو کیا مجھے خونی نواب کے پاس جانا ہوگا؟'' پارس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

تب اچانک ہی وہ چھوٹے قد کا آدمی سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں عیاری تھی اور دہانہ اس کا بہت بڑا تھا۔ وہ بیساکھیوں کے سہارے فضا میں تیر رہا تھا۔ ''اوہ...... فرسٹ ایئر والے آ گئے۔ اب مزہ آئے گا۔'' اس نے کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ ان کی طرف لپکا۔ وہ سب جھک گئے۔

''پیلو...... تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ خونی نواب کو معلوم ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں۔ میں تمہیں آخری بار سمجھا رہا ہوں۔'' پارس نے چیخ کر کہا۔

پیلو نے چڑانے والے انداز میں زبان نکالی اور غائب ہو گیا۔ جاتے جاتے اپنی بیساکھیاں اس نے نستیر کے سر پر گرا دیں۔

''تم لوگوں کو پیلو سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ یہ صرف خونی نواب کے قابو میں آتا ہے۔'' پارس نے انہیں سمجھایا۔ ''یہ تو ہم پر ہی فیلکس کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔لو...... ہم پہنچ گئے۔''

کاریڈور کے اختتام پر ایک بہت موٹی خاتون کا پورٹریٹ نصب تھا' جو ریشمی گلابی لباس پہنے ہوئے تھا۔''

''پاس ورڈ؟'' پورٹریٹ کی خاتون نے پوچھا۔

''افلاطون۔'' پارس نے کہا۔

پورٹریٹ ایک طرف ہٹا۔ دیوار میں ایک گول خلا نمودار ہوا۔ وہ سب اس میں سے گزر کر اندر داخل ہوئے۔ وہ افقار ہاؤس کا کامن روم تھا۔ ایک بہت بڑا گول کمرہ' جس میں بیشمار آرام کرسیاں تھیں۔

پارس لڑکیوں کو ان کی اقامت گاہ کی طرف لے گیا۔ اس نے لڑکوں کو ان کی اقامت گاہ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ ایک چکردار زینے پر چڑھ کر اوپر پہنچے۔ وہ یقیناً قلعے کے متعدد میناروں میں سے ایک مینار تھا۔

وہاں انہیں بڑے بیڈ نظر آئے۔ ان بیڈز کے چاروں سروں پر اونچے پول نصب تھے' جن پر پردے لٹکے ہوئے تھے یعنی وہ کورڈ بیڈ تھے' جن کے گرد رنگین پردے لٹکے ہوئے تھے اور ان کے ٹرنک پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ ٹرنک سے اندازہ ہوتا تھا کہ کون سا بیڈ کس کیلئے ہے۔

انہوں نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور لیٹ گئے۔ ''کھانا زبردست تھا نا حارب؟'' رامس نے کہا۔ ''ہش اسکیبر۔ ہٹو۔ ارے...... یہ تو میرے بستر کی چادر کاٹ رہا ہے۔''

حارب رامس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اب جاگنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ سو گیا۔

شاید حارب نے کھانا کچھ زیادہ ہی کھا لیا تھا۔ اس نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اس کے سر پر پروفیسر جاں نثار کی پگڑی تھی اور پگڑی اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ فوری طور پر افقار سے اپنا ٹرانسفر سلجار میں کرا لے کیونکہ یہ اس کا مقدر ہے۔ وہ پگڑی سے کہہ رہا تھا کہ اسے سلجار اچھا نہیں لگتا۔ یہ سن کر پگڑی بھاری ہوتی گئی...... بھاری ہوتی گئی۔ اس نے پگڑی کو سر سے اتارنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کے سر سے چپک گئی تھی۔ وہ اسے اتارنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران حاسد جھگڑال وہاں آ گیا اور اس کا مذاق اڑانے لگا پھر پروفیسر ماہر آ گیا۔ وہ زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر سبز بجلی کا کڑا کا سا ہوا...... اور اس کے ساتھ ہی حارب کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا...... اور وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

اس نے کروٹ بدلی اور فوراً ہی دوبارہ سو گیا۔ صبح وہ جاگا تو وہ خواب اسے یاد نہیں تھا۔

☆......☆......☆......☆

''وہ......ادھر دیکھو۔''

''کہاں؟''

''سرخ بالوں والے لمبے لڑکے کے برابر میں۔''

''وہ جو چشمہ لگائے ہوئے ہے؟''

''تم نے اس کا چہرہ دیکھا؟''

''اور پیشانی پر زخم کا وہ نشان؟''

جب سے حارب اقامت گاہ سے نکلا تھا' اس طرح کی سرگوشیاں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ کلاس روم کے باہر قطار لگائے کھڑے طلباء اچک اچک کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتے۔ برابر سے گزرتے ہوئے اسے گھورتے' آگے نکلنے کے بعد پلٹ کر اسے دیکھتے۔ حارب کو بہت برا لگ رہا تھا۔ وہ کلاس روم تلاش کرنے کی کوشش میں تھا......اور یہ باتیں اس کے ارتکاز میں خلل انداز ہو رہی تھیں۔

سحر کدے میں 142 زینے تھے۔ ان میں چوڑے بھی تھے اور تنگ بھی' چکردار بھی تھے اور جادوئی بھی۔ ایک زینہ ایسا تھا' جو جمعے کے دن غائب ہو جاتا تھا۔ چند زینے ایسے تھے' جن کے قدمچے اچانک غائب ہو جاتے تھے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا ضروری تھا کہ کون سا قدمچہ غائب ہو جاتا ہے پھر دروازے تھے ایسے دوازے کہ جب تک ان سے لجاجت بھرے لہجے میں استدعا نہ کی جائے' وہ کھلتے ہی نہیں تھے بعض ایسے تھے' جن پر ایک خاص مقام پر دباؤ ڈالا جاتا تو وہ کھلتے اور ایسے بھی تھے کہ دروازہ نظر ہی نہیں آتے تھے۔ ٹھوس دیوار جیسے لگتے تھے یہ یاد رکھنا بہت دشوار تھا کہ کون سی چیز کہاں ہے کیونکہ لگتا تھا کہ ہر چیز گردش کرتی رہتی ہے۔ پورٹریٹس میں موجود لوگ اپنا پورٹریٹ چھوڑ کر ملنے ملانے' باتیں کرنے کیلئے دوسرے پورٹریٹ میں جاتے رہتے تھے۔ حارب کو یقین تھا کہ وہاں ہر چیز باتیں کرتی ہے۔

حارب کو اندازہ ہو گیا کہ سحر کدہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آدمی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہو گا۔ پڑھائی تو ایک طرف رہی' صرف سحر کدے میں چلنے پھرنے کیلئے بہت اچھی یادداشت اور زبردست حاضر دماغی ضروری تھی۔ ایسے ماحول میں صرف رہنے اور وقت گزارنے سے جو دماغی تربیت ہوتی' بے مثال ہوتی۔

پھر بھوت بھی بہت بڑا مسئلہ تھے۔ آپ کھڑے کسی دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اچانک کوئی بھوت بند دروازے سے گزر کر نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسے میں آپ پر کیا گزرے گی۔ تقریباً سرکٹا نک نیک طبع تھا۔ وہ رہنمائی کرتا' راستہ دکھاتا لیکن پیلو بہت بڑا وبال تھا۔ وہ ستانے والا تھا۔ آپ لیٹ ہو گئے ہوں اور کلاس اٹینڈ کرنے کیلئے جلدی کر رہے ہوں اور پیلو کو پتا چل جائے تو وہ عجیب عجیب حرکتیں کرے گا۔ ڈسٹ بن الٹا کر آپ کے سر پر دے مارے گا۔ آپ کے پیروں کے نیچے سے قالین کھینچ لے گا۔ آپ پر چاک کے ٹکڑوں کی برسات کر دے گا۔ کچھ نہیں تو پیچھے سے آ کر آپ کو ڈرا دے گا جبکہ وہ غیر مرئی بھی ہو۔

پیلو سے بدتر سحر کدے کا منتظم فلیس تھا۔ پہلی صبح حارب اور رامس بد قسمتی سے اس کے چنگل میں پھنس گئے۔ وہ ایک بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہے تھے انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ ممنوعہ تیسری منزل پر جانے والا دروازہ ہے۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم ممنوعہ منزل پر جانے کی کوشش کر رہے ہو۔'' فلیس غصے سے چلایا۔

''جی...... نن...... نہیں تو۔ ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ یہ وہ دروازہ ہے۔'' حارب نے کہا۔

''میں نہیں مانتا۔ میں تمہیں تاریک کوٹھڑی میں بند کر دوں گا۔''

وہ تو خیر ہوئی کہ پروفیسر جاں نثار اس طرف آ گئے۔ انہوں نے فلیس سے ان کی جان چھڑائی۔

فلیس کی ایک پالتو بلی تھی، جسے وہ مسز نورس کہہ کر پکارتا تھا۔ وہ بھورے رنگ کی مریل سی، جھڑوس بلی تھی، جس کی بڑی بڑی لیمپ جیسی آنکھیں خود فلیس کی آنکھوں جیسی تھیں۔ اس کے سامنے کوئی کسی ضابطے کی خلاف ورزی کرے، خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو، وہ زور سے چیختی اور صرف دو سیکنڈ میں فلیس کسی جن کی طرح وہاں نمودار ہو جاتا۔ فلیس کو سحر کدہ کے تمام خفیہ راستوں کا علم تھا۔ (فارغ اور جامد قرولی اس معاملے میں اس سے کچھ بڑھ کر ہی ہوں گے)۔ اس لیے وہ اچانک ہی کہیں بھی نمودار ہو سکتا تھا۔ اس معاملے میں وہ بھوتوں سے کسی طرح کم نہیں تھا۔

تمام طلباء فلیس اور اس کی جاسوس بلی سے نفرت کرتے تھے۔ سب کی دلی آرزو تھی کہ کبھی مسز نورس کے لات رسید کرنے کا موقع ملے لیکن بلی بہت چالاک تھی۔

اور کلاس روم تلاش کر لینے کے بعد پڑھائی تھی۔ حارب کو اندازہ ہو گیا کہ جادو بس چھڑی گھما کر منتر پڑھ دینے کا نام نہیں۔ وہ تو بہت وسیع سائنس تھی۔

ہر بدھ کو آدھی رات کے وقت انہیں دوربین کی مدد سے آسمان کا جائزہ لینا ہوتا تھا اور یہ سمجھنا ہوتا تھا کہ کون سا ستارہ اس وقت کہاں ہے ہفتے میں تین بار انہیں قلعے کے عقب میں واقع گرین ہاؤس میں جانا ہوتا تھا، جہاں وہ علم نباتات کا مطالعہ اور تجربات کرتے تھے۔ اس مضمون کو پروفیسر منجلی پڑھاتی تھیں۔ وہ چھوٹے سے قد کی جادوگرنی تھیں۔ وہ انہیں سکھاتی تھیں کہ عجیب پودے اور سماروغ کیسے ہوتے ہیں، کیسے ان کا خیال رکھا جانا چاہیے...... اور ان میں سے کون سا کہاں استعمال ہوتا ہے۔

سب سے بور کلاس تاریخ سحر و ساحراں کی تھی۔ یہ واحد کلاس تھی، جہاں پڑھانے والا ایک بھوت تھا۔ پروفیسر بھبھوت بہت ہی بوڑھا تھا۔ اس کی کہانی بھی عجیب تھی۔ ایک رات وہ اسٹاف روم کے آتش دان کے سامنے بیٹھا بیٹھا سو گیا تھا۔ اگلی صبح وہ اٹھا اور کلاس لینے کیلئے چلا گیا تو اس کا جسم وہیں آتش دان کے سامنے رہ گیا اور روح کلاس میں چلی گئی۔

پھر پروفیسر خلجان تھے، جو منتر پڑھاتے تھے۔ ان کا قد اتنا چھوٹا تھا کہ انہیں کتابوں کے ڈھیر پر کھڑا

ہونا پڑتا تھا تاکہ ان کے طلباء انہیں دیکھ سکیں۔ پہلے دن انہوں نے حاضری لینے کیلئے رجسٹر کھولا۔ حارب کا نام آیا تو ان کے منہ سے ہیجانی چیخ نکلی اور وہ کتابوں کے ڈھیر کے پیچھے غروب ہو گئے۔

پروفیسر دل بست سب سے مختلف تھیں۔ حارب کا پہلا اندازہ درست تھا۔ وہ ایسی نہیں تھیں کہ کوئی ان کی حکم عدولی کرے۔ وہ ڈسپلن کے معاملے میں بہت سخت اور ویسے بہت ذہین اور سمجھدار تھیں۔ پہلی ہی کلاس میں انہوں نے انہیں تفصیل ہدایات ذہن نشین کرادی تھیں۔ ''تبدیلی ماہیت سحر کدے میں سکھائے جانے والے جادوؤں میں سب سے پیچیدہ اور خطرناک فن ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''اب میں بتادوں کہ میری کلاس میں گڑ بڑ کرنے والا' زور سے باتیں کرنے والا اور توجہ نہ دینے والا طالب علم صرف ایک بار نکالا جائے گا اور دوبارہ کبھی میری کلاس میں نہیں آئے گا۔''

اس کے بعد انہوں نے اپنی میز کو بھینس میں تبدیل کر کے دکھایا اور پھر دوبارہ اسے میز بنادیا۔ وہ سب بے حد متاثر ہوئے۔ وہ خود بھی کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ ابھی ان میں یہ اہلیت نہیں ہے۔

خاص پیچیدہ ہدایات کے بعد پروفیسر دل بست نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ماچس دی۔ انہیں اس کو پن میں تبدیل کرنا تھا۔ پیریڈ ختم ہونے تک پوری کلاس میں صرف مینا ہی ایسی تھی' جو ماچس میں کوئی تبدیلی لاسکی تھی۔ وہ بھی پن تو نہیں بن سکی تھی پھر وہ چاندی کے رنگ کی چمک دار چیز بہر حال بن گئی تھی' جس کا سرا نکیلا تھا۔ پروفیسر دل بست نے وہ پوری کلاس کو دکھائی اور مینا کو مسکراہٹ سے نوازا جو کہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس لیے کہ وہ مسکرائی ہی کم تھیں۔

سب لوگ جس پیریڈ کے شدت سے منتظر تھے' وہ تاریک فنون کے خلاف دفاع کا تھا لیکن پیریڈ کے بعد انہیں مایوسی ہوئی۔ پروفیسر جاں نثار نے انہیں جو کچھ پڑھایا وہ انہیں مذاق لگا۔ کلاس روم میں لہسن کی بو بسی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پروفیسر کارومانیہ میں ایک خون آشام سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ تب سے پروفیسر کو ڈر تھا کہ خون آشام ان کا خون پینے کیلئے ضرور آئے گا۔ اس لیے وہ ہمیشہ لہسن ساتھ رکھتے تھے کیونکہ خون آشام ایسے لوگوں کے قریب نہیں آتے' جن کے پاس سے لہسن کی بو آرہی ہو۔

اس کے علاوہ پروفیسر جاں نثار کی اونچی پگڑی میں سے بھی عجیب سی بو آتی تھی۔ فارغ اور جامد پورے یقین سے کہتے تھے کہ وہ پگڑی صرف اور صرف لہسنوں سے بھری ہوئی ہے تاکہ پروفیسر کہیں بھی ہو' خون آشام سے محفوظ رہے۔

حارب یہ دیکھ کر مطمئن ہوا کہ وہ اپنے ہم جماعتوں سے بہت زیادہ پیچھے نہیں ہے وہاں دھرپٹ گھرانوں کے لڑکے لڑکیاں بھی تھے' جو حارب کی طرح جادو منتر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور سیکھنے کو اتنا بہت کچھ تھا کہ اس جادوگر گھرانے کا ہونے کے باوجود حارب سے کچھ زیادہ بہتر نہیں تھا۔

جمعے کا دن حارب اور رامس کیلئے نہایت اہم تھا۔ اس روز وہ پہلی بار ناشتے کیلئے بغیر بھٹکے ہال میں

پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ ''آج ٹائم ٹیبل کیا کہتا ہے؟'' حارب نے اپنے دلیے میں چینی ڈالتے ہوئے رامس سے پوچھا۔

''دواؤں اور زہروں کی ڈبل کلاس ہے سلجار والوں کے ساتھ۔'' رامس نے کہا۔ ''پروفیسر ماہر سلجار ہاؤس کے ہیڈ بھی ہیں۔ سنا ہے کہ وہ ہمیشہ سلجار والوں کے ساتھ نرمی برتتے ہیں اب ہم دیکھ سکیں گے کہ یہ بات درست ہے یا نہیں۔''

''کاش پروفیسر دل بست ہمارے لیے نرم ہوتیں۔'' حارب نے بڑی حسرت سے کہا۔ پروفیسر دل بست افقار ہاؤس کی چیف تھیں لیکن گزشتہ روز انہوں نے اتنا ہوم ورک دیا تھا کہ اسے دیکھ کر سب کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

اسی وقت ڈاک آ گئی۔ اب حارب اس کا عادی ہو چکا تھا۔ پہلی صبح ڈاک آئی تو اسے شاک لگا تھا۔ سوڈیڑھ سو کے قریب الو اچانک ہال میں گھس آئے تھے...... اور ہال ان کے پردوں کی پھڑ پھڑاہٹ سے بھر گیا تھا۔ وہ میزوں پر چکراتے ہوئے، جن کے خطوط تھے ان کی گود میں گرا رہے تھے۔

برفیل اب تک حارب کیلئے کچھ نہیں لایا تھا۔ وہ کبھی کبھی اس کے پاس آ جاتا۔ لاڈ سے اس کے کان پر ٹھونگیں مارتا اور جب وہ اسے کوئی ٹوسٹ دیتا تو مزے لے لے کر اسے کھاتا اور پھر دیگر طلباء کے الوؤں کے پاس چلا جاتا، جو اسکول کے اول ہاؤس میں رہتے تھے۔

مگر اس صبح وہ اڑتا ہوا آیا اور شکر دان اور مارملیڈ کی پلیٹ کے درمیان ایک رقعہ گرا دیا۔ حارب نے فوراً رقعے کو کھول کر پڑھا۔ بے حد شکستہ خط میں لکھا تھا......

ڈیئر حارب

مجھے علم ہے کہ جمعے کی شام تم فارغ ہوتے ہو۔ ایسا کرو کہ تین بجے میرے پاس آ جاؤ اور چائے میرے ساتھ پیو۔ میں تمہارے پہلے ہفتے کی پڑھائی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ برفیل کے ذریعے مجھے جواب بھجواؤ۔

غسام

حارب نے رامس سے قلم مستعار لیا اور رقعے کی پشت پر لکھا۔ میں آ جاؤں گا پھر اس نے رقعہ برفیل کے پنجوں میں باندھ دیا، جو فوراً ہی اڑ گیا۔

یہ حارب کی خوش قسمتی تھی کہ غسام نے اسے چائے پر بلا لیا کیونکہ دواؤں اور زہروں کا پیریڈ اب تک کا بدترین ثابت ہوا۔

نئے تعلیمی سال کے آغاز کی دعوت کے دوران حارب نے یہ تاثر لیا تھا کہ پروفیسر ماہر اسے ناپسند کرتے ہیں لیکن ان کا پہلا پیریڈ ختم ہوتے ہوتے حارب کو یقین ہو گیا کہ اس کا اندازہ غلط تھا۔ پروفیسر ماہر اسے ناپسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اس سے نفرت کرتے تھے۔

پروفیسر خلجان کی طرح پروفیسر ماہر نے بھی حاضری کے رجسٹر سے اسٹارٹ لیا۔ حارب کے نام پر وہ ٹھٹھکے۔ ''او ہاں حارب چمرخی...... ہماری نئی مشہور اور معروف شخصیت۔'' انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

فاسد جھگڑال اور اس کے دوست جھاؤ اور خار پشت مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگے۔

پروفیسر ماہر نے حاضری لینے کے بعد کلاس کا جائزہ لیا۔ غسام کی طرح ان کی آنکھیں سیاہ سیاہ تھیں لیکن غسام کی طرح ان میں گرمجوشی نہیں تھی۔ وہ سرد اور بے تاثر آنکھیں تھیں۔ انہیں دیکھ کر تاریک سرنگوں کا خیال آتا تھا۔

''آپ لوگ یہاں دوائیں اور زہر بنانا سیکھنے آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا۔ ''یہ جادو کے میدان میں بہت اہم اور دقیق علم ہے۔'' ان کی آواز سرگوشی جتنی بلند تھی لیکن ان کا کہا ہوا ایک ایک لفظ صاف سنائی دے رہا تھا۔ پروفیسر دل بست کی طرح انہیں بھی اپنی کلاس کو شور وغل سے پاک رکھنے کا ہنر آتا تھا۔ ''اس جادو کی چھڑی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے بادی النظر میں یہ جادو نہیں لگتا۔ میں آپ سے توقع نہیں رکھتا کہ آپ بھاپ اور بلبلے اڑاتی کڑاہی کے حسن کو سمجھ سکیں گے۔ ان مائعات کی نزاکت بھری طاقت کو سراہ سکیں گے، جو انسانی خون میں رینگتی ہے تو دماغ پر سحر طاری کر دیتی ہے۔ حواس کو اپنے قابو میں کر لیتی ہے اگر آپ تھوڑے سے بھی ذہین ہیں تو میں آپ کو شہرت کو بوتل میں بند کرنا' کامیابی کشید کرنا' یہاں تک کہ موت پر ڈاٹ لگانا بھی سکھا سکتا ہوں لیکن عام طور پر مجھے اچھے شاگرد کبھی نہیں ملتے۔''

جواب میں چند لمحے خاموشی رہی۔ حارب اور اس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ مینا اخگر اپنی بینچ کے بالکل کنارے پر بیٹھی تھی۔ اس کے انداز میں اضطراب تھا۔ وہ یہ ثابت کرنے کو بے تاب ہو رہی تھی کہ وہ اتنی ڈفر نہیں ہے بلکہ وہ تیاری کر کے آئی ہے۔''

''اگر ہم شاہ بلوط کی جڑ کے برادے کو دیمک کے محلول میں ملائیں تو کیا ہوگا؟ حارب ''تم بتاؤ؟'' پروفیسر ماہر نے اچانک کہا۔

حارب نے سوالیہ نظروں سے رامس کو دیکھا مگر وہ تو اس سے بھی زیادہ ہونق دکھائی دے رہا تھا البتہ مینا اخگر بے تابی سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی۔

''مجھے نہیں معلوم سر۔'' حارب نے کہا۔

پروفیسر ماہر نے تحقیر آمیز انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ ''چچ چچ چچ...... ثابت ہوا کہ شہرت ہی سب کچھ نہیں ہے۔ علم زیادہ بڑی چیز ہے۔'' اور اس نے مینا کے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا تھا۔

''چلو حارب' ایک ٹرائی اور کرتے ہیں۔'' چند لمحے بعد پروفیسر نے کہا۔ ''اگر میں تم سے کہوں کہ مجھے زہر مہرہ لا کر دو تو تم اسے کہاں تلاش کرو گے؟''

مینا کا ہاتھ پھر بلند ہوا لیکن حارب کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ زہر مہرہ ہوتی ہے کیا چیز ہے؟ اب وہ فاسد جھاؤ اور خار پشت سے نظریں چرا رہا تھا' جو پیٹ پکڑ کر ہنس رہے تھے۔

''مجھے نہیں معلوم جناب۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

پروفیسر نے پھر ہونٹ سکوڑے۔''اس کا مطلب ہے' یہاں آنے سے پہلے تم نے کوئی کتاب کھول کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی۔''

حارب کو کتابوں کے اسٹور میں رکھی کتاب...... ایک ہزار طبی جڑی بوٹیاں...... کا خیال آیا اب پروفیسر ماہر کیا توقع کر رہا تھا کہ وہ تمام جڑی بوٹیوں کے بارے میں پڑھ بھی لے تو کیا یاد بھی رکھ سکے گا۔

پروفیسر اب بھی مینا کے ہاتھ کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے ایک اور سوال داغا۔ حارب نے تو وہ الفاظ سنے بھی نہیں تھے۔

اس بار مینا خود اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا ہاتھ کوٹھڑی کی چھت کو چھو رہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم سر۔ لیکن شاید مینا کو معلوم ہے۔ آپ اس سے کیوں نہیں پوچھتے سر۔'' حارب نے کہا۔

اس پر کچھ طلباء ہنسے۔ فاسد اور اس کے ساتھی کھسیائے اور پروفیسر ماہر ناخوش نظر آنے لگے۔

''بیٹھ جاؤ لڑکی۔'' پروفیسر نے مینا سے کہا۔''حارب...... اب میں تمہیں ان سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔'' جواب بتانے کے بعد پروفیسر نے کہا۔''اور اس کے نتیجے میں افقار ہاؤس کا ایک پوائنٹ کم کیا جائے گا۔''

پروفیسر ماہر کی کلاس میں لگتا تھا کہ حارب ہی کی نہیں' افقار ہاؤس کی ہی شامت آئی ہوئی ہے۔ پروفیسر ماہر نے دو دو طلباء کی ٹیمیں بنائیں اور ان کو پھنسیوں اور پھوڑوں کے علاج کیلئے ایک سادہ سی دوا بنانے کا کام دیا۔ وہ طلباء کو کچھ بوٹی کی سوکھی پتیاں تولنے اور سانپوں کے ڈنک توڑتے دیکھتے رہے۔ فاسد کے سوا سب دوا کی تیاری میں لگے ہوئے تھے۔ یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ پروفیسر ماہر فاسد کو پسند کرتے ہیں۔ بہرحال فاسد اپنے دوستوں کو اپنے جھوٹے سچے کارنامے سنانے میں لگا ہوا تھا۔

اچانک سانپ کے پھنکارنے کی سی آواز آئی اور کلاس روم سبز رنگ کے دھوئیں سے بھر گیا۔ نجانے کیسے...... بہرحال نستیر ہی کی کسی حرکت کے نتیجے میں فارق کی کڑھائی نرم ہو کر تڑی مڑی ہوگئی تھی اور اس میں موجود محلول اس میں سے رس رس کر فرش پر جمع ہو رہا تھا۔ وہ جس کے پیروں تک پہنچا' ان نے اس کے جوتوں میں سوراخ کر دیئے۔ بہرحال لمحوں میں کلاس کے تمام طلباء اپنے اسٹولوں پر چڑھے کھڑے تھے۔

مگر نستیر اس محلول میں نہایا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں' بازوؤں اور ٹانگوں پر بڑی بڑی پھنسیاں نکل آئی تھیں اور وہ رو رہا تھا۔

''احمق لڑکے۔'' پروفیسر نے اپنی جادو کی چھڑی گھما کر محلول کو غائب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کڑھائی انگیٹھی پر سے اتارنے سے پہلے ہی اس میں خارپشت کی قلمیں ڈال دی ہوں گی۔''

''سر...... خارپشت کا قلم تو اس کے کان پر رکھا ہوا ہے۔'' رامس نے فاسد کے دوست خارپشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس پر بڑے زور کا قہقہہ پڑا۔ خارپشت کھسیا گیا۔

''یہ خارپشت کے پین کی نہیں' اس کے اندر کی قلموں کی بات ہو رہی ہے۔'' کسی اور نے فقرہ چست کیا۔

مگر معاملہ سنگین تھا۔ نستیر بری طرح رو رہا تھا۔ اس کی ناک لحہ لحہ پھولتی جا رہی تھی۔ ''اسے اسپتال لے کر چلو۔'' پروفیسر نے فارق سے کہا۔ پھر وہ حارب کی طرف متوجہ ہوا۔ ''نستیر کے سب سے قریب کون تھا؟ انہوں نے پوچھا حالانکہ وہ جانتے تھے۔ ''حارب...... تم نے اسے کیوں نہیں بتایا کہ کڑاہی کی انگیٹھی پر سے اتارنے سے پہلے خارپشت کی قلمیں اس میں نہیں ڈالنی چاہئیں۔ ہاں...... میں سمجھا۔ تم نے سوچا ہوگا کہ اس کی ناکامی تمہیں نمایاں کر دے گی۔ بہر حال تمہاری اس حرکت نے افقار ہاؤس کو ایک اور پوائنٹ سے محروم کر دیا۔''

یہ تو صریحاً زیادتی تھی۔ حارب نے احتجاج کیلئے منہ کھولا مگر رامس نے اس کے پاؤں پر پاؤں مار کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ ''بات نہ بڑھاؤ۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''میں نے سنا ہے کہ پروفیسر ماہر کسی کے ساتھ سخت ہوں تو دلدل کی طرح ہو جاتے ہیں جتنا آگے جاؤ گے' دھنستے ہی چلے جاؤ گے۔''

پروفیسر ماہر کا کلاس روم تہ خانے کے ایک مجس میں تھا وہاں کا ماحول بہت سرد تھا۔ مرتبانوں میں مختلف محلولوں میں ڈوبے ہوئے جانور اور کیڑے مکوڑوں نے اسے اور خوفناک بنا رکھا تھا۔ پیریڈ ختم ہوا تو سب نے سکون کی سانس لی۔

لیکن حارب باہر نکلا تو بہت دل گرفتہ تھا۔ اپنے پہلے ہی ہفتے میں اس نے اپنے ہاؤس کو دو پوائنٹ سے محروم کرا دیا تھا اور اس کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر ماہر اس سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں۔

''ارے...... اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' رامس نے اسے دلاسہ دیا۔ ''پروفیسر ماہر فارغ اور جامد کے ساتھ یہی کرتے رہے ہیں۔ انہیں تو بس افقار کے پوائنٹ کم کرنے کا بہانہ چاہیے۔ اچھا سنو...... غسام کے گھر میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟''

حارب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تین بجنے میں پانچ منٹ پر وہ قلعے سے نکلے اور گراؤنڈ کی طرف چل دیئے۔ غسام ممنوعہ جنگل کے کنارے بنے ایک چھوٹے سے کاٹیج میں رہتا تھا۔

انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کسی جانور کے کسی چیز کو پنجوں سے کھرچنے اور بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی پھر غسام نے کسی کو ڈانٹا۔ ''پیچھے ہٹو فینگ...... پیچھے۔'' پھر اس نے دروازہ کھولا۔ وہ ایک بہت بڑے سیاہ کتے کو پٹے سے تھام کر روکے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''آؤ...... آ جاؤ۔'' اس نے ان سے کہا۔

کاٹیج میں صرف ایک کمرہ تھا۔ دیواروں پر گائے کے گوشت کے ٹکڑے اور شکار کیے ہوئے چند پرندے لٹک رہے تھے۔ آگ پر ایک کیتلی رکھی تھی، جس میں پانی ابل رہا تھا ایک کونے میں جہازی سائز کا ایک بہت بڑا بیڈ رکھا تھا۔

''آرام سے بیٹھو۔'' غسام نے کہا اور کتے کو چھوڑ دیا۔ کتا فوراً ہی رامس کی طرف لپکا اور اس کے کان چاٹنے لگا۔''

''یہ رامس ہے۔'' حارب نے غسام سے رامس کا تعارف کرایا۔

غسام کیتلی سے ابلتا ہوا پانی ٹی پاٹ میں ڈال رہا تھا پھر اس نے کیک کے چند ٹکڑے ایک پلیٹ پر رکھے۔ ''اوہ...... ایک اور قرولی۔'' غسام نے جھک کر کہا پھر رامس کی طرف متوجہ ہوا۔ ''میری آدھی عمر تمہارے بھائیوں کو جنگل میں گھسنے سے باز رکھتے گزری ہے۔''

کیک پیس بے حد دنداں شکن تھے۔ حارب اور رامس انہیں مزے لے لے کر کھانے کی اداکاری کرتے رہے۔ اسی دوران وہ غسام کو اپنی دوسری مصروفیات کے بارے میں بتا رہے تھے، فینگ اپنا سر حارب کے گھٹنے پر رکھ کر سو گیا تھا۔ غسام کی طرح وہ بھی دیکھنے میں جتنا خوفناک تھا، درحقیقت اتنا ہی محبتی تھا۔

''وہ بڈھا گھوڑا۔'' غسام نے فلیس کے بارے میں کہا۔ حارب اور رامس کا دل خوش ہو گیا۔ ''اور وہ مسز نورس، میرا جی تو چاہتا ہے کہ اس کی ملاقات کسی طرح اپنے فینگ سے کرادوں جب بھی میں اسکول جاتا ہوں، وہ تمام وقت میرے پیچھے لگی رہتی ہے۔ میں کہیں بھی جاؤں، اس سے پیچھا نہیں چھڑا پاتا۔ وہ منحوس فلیس اسے میرے پیچھے لگائے رکھتا ہے۔''

حارب نے اسے پروفیسر ماہر کے پیریڈ کے بارے میں بتایا۔

''اس معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' غسام نے کہا۔ ''ماہر کو بمشکل سو میں سے ایک طالب علم پسند آتا ہے۔ بنیادی طور پر وہ ناپسندیدگی کا آدمی ہے۔''

''لیکن میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔''

''بیکار بات ہے۔ وہ ایسا کیوں کرنے لگا'' غسام نے کہا لیکن وہ حارب سے نظریں چرا رہا تھا۔''

اور تمہارا بھائی جاسر کیسا ہے؟ غسام نے رامس سے پوچھا۔ ''وہ مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ جانوروں سے دوستی کرنا اسے خوب آتا ہے۔''

حارب کو لگا کہ غسام نے دانستہ موضوع بدلا ہے۔ رامس اب غسام کو اپنے بھائی کے بارے میں بتا رہا تھا۔ حارب نے قریب پڑا اخبار اٹھایا اور یونہی پڑھنے لگا۔ وہ جادو نیوز تھا۔

اچانک ایک خبر پر حارب کی نظریں جم گئیں اب وہ دلچسپی سے پڑھ رہا تھا......

زرباد میں ڈاکے کی ناکام کوشش پر تازہ ترین رپورٹ

31 جولائی کو زرباد میں گھسنے کی جو کوشش کی گئی تھی' اس کے بارے میں تفتیش کا سلسلہ جاری ہے۔ خیال کیا جا رہا ہے کہ یہ نامعلوم سیاہ جادوگروں کا کام تھا۔

زرباد کے بھوت آج بھی شدومد سے یہی کہہ رہے ہیں کہ بینک سے کچھ نہیں لے جایا گیا۔ ڈاکوؤں نے جس سیف کو ٹٹولا' وہ اسی دن خالی کیا جا چکا تھا لیکن وہ یہ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں اس سیف میں کیا تھا۔

حارب کو یاد آیا۔ ٹرین کے سفر کے دوران رامس نے اسے اس ڈکیتی کے بارے میں بتایا تھا لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ 31 جولائی کی بات تھی۔

''غسام' زرباد میں ڈکیتی کی واردات میری سالگرہ والے دن ہوئی ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''کیا پتا' اسی وقت ہوئی ہو' جب ہم وہاں موجود تھے۔''

اس بار اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ غسام اس سے آنکھ نہیں ملا رہا تھا۔ اس نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے اسے ایک اور کیک پیش کیا۔ حارب اس خبر کو دوبارہ پڑھنے لگا۔ ڈاکوؤں نے جس سیف کو ٹٹولا' وہ پہلے ہی خالی کیا جا چکا تھا' اور حارب کو یاد تھا...... غسام نے سیف نمبر 713 کو خالی کیا تھا۔ اس میں سے ایک میلا کچیلا اور بوسیدہ لفافہ نکالا تھا۔ تو کیا ڈاکو اس لفافے کے چکر میں تھے؟

ڈنر کیلئے واپس جاتے وقت حارب اور رامس کی جیبیں پتھر جیسے سخت کیکوں سے بھری ہوئی تھیں۔ غسام کی دل آزاری کے خیال سے وہ انکار نہیں کر سکے تھے۔ حارب سوچ رہا تھا کہ اب تک کسی پیریڈ نے اسے اس طرح سوچنے پر مجبور نہیں کیا' جیسے غسام کے کیبن کی ٹی پارٹی نے کیا ہے۔ کیا بات یہ ہے کہ غسام نے وہ پیکٹ بروقت نکال لیا تھا؟ اب وہ پیکٹ کہاں ہے؟ اور اس پیکٹ میں کیا ہے؟ اور پروفیسر ماہر کے بارے میں کوئی ایسی بات ہے جو غسام بتانے سے گریز کر رہا ہے؟

حارب کے ذہن میں سوالات ہی سوالات تھے۔ جواب کوئی نہیں تھا!

☆......☆......☆......☆

حارب نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کسی ایسے لڑکے سے ملاقات ہوگی، جس سے وہ ڈوڈی سے زیادہ نفرت کر سکے گا لیکن یہ فاسد جھگڑال سے ملنے سے پہلے کی بات تھی بہر حال افقار ہاؤس کے پہلے سال والوں کیلئے دواؤں اور زہر کی کلاس وہ واحد کلاس تھی، جس میں سلجار ہاؤس ان کا شریک ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے فاسد سے ٹکراؤ کا امکان بہت کم تھا۔ کم از کم حارب کا یہی خیال تھا۔

اس روز نوٹس بورڈ پر ایک نوٹس لگا، جسے ان سبھوں نے بڑی توجہ سے پڑھا۔

پرواز سکھانے کی کلاسیں جمعرات سے شروع ہو رہی ہیں۔ افقار ہاؤس اور سلجار ہاؤس مشترکہ طور پر کلاس اٹینڈ کریں گے۔

''میں اس سے ڈرتا تھا۔'' حارب نے کراہنے کے انداز میں کہا۔ ''میں اڑن جھاڑو لے کر اڑوں اور فاسد میرا مذاق اڑائے کیونکہ مجھے کچھ آتا ہی نہیں ہے۔''

''ایسی کیا بات ہے۔'' رامس نے اسے سمجھایا۔ ''یہاں سب ایک جیسے ہیں۔ فاسد ڈینگیں مارتا پھرتا ہے کہ وہ ہوائی بال کا عظیم کھلاڑی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ بس وہ پھینکتا ہے۔ اسے آتا جاتا کچھ نہیں ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ فاسد اپنے ہنر پرواز کے بارے میں بہت ڈینگیں مارتا تھا۔ اسے اس پر اعتراض تھا کہ فرسٹ ایئر والوں کو اڑن جھاڑو رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی۔ وہ کہتا تھا کہ کئی بار وہ دھر پٹوں کے ہیلی کاپٹر سے ٹکرانے سے بال بال بچا ہے۔ ادھر افقار ہاؤس میں فارق کا بھی یہی کہنا تھا۔ رامس کبھی کبھی اپنے بھائی چاسر کی اڑن جھاڑو پر اڑتا رہا تھا لیکن حارب کو تو اڑنے کے بارے میں کچھ پتا ہی نہیں تھا۔

نستیر نے بھی زندگی میں کبھی اڑن جھاڑو کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس کی دادی نے اسے موقع ہی نہیں دیا تھا۔ حارب کی سمجھ میں یہ بات آتی تھی۔ نستیر ہر کام اتنے بے ڈھنگے پن سے کرتا تھا کہ بے ضرر سے بے ضرر کام بھی اس کیلئے مخدوش ثابت ہو سکتا تھا۔

پرواز کے معاملے میں مینا نستیر سے کم نروس نہیں تھی۔ یہ ایسا کام نہیں تھا، جو کتاب پڑھنے سے آسان ہو جاتا لیکن جمعرات تک بہر حال اس نے پرواز کے موضوع پر بلاشبہ درجنوں کتابیں چاٹ ڈالیں۔ جمعرات کے دن تو وہ دوسروں کو اڑنے کے سلسلے میں بیش قیمت مشوروں سے مفت نواز رہی تھی۔ نستیر اس کی ہر بات بڑے غور سے سن رہا تھا۔

الوڈاک لے کر آئے تو مینا کا لیکچر رکا اور نستیر کے سوا سب نے سکون کی سانس لی۔

فاسد نے دیکھ لیا تھا کہ غسام کے رقعے کے سوا اب تک حارب کو کوئی خط موصول نہیں ہوا ہے۔ فاسد کا الو ہر روز اس کیلئے گھر سے سوئیٹس کے پیکٹ اور دوسری چیزیں لاتا تھا، جنہیں وہ بڑے فخر سے اپنے ساتھیوں کے سامنے کھولتا تھا۔

اس صبح ایک الو نستیر کیلئے ایک پیکٹ لایا۔ نستیر نے بڑے اشتیاق سے اسے کھولا۔ وہ بلور کی چھوٹی سی گیند تھی، جس میں ہر چند سیکنڈ کے بعد نیلا دھواں سا ابھر جاتا تھا۔ انہوں نے سب کو بڑے شوق سے وہ گیند دکھائی، جو دادی نے اسے بھجوائی تھی۔

''یہ یاد دلانے والی گیند ہے۔'' نستیر نے کہا۔ ''دادی جانتی ہیں کہ مجھے بھولنے کی عادت ہے۔ آپ کچھ بھول جائیں تو یہ گیند آپ کو یاد دلا دے گی۔''

''کیسے؟'' کسی نے پوچھا۔

''اگر آپ کچھ بھول گئے ہوں اور اسے ہاتھ میں لیں تو یہ سرخ ہو جائے گی۔ ایسے......'' اگلے ہی لمحے نستیر شرمندہ ہو گیا کیونکہ گیند سرخ ہو گئی تھی۔ اب اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بھولا ہے۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی وقت فاسد افقار ہاؤس کی میز کے قریب سے گزرا اور اس نے نستیر سے وہ گیند جھپٹ لی۔

حارب اور رامس اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ وہ فاسد سے لڑنے کیلئے کسی بہانے کی تلاش میں تھے لیکن پروفیسر دل بست نے فوراً ہی مداخلت کر ڈالی۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

''فاسد نے میری یاد دلانے والی گیند چھین لی ہے میڈم۔'' نستیر نے فریاد کی۔

فاسد نے برا سا منہ بنایا اور گیند میز پر رکھ دی۔ ''میں تو بس یونہی جائزہ لے رہا تھا۔'' اس نے کہا اور ہال سے نکل گیا۔ جھاؤ اور خار پشت اس کے پیچھے تھے۔

☆......☆......☆......☆

ساڑھے تین بجے افقار کی پوری کلاس گراؤنڈ میں پہنچ گئی، جہاں پرواز سکھانے کی کلاس شروع ہونے والی تھی۔ سلجار والے پہلے ہی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

حارب ڈر رہا تھا۔ اس نے فارغ اور جامد کو اسکول کی اڑن جھاڑوؤں کے بارے میں شکایت کرتے سنا تھا کہ زیادہ بلندی پر جائیں تو وہ مرتعش ہو جاتی ہیں اور بائیں جانب جھکنے لگتی ہیں۔

پھر ان کی ٹیچر مادام سالمہ آ پہنچیں۔ ''تم لوگ کس کا انتظار کر رہے ہو؟'' انہوں نے ڈانٹ کر کہا۔ ''سب لوگ اپنی اڑن جھاڑو کے پاس کھڑے ہو جائیں۔''

حارب نے اپنی اڑن جھاڑو کے پاس کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کافی پرانی تھی۔ کئی مقامات پر اس میں پھولنسڑے نکل ہوئے تھے۔

''اپنا سیدھا ہاتھ اپنی جھاڑو پر رکھ لو۔'' مادام سالمہ نے ہدایت دی۔ ''اور کہو......اڑن چھو۔''

''اڑن چھو۔'' سب نے چیخ کر کہا۔

حارب کی اڑن جھاڑو ایک دم سے اچھلی لیکن ایسا کم ہی لوگوں کے ساتھ ہوا تھا۔ مینا نیچے گر گئی تھی

اور نستیر جوں کا توں کھڑا تھا۔ حارب نے سوچا شاید ان اڑن جاڑوؤں کی فطرت بھی گھوڑوں جیسی ہے۔ سوار کے اندر کے خوف کو سمجھ لیتی ہیں۔ نستیر بہت خوف زدہ تھا جبکہ حارب پہلی بار خوش تھا۔

مادام سالمہ نے انہیں عمل کر کے دکھایا کہ اڑن جھاڑو پر کیسے سوار ہونا چاہیے کہ سوار پھسلے بھی نہیں پھر انہوں نے ہر طالب علم کی گرفت چیک کی۔ حارب اور رامس کو خوشی ہوئی کہ فاسد اناڑی ثابت ہوا ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ برسوں سے پرواز کر رہا ہے جبکہ اس کی گرفت تک درست نہیں تھی۔

''اب میں سیٹی بجاؤں تو تم میں سے ہر ایک زمین پر زور سے کک مارے گا۔'' مادام سالمہ نے کہا۔ ''اپنی اڑن جھاڑو کو سیدھا رکھو۔ چند فٹ اوپر تک اڑو۔ پھر جھاڑو پر آگے کی طرف جھک کر لیٹو۔ ہاں میں سیٹی بجانے والی ہوں۔ تین......دو......ایک......''

حارب کو پہلی بار معلوم ہوا کہ دھرپٹوں کے برعکس جادوگروں میں الٹی گنتی گنی جاتی ہے۔

نستیر نروس تھا۔ اسے ڈر تھا کہ سیٹی بجنے کے بعد بھی شاید وہ اڑ نہیں سکے گا لہٰذا اس نے مادام سالمہ کے ایک کہنے سے پہلے ہی کک لگا دی۔

''اے لڑکے......واپس آؤ۔'' مادام سالمہ نے اسے پکارا۔

لیکن نستیر اس بوتل کے کارک کی طرح اڑا تھا' جس میں گیس بھری ہو۔ وہ مسلسل بلند ہوتا گیا۔ بارہ فٹ......پھر بیس فٹ......حارب کو اس کا خوف زدہ چہرہ نظر آ رہا تھا پھر وہ اپنی جھاڑو پر پھسلا۔ جھاڑو تیزی سے نیچے آئی......اور اگلے ہی لمحے دھڑام......

نستیر منہ کے بل گھاس پر گرا' اور بے سدھ ہو گیا۔ اس کی اڑن جھاڑو اب بھی اڑ رہی تھی۔ البتہ وہ بتدریج جھک رہی تھی اور اس کا رخ ممنوعہ جنگل کی طرف تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

مادام سالمہ نستیر پر جھکی ہوئی تھیں اور ان کا چہرہ نستیر کے چہرے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ ''کلائی ٹوٹ گئی ہے۔'' حارب نے ان کی بڑبڑاہٹ سنی پھر وہ نستیر سے بولیں۔ ''اٹھو لڑکے' سب ٹھیک ہے۔ بس اٹھ جاؤ۔'' پھر وہ باقی لوگوں کی طرف مڑیں۔ ''میرے آنے تک تم لوگوں میں کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ میں اس لڑکے کو ہاسپٹل لے جا رہی ہوں۔ تم لوگ ان جھاڑوؤں سے دور ہٹ جاؤ۔ کوئی گڑبڑ کی تو فوراً ہی اسکول سے نکال دیئے جاؤ گے۔ اٹھو لڑکے۔''

نستیر اپنی کلائی تھامے ہوئے اٹھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ مادام سالمہ نے اسے سہارا دیا اور اسے لے کر چل دیں۔

جیسے ہی وہ کچھ دور گئیں' فاسد نے شیطانی انداز میں قہقہہ لگایا۔ ''تم نے اس کا چہرہ دیکھا تھا؟ بے جان گوشت کا ڈھیر!''

دوسرے سلجاری بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگے۔

''شٹ اپ جھگڑال۔'' افقار کی پاربتی پٹیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں سختی تھی۔

''تمہیں غم ہو رہا ہے اس کا۔'' پریچہ دلبر نے طنز کیا۔ درشت چہرے والی اس لڑکی کا تعلق سلجار ہاؤس تھا۔ ''میں نے سوچا بھی نہیں تھا پاربتی کہ تمہیں روتے بسورتے ہوئے بچے اچھے لگتے ہیں۔''

فاسد نے گھاس پر جھک کر کوئی چیز اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ دیکھو...... یہ وہ احمقانہ چیز ہے' جو اسے اس کی دادی نے بھیجی تھی۔''

سب نے دیکھا۔ وہ نستیر کی یاد دلانے والی گیند تھی۔ ''جھگڑال...... لاؤ یہ مجھے دے دو۔'' حارب نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

سب خاموش ہو گئے اور ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

فاسد کے چہرے پر تاؤ دلانیوالی مسکراہٹ تھی۔ ''میں اسے کسی ایسی جگہ پر رکھوں گا' جہاں سے نستیر خود آ کر اسے لے سکے مثلاً کسی درخت پر۔''

''یہ گیند مجھے دے دو۔'' حارب نے چیخ کر کہا۔

لیکن اس لمحے فاسد نے کک ماری اور اپنی اڑن جھاڑو کے ساتھ فضا میں بلند ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اسے اڑنا آتا تھا اور وہ بڑی مہارت سے اڑ رہا تھا اب وہ تقریباً چیڑ کے درختوں جتنی اونچائی پر تھا۔ ''آؤ چرخی' آ کر یہ گیند مجھ سے چھین لو۔'' اس نے چیلنج کیا۔

حارب نے اپنی اڑن جھاڑو کو تھام لیا۔

''نہیں حارب۔'' مینا چلائی۔ ''مادام سالمہ نے ہمیں منع کیا تھا۔ تم ہم سب کو مصیبت میں پھنساؤ گے۔''

لیکن خون حارب کی کنپٹیوں پر ٹھوکر مار رہا تھا۔ اس نے مینا کو نظر انداز کر دیا۔ وہ اڑن جھاڑو پر سوار ہوا اور اس نے زمین پر زوردار کک ماری۔ اگلے ہی لمحے وہ بڑے ہموار انداز میں آگے بڑھتے ہوئے فضا میں بتدریج بلند ہو رہا تھا۔ تیز ہوا میں اس کا لبادہ پھڑ پھڑا رہا تھا اور اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے بغیر سکھائے یہ ہنر سیکھ لیا ہے۔ اس کا وجود خالص اور سچی خوشی سے بھر گیا۔ یوں اڑنا اتنا آسان ہے اور اتنا خوش کن!

اس نے اڑن جھاڑو کے اگلے حصے کو تھوڑا سا اوپر کیا۔ وہ اور اوپر جانے لگی اب وہ اتنا اوپر تھا کہ اسد اسے نیچے نظر آ رہا تھا۔

اس نے اڑن جھاڑو کے ہینڈل کو اسٹیرنگ کی طرح گھمایا۔ چند ہی لمحوں میں وہ فضا میں فاسد جھگڑال کے روبرو تھا۔ ''لاؤ...... نستیر کی گیند مجھے دے دو۔'' وہ غرایا۔

فاسد کو اس کی توقع نہیں تھی۔ وہ ششدر تھا۔

''گیند مجھے دو۔ ورنہ میں تمہیں نیچے گرا دوں گا۔'' حارب نے اسے دھمکی دی۔

''ہاں ضرور۔'' فاسد نے زہریلے لہجے میں کہا لیکن وہ فکر مند نظر آ رہا تھا۔

نجانے کیسے..... مگر حارب کو معلوم تھا کہ کب کیا کرنا چاہیے۔ وہ آگے کی طرف جھکا اور اڑن جھاڑو کو دونوں ہاتھوں سے سختی سے پکڑ لیا۔ اڑن جھاڑو تیر طرح فاسد پر جھپٹی۔ فاسد نے بھی موقع پر بڑی مشکل سے جھکائی دے کر خود کو بچایا۔ حارب نے بہت تیزی سے یوٹرن لیا اور اڑن جھاڑو کو سیدھا کیا۔ نیچے کچھ لوگ تالیاں بجانے لگے۔

''یہاں تمہاری جان بچانے کیلئے تمہارے وہ چمچے جھاؤ اور خار پشت بھی نہیں ہیں جھگڑال۔ سوچ لو۔'' حارب نے چلا کر کہا۔

فاسد جھگڑال خود بھی یہی سوچ رہا تھا مگر اب معاملہ اس کی عزت کا تھا۔ ''پکڑ سکو تو پکڑ لو۔ اسی کیلئے آئے تھے نا تم۔'' وہ جواباً چلایا اور اس نے بلور کی گیند فضا میں اچھال دی۔

حارب نے جیسے سلو موشن میں چھوٹی سی اس گیند کو فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا پھر وہ نیچے گرنے لگی اگر چہ وہ کافی بلندی پر تھی لیکن گرتے ہوئے اس کی رفتار بڑھ گئی تھی۔

حارب آگے کی طرف جھکا اور اس نے اپنی اڑن جھاڑو کے ہینڈل کو نیچے جھکا لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ زمین کی طرف غوطہ لگا رہا تھا۔ وہ جیسے بلور کی اس گیند سے ریس لگا رہا تھا۔ ہوا اس کے کانوں میں سنسنا رہی تھی۔ نیچے سے دیکھنے والوں کی ہیجانی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔

حارب نے اپنا ہاتھ آگے کی طرف پھیلایا ہوا تھا۔ گیند زمین سے ایک فٹ اوپر ہوگی کہ حارب نے اسے دبوچ لیا۔ ساتھ ہی اس نے بروقت اڑن جھاڑو کے ہینڈل کو ذرا سا اوپر کیا ورنہ وہ منہ کے بل زمین پر گرتا۔ اگلے ہی لمحے وہ گھاس پر ماہرانہ انداز میں اتر گیا۔ نستیر کی بلوری گینداس کی مٹھی میں دبی تھی۔

''حارب چرخی۔''

آواز سن کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔ ضابطوں کی پابند' سخت گیر پروفیسر دل بست دوڑتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھیں۔ اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔

''اتنے برسوں میں سحر کدے میں ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا.....'' پروفیسر دل بست شاک کی حالت میں تھیں اور ان سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ''تمہیں..... ہمت کیسے ہوئی تمہیں..... ارے..... تمہاری گردن بھی ٹوٹ سکتی تھی۔ مر جاتے تم.....''

''پروفیسر' اس کا کوئی قصور نہیں.....''

''تم خاموش رہو مس پٹیل۔''

''لیکن پروفیسر' جھگڑال نے.....''

''بس بہت ہوگئی مسٹر قرولی۔'' پروفیسر کچھ سننے کو تیار نہیں تھیں۔ ''حارب چرخی' تم میرے ساتھ آؤ۔''

پروفیسر دل بست کے پیچھے جاتے جاتے فاسد' جھاؤ اور خار پشت کو دیکھا۔ ان کا انداز فاتحانہ تھا۔ ان کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔

حارب مریل قدموں سے پروفیسر دل بست کے پیچھے قلعے کی طرف بڑھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے اسکول سے نکال دیا جائے گا۔ وہ اپنے دفاع میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی آواز جیسے بند ہوگئی تھی۔ پروفیسر نے بھی اسے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ اتنا تیز چل رہی تھیں کہ حارب کو ان کے پیچھے دوڑنا پڑ رہا تھا۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ سحر کدے میں دو ہفتے بھی نہیں گزار سکا اور آپ اپنے نکالنے جانے کا سامان کر لیا اب دس منٹ بعد وہ واپسی کیلئے اپنا سامان پیک کر رہا ہوگا اور روفی ولا میں اس کا کیسا خیر مقدم ہوگا۔ روفی خالو تو خوش ہوں گے۔ وہ اسے یہاں بھیجنا ہی نہیں چاہتے تھے۔

وہ داخلی دروازے میں گھسے۔ سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے مگر پروفیسر نے اب بھی اس سے کوئی بات نہیں کی۔ پوچھا بھی نہیں کہ ہوا کیا تھا۔

حارب نے سوچا' شاید پروفیسر اسے پروفیسر اخیار کے روبرو لے جا رہی ہیں۔ اسے غسام کا خیال آیا۔ اسے بھی تو اسکول سے نکالا گیا تھا مگر وہ گیم کیپر کی حیثیت سے یہاں رہ رہا ہے تو ممکن ہے' اسے اسکول سے نکالنے کے بعد غسام کا اسسٹنٹ بنا دیا جائے لیکن یہ تصور اس کیلئے بہت اذیتناک تھا کہ راس اور دوسرے لوگ مکمل جادوگر بن کر یہاں سے جائیں گے اور وہ غسام کا بیگ اٹھا کر ملازم کی حیثیت سے یہاں پھرا کرے گا۔

پروفیسر دل بست ایک کلاس روم کے دروازے پر رکیں۔ انہوں نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

''معاف کیجیے گا پروفیسر خلجان' مجھے چند منٹ کیلئے مولا بخش کی ضرورت ہے۔''

مولا بخش...... یعنی ڈنڈا...... بید! حارب نے سوچا۔ اس کا مطلب تو مرمت ہے۔

لیکن مولا بخش سال پنجم کا ایک طالب علم تھا اور وہ اس طرح پیریڈ کے درمیان طلب کیے جانے پر حیران تھا۔

''تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔'' پروفیسر دل بست نے کہا اور کاریڈور میں آگے بڑھنے لگیں۔ مولا بخش متجسس نظروں سے بار بار حارب کو دیکھ رہا تھا۔

''چلو...... اندر آؤ۔'' پروفیسر نے ایک کلاس روم کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ وہاں پیلو کے سوا کوئی نہیں تھا' جو بلیک بورڈ پر گالیاں لکھ رہا تھا۔

''ہیلو...... چلو۔ نکلو یہاں سے۔'' پروفیسر دل بست نے سخت لہجے میں کہا۔

پروفیسر نے دروازہ بند کیا اور دونوں لڑکوں کی طرف مڑیں۔ ''حارب...... یہ مولا بخش ہے اور مولا بخش' یقین کرو' میں نے تمہارے لیے ایک جوئندہ تلاش کر لیا ہے۔

مولا بخش کے چہرے سے الجھن کا تاثر مٹ گیا اور اس کی جگہ مسرت نے لے لی۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ ''آپ سنجیدہ ہیں پروفیسر؟''

''بے حد۔'' پروفیسر دل بست نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔ ''یہ لڑکا پیدائشی طور پر باصلاحیت ہے۔ میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔'' پھر وہ حارب سے مخاطب ہوئیں۔ ''حارب' یہ تم نے پہلی بار اڑن جھاڑو استعمال کی تھی؟''

حارب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... اور یہ کیا ہو رہا ہے۔ بظاہر ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ اسے اسکول سے نکالا جانے والا ہے۔ اس کی ٹانگوں کی جان آہستہ آہستہ واپس آ رہی تھی۔

''اس نے پچپن فٹ کی ڈائیو کے بعد اس چیز کو پکڑا تھا۔'' پروفیسر دل بست نے کہا۔ ''اور کنٹرول ایسا تھا کہ اسے خراش بھی نہیں آئی۔ چاسر قرولی بھی یہ پرفارمنس نہیں دے سکتا تھا۔''

مولا بخش کا انداز ایسا تھا' جیسے اسے اس کے کسی اہم خواب کی تعبیر مل گئی ہو۔ ''چمرخی' تم نے کبھی ہوائی بال کا میچ ہوتے دیکھا ہے؟'' اس کے لہجے میں ہیجان تھا۔

''مولا بخش افقاری ہوائی بال ٹیم کا کپتان ہے۔'' پروفیسر نے وضاحت کی۔

''میں آپ کو بتاؤں کہ اس لڑکے کا جسم بنا بنایا ایک جوئندہ کا جسم ہے۔'' مولا بخش نے کہا۔ اب وہ چاروں طرف سے گھوم پھر کر حارب کو ہر زاویے سے ناقدانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ''ہلکا...... پھرتیلا۔ بس ہمیں اس کیلئے ایک اچھی اڑن جھاڑو کا بندوبست کرنا ہوگا۔ یا تو نمبس 2000 یا پھر کلین سویپ 7۔''

''میں پروفیسر اخیار سے پوچھوں گی کہ کیا فرسٹ ایئر والوں پر پرواز کی پابندی کے سلسلے میں کوئی نرمی کی جا سکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں پچھلے سال کے مقابلے میں اس بار زیادہ تگڑی ٹیم کی ضرورت ہے۔ پچھلی بار سلیجار والوں نے ہمارا حشر کر دیا تھا۔ میں تو ہفتوں پروفیسر ماہر سے نظریں نہیں ملا سکی تھی۔'' پروفیسر دل بست نے کہا اور کن انکھیوں سے حارب کو دیکھنے لگیں۔ ''میں چاہتی ہوں کہ تم سخت ٹریننگ کرو حارب ورنہ میں تمہاری سزا تبدیل کرنے کے بارے میں غور کرنے لگوں گی۔'' پھر وہ اچانک مسکرائیں ''تمہارے ڈیڈی ہوتے تو تم پر فخر کرتے۔ وہ خود ہوائی بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔''



وہ ڈنر کر رہے تھے۔ حارب رامس کو پوری تفصیل سنا چکا تھا۔ رامس اپنے منہ کے نوالے کو بھی بھول چکا تھا۔ ''مذاق کر رہے ہو؟'' اس نے کہا۔ ''جوئندہ لیکن سال اول والوں کو تو پرواز کی اجازت ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہوائی بال کے سب سے کم عمر کھلاڑی ہو۔ تقریباً......''

''پچھلے سو برس میں۔'' حارب نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔ اس ہیجانی شام کے نتیجے میں اسے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔ ''یہ بات مولا بخش نے مجھے بتائی ہے۔''

راس بہت زیادہ خوش۔ بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا۔ وہ منہ کھولے ایک ٹک حارب کو دیکھ جا رہا تھا۔

''اگلے ہفتے سے میری ٹریننگ شروع ہو گی۔'' حارب نے کہا۔ ''لیکن یہ بات کسی کو بتانا نہیں۔ مولا بخش اسے راز رکھنا چاہتا ہے۔''

فارغ اور جامد ہال میں داخل ہوئے۔ حارب پر نظر پڑتے ہی وہ اس کی طرف لپکے۔ ''شاباش حارب۔'' جامد نے سرگوشی میں کہا۔ مولا بخش نے ابھی ہمیں بتایا ہے۔ ہم بھی ٹیم میں ہیں۔ ہم گیند انداز ہیں۔''

''اور میں بتاؤں۔ اس سال ہم ہوائی بال کپ ضرور جیتیں گے۔'' فارغ نے بڑے جوش سے کہا۔ ''چاسر بھائی کے جانے کے بعد سے ہم اب تک جیت نہیں سکے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اب ہماری ٹیم بہت مضبوط ہو جائے گی۔ تم یقیناً حیرت انگیز ہو گے کیونکہ بات کرتے ہوئے مولا بخش کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔''

''بہرحال، اب ہم چلتے ہیں۔'' جامد بولا۔ ''قارون کا دعوا ہے کہ اس نے اسکول سے باہر نکلنے کا ایک خفیہ راستہ دریافت کیا ہے۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ وہی راستہ ہو گا۔'' جو ہم پہلے سال دریافت کر چکے ہیں۔'' فارغ نے کہا۔

''اچھا...... چلتے ہیں۔''

وہ دونوں گئے ہی تھے کہ فاسد جھگڑال نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ جھاؤ اور خار پشت بھی تھے۔
''آخری کھانا کھا رہے حارب۔'' اس نے کہا۔ ''تمہیں واپس لے جانے والی ٹرین کی روانگی کب ہے؟''

''اب جبکہ تم زمین پر موجود ہو اور تمہارے ساتھ تمہارے یاجوج ماجوج بھی ہیں تو خاصے بہادر لگ رہے ہو۔'' حارب نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں تم سے کسی بھی وقت نمٹنے کو تیار ہوں۔'' فاسد نے کہا۔ ''چاہو تو آج رات مقابلہ کر لو۔ جادوگروں کی ڈوئل...... ہتھیار صرف جادو کی چھڑی۔ لیکن میرا خیال ہے ''تم نے جادوگروں کی ڈوئل کے متعلق سنا بھی نہیں ہو گا۔''

''کیوں نہیں سنا ہو گا۔'' راس نے جلدی سے کہا۔ ''میں اس کا سیکنڈ ہوں۔ تمہارا سیکنڈ کون ہے۔''

فاسد نے جھاؤ اور خار پشت کو تولنے والی نظروں سے دیکھا۔ ''میرا سیکنڈ جھاؤ ہو گا۔'' بالآخر اس نے کہا۔ ''رات بارہ بجے ٹرافی روم میں ملاقات ہو گی۔ اس کا دروازہ کبھی لاک نہیں کیا جا سکتا۔''

''ٹھیک ہے۔''

ان کے جانے کے بعد حارب اور رامس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''یہ جادوگروں کی ڈوئل کیسی ہوتی ہے اور اس کا کیا مطلب ہے کہ تم میرے سیکنڈ ہو؟'' حارب نے اس سے پوچھا۔

'''' سیکنڈ ایک طرح کا مددگار ہوتا ہے۔ لڑنے والا مر جائے تو اس کے معاملات سنبھالتا ہے۔'' رامس نے سرسری انداز میں کہا مگر حارب کے چہرے کا تاثر دیکھ کر جلدی سے وضاحت کی۔

''لیکن بڑے لوگوں...... باقاعدہ جادوگروں کی ڈوئل میں یہ نوبت آتی ہے۔ تم اور فاسد تو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے پر چنگاریاں پھینکو گے۔ تم میں سے کسی کو بھی اتنا جادو نہیں آتا کہ دوسرے کو نقصان پہنچا سکے۔ فاسد کو یقین تھا کہ تم انکار کر دو گے۔ اسی لیے میں نے حامی بھر لی۔''

''اور اگر میں اپنی جادو کی چھڑی کو حرکت دوں اور کچھ بھی نہ ہو تو؟''

''چھڑی کو ایک طرف پھینکنا اور اس کی ناک پر گھونسہ رسید کر دینا۔'' رامس نے تجویز پیش کی۔

''ایکسکیوزمی۔''

ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔ وہ مینا اخگر تھی۔

''کیا دو آدمی کہیں بھی سکون سے بیٹھ کر بات نہیں کر سکتے؟'' رامس نے شکایتی لہجے میں کہا۔ ''کھانے کی میز پر بھی!''

مینا نے اسے نظرانداز کر دیا اور حارب سے بولی۔ ''تمہاری فاسد سے جو بات ہو رہی تھی، میرے کانوں میں بھی پڑی......''

''ظاہر ہے۔'' رامس نے منہ بنا کر کہا۔ ''تمہارے کان تو اسی چکر میں لگے رہتے ہیں۔''

''تمہیں رات کے وقت اس طرح مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں۔ تم جو پوائنٹ گنواؤ گے، وہ افقار ہاؤس کیلئے خسارے کا باعث ہوں گے۔ یہ تو خودغرضی ہے۔''

''لیکن اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔'' حارب نے خشک لہجے میں کہا۔

''گڈ بائی۔'' رامس بولا۔

☆......☆......☆......☆

اس رات حارب داسو اور فارق کے خراٹوں کی آواز سن رہا تھا۔ نستیر ابھی اسپتال سے واپس نہیں آیا تھا۔ رامس کھانے کے بعد مسلسل اسے مشورے دیئے جا رہا تھا اگر وہ یہ منتر پڑھے تو جھکائی دے کر بچنا کیونکہ مجھے اس کا توڑ یاد نہیں...... وغیرہ وغیرہ

اس بات کا قوی امکان تھا کہ فلیس کے ہاتھوں نہ سہی، مسز نورس کے ہاتھوں وہ پکڑے جائیں گے یعنی ایک ہی دن میں وہ اسکول کے دو اصولوں کی خلاف ورزی کے مجرم ہوں گے لیکن فاسد کا خیال آتا تو ان کے دل سے ہر خوف نکل جاتا۔ یہ موقع تھا کہ وہ فاسد کو منہ توڑ جواب دے سکتے تھے۔ وہ اس موقعے کو گنوانا نہیں چاہتے تھے۔

''ساڑھے گیارہ بج گئے ہیں۔'' رامس نے سرگوشی میں کہا۔''ہمیں چلنا چاہیے۔''

انہوں نے ڈریسنگ گاؤن پہنے' اپنی جادو کی چھڑیاں لیں اور ٹاور روم سے دبے قدموں نکل آئے۔ چکردار زینے سے اتر کر وہ افقار کامن روم میں پہنچے۔ وہاں چندلڑ کے آتش دان کے سامنے آرام کرسیاں لگائے بیٹھے تھے۔

وہ پورٹریٹ کے خلا کے قریب پہنچے تھے کہ ایک آواز ابھری۔''مجھے یقین نہیں آتا حارب کہ تم یہ حماقت کررہے ہو۔''

وہ مینا اخگر تھی' جو گلابی رنگ کے نائٹ گاؤن میں تھی۔ لیمپ کی پھڑ پھڑاتی روشنی میں اس کے چہرے پر گھمبیرتا نظر آرہی تھی۔

''تم؟ تم اپنے بیڈ پر جاؤ۔'' رامس نے چڑ کر کہا۔

''میں تمہارے بھائی پارس کو بتاتے بتاتے رہ گئی۔'' مینا نے متاسف لہجے میں کہا۔''وہ پری فیکٹ ہے نا۔ وہ تمہیں روک سکتا تھا؟''

حارب کو یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی دوسروں کے معاملات میں اتنی مداخلت بھی کرسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ہی تو چم چیچڑ کہا جاتا ہے۔''آؤ رامس۔'' اس نے رامس سے کہا اور پورٹریٹ کے خلا سے باہر نکل گیا۔

لیکن مینا اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ وہ بھی ان کے پیچھے چلی آئی۔ وہ غصے میں پھنکار رہی تھی۔''تمہیں افقار ہاؤس کی کوئی پروا نہیں۔ تم لوگوں کو صرف انا کی فکر ہے۔ میں نے جو پوائنٹس پروفیسر دل بست کی کلاس میں جیتے ہیں' ان سے زیادہ تم لٹا کر آؤ گے۔ میں نہیں چاہتی کہ سلجار ہاؤس کپ جیتے۔''

''چلی جاؤ۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں نے تمہیں سمجھایا تھا کل واپسی کی ٹرین میں بیٹھ کر......

لیکن وہ دونوں آگے بڑھ گئے تھے۔ مینا واپسی کیلئے پلٹی لیکن اس دوران پورٹریٹ سے موٹی خاتون غائب ہوچکی تھی اور اب مینا اندر نہیں جاسکتی تھی۔

''اب میں کیا کروں؟'' وہ چلائی۔

''یہ تمہارا دردسر ہے۔'' رامس نے کہا۔''ہمیں جانا ہے۔ ہمیں تو پہلے ہی دیر ہورہی ہے۔''

وہ کاریڈور کے آخر تک پہنچے ہی تھے کہ مینا بھی دوڑتی ہوئی ان کے پاس آگئی۔''میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔''

''ناممکن۔''

''تو کیا یہاں کھڑی ہو کر منتظر رہوں کہ کب فلیس آ کر مجھے پکڑتا ہے۔ وہ ہم تینوں کو پکڑے گا تو

میں اسے یہی بات بتادوں گی۔ میں کہہ دوں گی کہ میں تم لوگوں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی اور تم دونوں میں میری بات کی تائید کرنا۔''

''واقعی تمہارے اعصاب اوٹ گئے ہیں۔ حوصلہ تو دیکھو اپنا۔ ہم تمہیں بچانے کیلئے خلاف گواہی دیں...''

''تم دونوں چپ رہو۔ مجھے کوئی آواز سنائی دے رہی ہے۔'' حارب نے انہیں ٹوکا۔

وہ عجیب سی آواز تھی...... چھینک جیسی۔ ''مسز نورس ہوگی۔'' رامس نے کہا۔

لیکن وہ مسز نورس نہیں نستیر تھا۔ وہ فرش پر مڑا تڑا لیٹا گہری نیند سو رہا تھا مگر وہ قریب پہنچے تو جاگ اٹھا۔ ''شکر ہے تم لوگ آ گئے مجھے یہاں کئی گھنٹے ہو گئے ہیں میں پاس ورڈ بھول گیا تھا اور نیند سے برا حال ہو رہا تھا۔

''اپنی آواز نیچی رکھو اور سنو...... پاس ورڈ ہے افلاطون لیکن اس وقت تم اندر نہیں جا سکتے کیونکہ پورٹریٹ کی موٹی خاتون مسٹر گشت پر نکلی ہوئی ہے۔''

''تمہارا بازو کیسا ہے؟'' حارب نے نستیر سے پوچھا۔

''ٹھیک ہے۔ مادام حازق نے اسے ایک لمحے میں سیٹ کر دیا تھا۔''

''گڈ۔ تو اب ہم چلتے ہیں۔ ہمیں کام سے جانا ہے۔ پھر ملاقات ہوگی۔''

''مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔'' نستیر اٹھ کھڑا ہوا مگر اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ ''میں یہاں اکیلا نہیں رہنا چاہتا۔ خونی نواب پہلے ہی دوبار یہاں سے گزر چکا ہے۔''

رامس نے گھڑی میں وقت دیکھا پھر بینا کو غصے سے گھورا۔ ''اگر تم دونوں میں سے کوئی بھی پکڑا گیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی بوگ کا منتر سیکھا، سب سے پہلے تم پر آزماؤں گا۔''

بینا نے منہ کھولا مگر فوراً ہی بند کر لیا شاید وہ اپنی علمیت جھاڑنے کیلئے رامس کو بوگ کا منتر بتانا چاہ رہی تھی لیکن بروقت اسے خیال آ گیا کہ یہ تو آپ اپنے لیے گڑھا کھودنے والی بات ہے۔

وہ آگے بڑھتے رہے۔ اونچی کھڑکیوں سے چاندنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ حارب آگے آگے تھا۔ ہر موڑ پر وہ ڈرتا کہ فلیس یا اس کی بلی مسز نورس سے ٹکراؤ ہوگا لیکن قسمت ان کے ساتھ تھی۔ وہ تیزی سے تیسری منزل کے زینے کی طرف بڑھے۔ تیسری منزل پر پہنچ کر وہ دبے پاؤں ٹرافی روم کی طرف بڑھے۔

فاسد اور جھاؤ ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔ بلور کے کیسز میں رکھی ٹرافیاں چاندنی میں جگمگا رہی تھیں۔ ان میں کپ بھی تھے، پلیٹیں بھی اور مجسمے بھی۔ وہ لوگ کمرے کے دونوں دروازوں پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ وقت گزر رہا تھا۔ حارب اپنی جادوئی چھڑی کو چوکنے انداز میں پکڑے کھڑا تھا۔

''وہ لیٹ ہو گیا۔ ممکن ہے اس کا حوصلہ جواب دے گیا ہو۔'' رامس نے تبصرہ کیا۔

''سونگھ میری جان'' وہ یہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔''

وہ فلیس تھا' جو مسز نورس سے بات کر رہا تھا۔ حارب نے ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چاروں اس کمرے سے دور لپکے۔ وہ کاریڈور میں مڑے ہی تھے کہ انہیں ٹرافی روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

''وہ یہیں کہیں۔ ہوسکتا ہے' کہیں دبکے ہوئے ہوں' ' فلیس بڑبڑا رہا تھا۔

''اس طرف۔'' حارب نے سرگوشی میں کہا اب وہ ایک لمبی گیلری میں تھے' وہ اسلحہ خانہ تھا وہاں زرہیں بھی لٹک رہی تھیں۔ آہٹوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ فلیس ان سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

اچانک نستیر کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا پھر وہ کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے گھبرا کر رامس کی کمر تھام لی۔ اس کے نتیجے میں وہ دونوں وہاں لٹکی ہوئی ایک زرہ بکتر پر گرے۔

دھاتی چیزوں کے گرنے کی آواز اتنی بلند تھی کہ پورا قلعہ جاگ گیا ہوگا۔

''بھاگو۔'' حارب نے چیخ کر کہا۔

وہ چاروں اندھا دھند بھاگے انہیں بس یہ احساس تھا کہ فلیس ان کے پیچھے ہے۔ انہیں پتا ہی نہیں تھا کہ اب تک وہ کتنی راہداریاں عبور کر چکے ہیں۔ حارب آگے تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے۔

وہ ایک دیواری پردے کو نوچ کر آگے بڑھے تو انہیں ایک پوشیدہ راہداری نظر آئی۔ وہ اس میں بھاگے اور منتر کے کلاس روم کے پاس نکلے۔ انہیں احساس تھا کہ وہ ٹرافی روم سے میلوں دور آ چکے ہیں۔

''میرا خیال ہے' ہم اسے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔'' حارب نے ہانپتے ہوئے کہا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا جبکہ نستیر زمین پر نڈھال بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

''میں نے...... تمہیں سمجھ دیا تھا...... میں نے......'' مینا نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

''ہمیں جلد سے جلد افقارٹا ور میں پہنچنا ہے۔'' رامس نے کہا۔

''اب تمہاری سمجھ میں آ رہا ہے کہ فاسد نے تمہیں دھوکہ دیا۔'' مینا نے حارب سے کہا۔ ''اس کا یہاں تم سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا بلکہ وہ سکتا ہے کہ اس نے فلیس کو بتا دیا ہو کہ تم اور رامس آدھی رات کو ٹرافی روم میں چوری کرنے آؤ گے۔''

حارب دل میں اعتراف کیا کہ یہ ناممکنات میں سے نہیں لیکن وہ اس کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا۔

''چلو...... آگے بڑھو۔'' اس نے کہا۔

لیکن کوئی مرحلہ بھی آسان نہیں تھا۔ وہ دس قدم چلے ہوں گے کہ ایک دروازے کا لٹو گھوما اور اچانک ہی صیلوان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی پیلو خوشی سے چیخا۔

''شٹ اپ پیلو...... پلیز۔ اس طرح تو تم ہمیں اسکول سے نکلوا دو گے۔''

پیلو کی باچھیں کھلی جارہی تھیں۔ ''فرسٹ ایئر والے...... اور آدھی رات کو اس طرح دندناتے پھریں۔ شریر اور شیطان۔ پکڑے جاؤ گے میری جان۔''

''تم تعاون کرو تو نہیں پکڑے جائیں گے۔'' رامس نے عاجزی سے کہا۔

''میں تو فلیس کو بتاؤں گا یہ ضروری ہے۔'' پیلو نے کہا۔ ''اور اسی میں تمہاری بہتری ہے۔'' اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''ہٹو راستے سے۔'' رامس نے ہاتھ گھمایا۔

یہ اس کی غلطی تھی کیونکہ اگلے ہی لمحے پیلو حلق کے بل چلانے لگا۔ ''چور...... چور...... منتر والے کاریڈور میں...... چور چور۔''

وہ سب اندھا دھند بھاگے۔ آگ کاریڈور بند تھا۔ وہ ایک دروازے سے ٹکرائے' جو مقفل تھا۔

''پھنس گئے...... ہم پھنس گئے۔'' رامس نے گھبرا کر کہا۔ ''اب تو پیچھے بھی نہیں جاسکتے۔''

عقب سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فلیس یقیناً پیلو کی آواز پر لپک رہا تھا۔

''ہٹو ایک طرف۔'' مینا نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے حارب کی جادو کی چھڑی جھپٹی اور اس سے بند دروازے کو چھوتے ہوئے کہا۔ ''الحمرا۔''

کلک کی آواز سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ وہ جلدی سے اندر گھسے اور دروازے کو بند کرلیا اب وہ دروازے سے کان لگائے کھڑے تھے۔

''وہ کہاں گئے ہیں پیلو۔ جلدی سے بتاؤ۔'' باہر فلیس پیلو سے کہہ رہا تھا۔

''پہلے پلیز کہو۔'' پیلو بہرحال شدید بھوت تھا۔

''تم مجھ سے مت الجھا کرو۔ بتاؤ پیلو' وہ کس طرف گئے ہیں۔''

''جب تک تم پلیز نہیں کہو گے' میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔''

''اچھا ٹھیک ہے...... پلیز بتاؤ۔''

''کچھ نہیں۔'' پیلو نے فاتحانہ لہجے میں کہا پھر قہقہے لگانے لگا۔ ''میں نے کہا تھا نا' تم پلیز کہو گے تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کچھ نہیں۔ ہاہاہاہا......''

فلیس اسے برا بھلا کہتا رہا۔ قہقہوں کی دور ہوتی اواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ پیلو اب وہاں سے جارہا ہے۔

''میرا خیال ہے' ہم بچ گئے۔'' حارب نے کہا۔ ''فلیس سمجھ رہا ہے کہ یہ دروازہ لاک ہے لہٰذا ہم یہاں نہیں ہوسکتے۔ نستیر' کیا مصیبت ہے؟'' اسے اچانک احساس ہوا کہ نستیر اس کی آستین پکڑ کر کھینچ رہا ہے۔

مگر نستیر کے منہ سے آواز نہیں نکلی۔ ہاں اس نے سر گھما کر اشارہ کیا۔ حارب نے اشارے کی سمت دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے پہلے تو وہ اسے کوئی ڈراؤنا خواب ہی سمجھا مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود کو یاد دلایا کہ یہ جو کچھ بھی ہے' حقیقت ہے۔

اس نے سمجھا تھا کہ وہ کسی کمرے میں ہیں لیکن وہ کمرہ نہیں تھا۔ وہ تو کاریڈور تھا...... اور وہ تیسری منزل کا ممنوعہ کاریڈور اور اب ان کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اسے ممنوعہ کیوں قرار دیا گیا ہے۔

وہ اس وقت براہ راست ایک عفریت کتے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ وہ کتا اتنا جسیم تھا کہ اس کا سر چھت سے لگ رہا تھا اور اس کے تین سر تھے۔ اس کی چھ آنکھیں اپنے حلقوں میں گھوم رہی تھیں اور ان میں دیوانگی تھی۔ اس کی تینوں ناکوں کے نتھنے پھڑک رہے تھے۔ اس کے تین منہ تھے اور ہر منہ سے رال ٹپک رہی تھی۔ رال کیا' ایسا لگتا تھا کہ اس کے زرد دانتوں سے رسیاں سی لٹک رہی تھیں۔

کتا بالکل ساکت کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ حارب نے سمجھ لیا کہ اب تک وہ زندہ ہیں تو صرف اس لیے کہ ان کی اچانک آمد نے کتے کو حیران کر دیا ہے لیکن اب اس کی حیرانی بتدریج بھی کم ہو رہی تھی۔ اس کے منہ سے جو خوفناک غراہٹیں نکل رہی تھیں' ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ کسی بھی لمحے ان پر جھپٹ پڑے گا۔

حارب نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کا لٹو تھام لیا۔ موت اور فلیس میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا کچھ دشوار نہیں تھا۔ فلیس بدرجہا بہتر تھا بلکہ وہ تو نعمت تھا۔

وہ پیچھے کی طرف گرے۔ حارب نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا پھر وہ کاریڈور میں مخالف سمت میں پوری رفتار سے بھاگے شاید فلس انہیں کہیں اور تلاش کر رہا ہوگا کیونکہ انہیں وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ بہر حال اسی وقت تو انہیں اس بات کی پروا نہیں تھا۔ وہ تو صرف تین سروں والے اس عفریت کتے سے دور بہت دور چلے جانا چاہتے تھے۔

وہ دوڑتے رہے۔ ان کے قدم اسی وقت رکے جب وہ ساتویں منزل پر موٹی عورت کے پورٹریٹ کے سامنے پہنچ گئے۔

''تم لوگ کہاں پھر رہے ہو آدھی رات کو۔'' پورٹریٹ کی موٹی عورت نے انہیں پر تشویش نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ان کے لبادے بے ترتیب تھے اور تمتمائے ہوئے چہرے پسینے میں نہا رہے تھے۔

''اسے چھوڑو۔ ہمیں راستہ دو۔''

''پہلے پاس ورڈ بتاؤ۔'' موٹی عورت خفا ہو گئی۔

''افلاطون...... افلاطون۔''

عورت نے ایک طرف ہٹ کر انہیں راستہ دیا۔ وہ خاموشی سے گزر کر کامن روم میں داخل ہوئے۔ وہ آرام کرسیوں پر ڈھے سے گئے۔ کافی دیر تک ان میں سے کوئی بولنے کے قابل ہی نہیں تھا۔

اب مینا اپنی سانس بھی درست کر چکی تھی اور اس کا غصیلا پن بھی بحال ہو چکا تھا۔ ''تم اپنی آنکھیں بالکل استعمال نہیں کرتے ہو۔'' اس نے رامس کو ڈپٹا۔ ''تم نے دیکھا نہیں کہ وہ کتا کس چیز پر کھڑا تھا؟''

رامس تو اس سوال پر ہکا بکا رہ گیا۔ ''فرش پر ہی کھڑا ہو گا۔'' حارب نے کہا۔ ''ویسے میں اس کی ٹانگوں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اس کے تین سروں کی طرف دیکھنے سے مہلت ہی نہیں ملی مجھے۔''

''جناب' وہ فرش پر نہیں۔ فرش سے نیچے کی طرف کھلنے والے دروازے پر کھڑا تھا' جسے ٹریپ ڈور کہتے ہیں اور وہ یقیناً کسی چیز کی رکھوالی کر رہا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ انہیں تحقیر بھرے انداز سے دیکھ رہی تھی۔ ''میرا خیال ہے' تم لوگوں کی تو تسلی ہو گئی ہو گی۔ تم مارے بھی جاسکتے تھے اور اس سے بدتر بات یہ تھی کہ تم اسکول سے نکالے بھی جاسکتے تھے اب تمہارا جو جی چاہے کرو۔ میں سونے کیلئے جا رہی ہوں۔''

رامس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ''یہ کیسی بات کر رہی تھی کیا ہم اسے زبردستی...... گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔''

لیکن حارب سوچ رہا تھا۔ مینا نے اسے سوچنے کو بہت کچھ دے دیا تھا۔ کتا کسی چیز کی رکھوالی کر رہا ہے...... اور غسام نے کیا کہا تھا...... کسی چیز کو محفوظ رکھنے کیلئے زرباد بہت اچھی جگہ ہے لیکن سحر کدہ اس سے بھی زیادہ محفوظ ہے۔

اب یہ تو دو جمع دو چار والا معاملہ تھا۔ حارب نے اپنی دانست میں یہی کہا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ غسام نے جو میلا کچیلا پیکٹ زرباد کے سیف نمبر 713 سے نکالا تھا' وہ اس وقت سحر کدے میں موجود تھا...... اور تین سروں والا عفریت کتا اس پیکٹ کی رکھوالی کر رہا تھا۔

☆......☆......☆......☆

اگلے روز بھی حارب اور رامس سحر کدے میں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر فاسد کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ تھکے ہوئے بھی تھے اور انہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ نیند بھی پوری نہیں کر سکے ہیں مگر اس کے باوجود وہ تازہ دم اور خوش و خرم نظر آ رہے تھے۔

ادھر حارب اور رامس کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ رات انہوں نے جو کچھ دیکھا' وہ ان کیلئے ایک زبردست ایڈونچر تھا اور وہ مزید ایڈونچرز کیلئے تیار تھے حارب کو سیف نمبر 713 کے پیکٹ کے بارے میں جو پتہ معلوم تھا' وہ اس نے رامس کو بتا دیا تھا۔ رامس کا اندازہ بھی یہی تھا کہ تین سروں والے کتے کے نیچے تہ خانہ ہے' جہاں وہ پیکٹ محفوظ کر دیا گیا ہے اب سوال یہ تھا کہ اس پیکٹ میں کیا ہے۔

''وہ یا تو کوئی بے حد قیمتی چیز ہے یا کوئی بہت خطرناک شے۔'' رامس نے کہا۔

''اور ممکن ہے' قیمتی بھی ہو اور خطرناک بھی۔'' حارب بولا۔
انہیں یہ معلوم تھا کہ وہ جو چیز بھی ہے' دو انچ لمبی ہے لیکن اس سے آگے وہ قیاس کے گھوڑے بھی نہیں دوڑا سکتے تھے۔
نستیر اور مینا کو نہ کوئی تجسس تھا' نہ دلچسپی۔ وہ بس اتنا جانتے تھے کہ آئندہ وہ اس طرف کبھی نہیں جائیں گے۔ مینا اب حارب اور رامس سے بات بھی نہیں کر رہی تھی مگر وہ اتنی بڑبولی اور تحکم پسند تھی کہ وہ دونوں اس میں زیادہ خوش تھے کہ اس سے ان کی جان چھوٹ گئی ہے۔ ہاں فاسد سے وہ ضرور بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ایک ہفتے بعد صبح کی ڈاک آئی تو انہیں یہ موقع بھی مل گیا۔
اس صبح الو ہال میں داخل ہوئے تو سب لوگ ایک کافی لمبے اور پتلے پیکٹ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس پیکٹ کو لانے والے الوؤں کی تعداد چھ تھی۔ سب کی طرح حارب بھی اس پیکٹ کو دلچسپی اور تجسس سے دیکھ رہا تھا لیکن جب وہ الو اڑتے ہوئے اس کی طرف آئے اور وہ پیکٹ اس کی میز پر گرا دیا تو وہ خود بھی دوسروں سے کم حیران نہیں تھا۔ اس پارسل کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔
حارب نے پہلے خط کھولا اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کیونکہ خط میں لکھا تھا......

پارسل کو سب کے سامنے مت کھولنا

اس پارسل میں تمہاری نئی اڑن جھاڑو نمبس 2000 ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی اسے دیکھے ورنہ سب یہی مطالبہ کرنے لگیں گے۔ مولا بخش آج شام سات بجے تمہیں ہوائی بال کی پچ پر ملے گا وہاں تمہاری ٹریننگ کا پہلا سیشن ہوگا۔

پروفیسر دل بست

حارب کیلئے اپنی خوشی چھپانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے رامس کو وہ خط دکھایا۔
''نمبس 2000'' رامس رشک بھرے لہجے میں بڑبڑایا۔ ''میں نے تو کبھی اسے چھوا بھی نہیں ہے۔ یہ تازہ ترین ماڈل ہے۔''
وہ لوگ جلدی سے ہال سے نکلے۔ وہ اڑن جھاڑو دیکھنے کو بے تاب ہو رہے تھے اور پہلے پیریڈ کے شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت تھا۔
لیکن سیڑھیوں پر فاسد' جھاؤ اور خار پشت ان کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ فاسد نے پیکٹ حارب کے ہاتھ سے جھپٹا اور اسے چھو کر محسوس کرنے کی کوشش کی کہ اس میں کیا ہے۔ ''یہ تو اڑن جھاڑو ہے۔' اس کے لہجے میں حسد اور چہرے پر نفرت تھی۔ اس نے پیکٹ حارب کی طرف اچھالا۔ ''اس بار تم نہیں بچ سکو گے چرخی۔ فرسٹ ایئر والوں کو اڑن جھاڑو رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔''
رامس برداشت نہیں کر سکا۔ وہ فاسد کو اور جلانا چاہتا تھا۔ ''یہ کوئی استعمال شدہ اڑن جھاڑو نہیں ہے۔' اس نے تاؤ دلانے والے لہجے میں کہا۔ ''اور یہ کوئی عام اڑن جھاڑو بھی نہیں ہے۔ یہ نمبس 2000

ہے۔تم کیا کہہ رہے تھے فاسد گھر میں تم کومٹ 260 استعمال کرتے ہو۔'' پھر انہوں نے دانت نکالے۔
''کومٹ بڑی اور بھاری تو لگتی ہے مگر 2000nmbs کی تو بات ہی اور ہے۔''

''تم کیا جانو قرولی۔تم کو تو اس کا صرف ہینڈل بھی میسر نہیں آئے گا۔'' فاسد نے جواباً کہا۔''میرا خیال ہے' تم لوگ تو تنکا تنکا جمع کرو گے' تب اڑن جھاڑو بنے گی۔''

رامس جواب دینے ہی والا تھا کہ پروفیسر خلجان آ گئے۔''کیا بات ہے لڑکو؟ کوئی جھگڑا تو نہیں ہو رہا؟''

''کسی نے حارب چرخی کو اڑن جھاڑو بھجوائی ہے سر۔'' فاسد نے شکایت کی۔

''ہاں' مجھے معلوم ہے۔ پروفیسر دل بست نے مجھے بتایا تھا۔اس کیلئے خصوصی طور پر اجازت نامہ جاری کیا گیا ہے۔'' پروفیسر نے کہا پھر حارب سے پوچھا۔''حارب...... یہ کون سا ماڈل ہے؟''

''نمبس 2000 جناب۔'' حارب نے کہا۔ فاسد کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے ہنسی روکنا دوبھر ہو رہا تھا۔''اور سر' اس کیلئے میں فاسد کا شکر گزار ہوں۔اس کی وجہ سے مجھے یہ ملی ہے۔''

حارب اور رامس اوپر چلے گئے اور فاسد اپنے دوستوں کے ساتھ پاؤں پٹختا اپنے ہاؤس کی طرف چل دیا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اجازت کیسے ملی......اور یہ کہ اس کی وجہ سے کیونکر ملی۔

''بات سچی یہی ہے۔'' حارب نے رامس سے کہا۔''اگر فاسد نے نستیر کی گیند نہیں چرائی ہوتی تو میں افقار کی ٹیم میں کبھی نہیں پہنچ پاتا۔

''اوہ......تو تمہیں ضابطوں کی خلاف ورزی پر انعام ملا ہے۔'' وہ مینا کی جلی کٹی آواز تھی۔وہ حارب کے پیکٹ کو کڑی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم نے ہم لوگوں سے بات کرنا چھوڑ دیا ہے۔'' حارب نے حیرت سے کہا۔

''ہاں اور خدا کیلئے اپنا دل ہمارے لیے نرم نہ کرنا۔'' رامس نے مینا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''ہم تمہاری ناراضی اور تم سے دوری میں بہت خوش ہیں۔''

مینا بھی پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی۔

اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ پیکٹ کھول کر دیکھتے۔حارب نے پیکٹ اپنے بیڈ کے نیچے رکھا اور کلاس اٹینڈ کرنے چلا گیا لیکن اس کا دھیان اڑن جھاڑو میں اور ہوائی بال کے کھیل میں اٹکا ہوا تھا۔ پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔

بالآخر اسے موقع ملا۔اس نے رامس کے سامنے پیکٹ کھولا اور اس میں سے اڑن جھاڑو نکالی۔

''واؤ۔'' رامس نے بے ساختہ کہا۔''خوبصورت ہے۔''

حارب کو اڑن جھاڑوؤں کے بارے کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن وہ پتلی اور چمک دار جھاڑو اسے

بہت خوبصورت لگی۔ اس کا ہینڈل مہاگنی کی لکڑی کا تھا۔ اس کی دم بہت لمبی اور سیدھی تھی۔ ہینڈل پہ چمکدار حروف میں نمبس 2000 لکھا تھا۔

سات بجنے والے تھے۔ حارب قلعے سے نکلا اور گراؤنڈ کی طرف چل دیا۔ وہ جھٹ پٹے کا وقت تھا۔

وہ پہلے کبھی اسٹیڈیم میں نہیں گیا تھا وہاں کئی اسٹینڈ تھے' جن میں سینکڑوں نشستیں تھیں۔ درمیان میں ہوائی بال کی پچ تھی۔ پچ کے دونوں سروں پر تین تین سنہری پول تھے' جن میں حلقے لگے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر حارب کو دھرپٹوں کے بچوں کے ایک کھلونے کا خیال آیا' جس سے بچے بلبلے اڑاتے ہیں۔ بس فرق صرف اتنا تھا کہ یہ حلقوں والے پول 50 فٹ اونچے تھے۔

حارب کیلئے مولا بخش کا انتظار مشکل تھا۔ وہ تو اڑنے کیلئے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اڑن جھاڑو پر سوار ہوا اور کک لگائی۔ وہ ادھر ادھر اڑتا پھرا۔ اس اڑن جھاڑو کی تو بات ہی اور تھی۔ وہ اشارے پر مڑتی اور زاویے تبدیلی کرتی تھی...... معمولی سے اشارے پر۔

''اے! حارب نیچے آؤ۔''

مولا بخش آ گیا تھا۔ وہ ایک بڑا چوبی کریٹ ساتھ لایا تھا۔ حارب نیچے اتر آیا۔

''بہت خوب۔'' مولا بخش نے داد دی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''اب پروفیسر دل بست کی بات میری سمجھ میں آئی ہے۔ واقعی تم تو پیدائشی جوئندہ ہو۔ آج شام میں تمہیں کھیل سے متعارف کراؤں گا اور اس کے ضابطوں کے متعلق بتاؤں گا پھر تم ہفتے میں تین بار ٹیم پریکٹس میں حصہ لیا کرو گے۔''

مولا بخش نے کریٹ کو کھولا۔ اس میں مختلف سائز کی چار گیندیں تھیں۔ ''ہوائی بال کے کھیل کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اگرچہ کھیلنا آسان بھی نہیں ہے۔ اس میں دو ٹیمیں کھیلتی ہیں۔ ہر ٹیم میں سات کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ان میں سے تین دوڑاک ہوتے ہیں۔''

''تین دوڑاک۔'' حارب نے دہرایا۔

مولا بخش نے فٹ بال جتنی بڑی ایک سرخ چمکیلی گیند کریٹ میں سے نکالی۔ ''اسے گمبند کہتے ہیں۔ دوڑاک اسے ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں اور اسے پول پر لگے حلقے میں سے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گمبند حلقے میں سے گزر جائے تو وہ گول کہلاتا ہے۔ ہر گول پر دس پوائنٹ ملتے ہیں۔ سمجھ رہے ہو نا؟''

''میں سمجھ رہا ہوں۔ دھرپٹوں کی بارسکٹ بال میں ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''اب دونوں ٹیموں میں ایک ایک کیپر ہوتا ہے۔ میں افقار کا کیپر ہوں۔ میں حلقوں کے آس پاس اڑتا ہوں اور مخالف ٹیم کو گول کرنے سے روکتا ہوں۔''

''تین دوڑاک اور ایک کیپر۔'' حارب نے پرخیال لہجے میں کہا۔ ''اور وہ گمیند سے کھیلتے ہیں۔ تو یہ تین گیندیں کس لیے ہیں؟ اس نے کریٹ میں موجود گیندوں کی طرف اشارہ کیا۔

''اب میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ یہ لو۔'' اس نے حارب کو ایک ڈنڈا تھمایا۔ وہ اگلے سرے پر موٹائی لیے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر بیس بال کے بیٹ کا خیال آتا تھا۔

''اب یہ سمجھو کہ کارتوس کیا کرتے ہیں۔'' مولابخش نے کریٹ میں سے دو ایک جیسی گیندیں نکالیں۔ ''انہیں کارتوس کہتے ہیں۔''

حارب نے کارتوسوں کو بہت غور سے دیکھا۔ وہ سیاہ رنگ کی گیندیں تھیں...... سرخ گمیند سے کچھ چھوٹی۔ حارب محسوس کررہا تھا کہ دونوں گیندیں مولابخش کے ہاتھ سے نکلنے کیلئے مچل رہی ہیں۔ کریٹ میں بھی انہیں ایکبیلٹ کی مدد سے روکا گیا تھا۔

''پیچھے ہٹ جاؤ۔'' مولابخش نے تنبیہی انداز میں کہا۔ پھر وہ جھکا اور اس نے ایک کارتوس کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کردیا۔

سیاہ گیند تیزی سے ہوا میں بلند ہوئی اور پھر گولی کی سی تیزی سے حارب کے چہرے پر حملہ آور ہوئی۔ حارب نے اپنی ناک بچانے کیلئے اسے ڈنڈے سے مارا۔ وہ پھر ہوا میں اچھلی اور اس بار مولابخش کی طرف جھپٹی۔ مولابخش نے غوطہ لگا کر خود کو بچایا اور ساتھ ہی بڑی پھرتی سے گیند کو گھاس پر اپنے ہاتھ سے دبادیا۔

''دیکھا؟'' مولابخش نے دونوں گیندوں کو دوبارہ کریٹ میں بیلٹ کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ گیندیں راکٹوں کی سی تیزی سے کھلاڑیوں پر حملے کرتی ہیں اور انہیں اڑن جھاڑو سے گرانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسی لیے ہر ٹیم میں دو گیند انداز بھی ہوتے ہیں۔ ہماری ٹیم میں فارغ اور حامد قردلی گیند انداز ہیں۔ اپنے کھلاڑیوں کو کارتوسوں سے بچانا ان کی ذمے داری ہے۔ یہی نہیں، وہ کارتوسوں کو مخالف ٹیم کی طرف اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی اپنے کھلاڑیوں کو بچاؤ اور مخالف کھلاڑیوں کی طرف خطرہ بھیجو۔ سمجھ رہے ہونا؟''

''ہاں۔'' حارب نے کہا۔ اور اب تک جو سمجھایا گیا تھا، تفصیل سے دہرادیا۔

''بہت خوب۔''

''یہ بتاؤ کہ آج تک کارتوسوں نے کسی کو ختم کیا ہے؟'' حارب نے پوچھا۔

''سحر کدے میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہمارے یہاں دو تین بار کھلاڑیوں کے جبڑے ٹوٹے ہیں اور بس۔ اچھا...... ٹیم کا آخری کھلاڑی جوئندہ ہوتا ہے اور افقار کی ٹیم میں وہ تم ہو۔ تمہیں گمیند یا کارتوس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں......''

''تاآنکہ میرا سر نہ کھل جائے۔''

''اس کی فکر نہ کرو۔قردلی برادران بہت اچھے گیند انداز ہیں۔کارتوسوں سے نمٹنا...... بلکہ ان سے فائدہ اٹھانا انہیں خوب آتا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ وہ خود انسانی روپ میں کارتوس ہی ہیں۔''

مولا بخش نے کریٹ میں ہاتھ ڈالا اور چوتھی اور آخری گیند نکالی۔ وہ گیند اور کارتوسوں مقابلے میں کافی چھوٹی تھی۔ وہ ایک بڑے اخروٹ جتنی تھی۔ اس کی رنگت چمک دار سنہری تھی اور اس میں دو چھوٹے چھوٹے چاندی کے پر لگے تھے' جو پھڑ پھڑا رہے تھے'' یہ بجلی ہے' یہ سب سے اہم گیند ہے۔ اسے پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور یہ آسانی سے دکھائی نہیں دیتی۔ جوئندہ کا کام اسے پکڑنا ہے۔تمہیں اوپر تیرتے ہوئے خود کو کارتوسوں سے بچانا ہوگا لیکن اصل میں تمہیں بجلی کو تلاش کرنا ہوگا۔ جیسے ہی یہ نمودار ہوگا اسے جھپٹ لو۔ دوسری ٹیم کے جوئندہ کی بھی یہی کوشش ہوگی۔تمہیں اسے شکست دینی ہوگی۔اس کی اہمیت یہ ہے کہ جس ٹیم کا جوئندہ اسے پکڑے گا' اس ٹیم کو 150 پوائنٹ ملیں گے۔ زیادہ تر وہی ٹیم جیتی ہے' جس کے جوئندہ نے بجلی پکڑ لی ہے ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ وہ ٹیم ہار جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ فاؤل جوئندہ کے خلاف کیے جاتے ہیں۔ بجلی کے پکڑے جاتے ہی ہوائی بال کا میچ ختم ہو جاتا ہے۔اس سے پہلے یہ میچ ختم نہیں ہوسکتا۔ ریکارڈ بتاتا ہے کہ ہوائی بال کا طویل ترین میچ تین ماہ تک چلا تھا۔ دونوں ٹیمیں متبادل کھلاڑی لاتی رہیں تاکہ اصل کھلاڑیوں کو سونے کا موقع ملے۔ یہ ہے ہوائی بال کا کھیل۔ اب تم چاہو تو مجھ سے سوال کرو۔''

حارب نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔دشواری عمل میں تھی' سمجھنے میں نہیں۔

''ابھی ہم بجلی کے ساتھ پریکٹس نہیں کریں گے کیونکہ اندھیرا ہو رہا ہے۔'' مولا بخش نے بجلی کو دوبارہ کریٹ میں قید کرتے ہوئے کہا۔''میں تمہیں ان سے پریکٹس کراؤں گا'' اس نے جیب سے گولف کی گیندیں نکالیں۔

چند منٹ بعد حارب فضا میں تھا اور مولا بخش ہر طرف گیندیں اچھال رہا تھا...... اور حارب جھپٹ کر' غوطے لگا کر انہیں دبوچ رہا تھا۔

حارب نے ایک گیند بھی مس نہیں کی۔ مولا بخش بہت خوش نظر آرہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد اندھیرا اتنا زیادہ ہوگیا کہ پریکٹس جاری رکھنا ممکن نہیں رہا۔

''مجھے یقین ہے' اسی سال کے ہوائی کپ پر انفقار کا نام لکھا ہے۔'' مولا بخش نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس وقت وہ اور حارب قلعے کی طرف بڑھ رہے تھے۔''تم چاسر قردلی سے بھی اچھے کھلاڑی ثابت ہوسکتے ہو۔ چاسر کو اگر ڈریگن میں دلچسپی نہ ہوتی تو وہ قومی ٹیم میں شامل ہوسکتا تھا۔

☆......☆......☆......☆

حارب کو سحر کدے میں دو ماہ ہو گئے اور پتا بھی نہ چلا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہو گیا تھا۔ کلاسیں اٹینڈ کرنا، پھر ڈھیر سارا ہوم ورک اور ہفتے میں تین دن ہوائی بال کی پریکٹس۔ وقت کم پڑتا محسوس ہوتا تھا۔ قلعہ اب اسے اپنا گھر لگنے گیا تھا جبکہ روفی ولا میں اتنے برس گزارنے کے باوجود کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ اس کا گھر ہے۔ ادھر درسی مضامین دلچسپ تر ہوتے جا رہے تھے۔

شام اولیاء کی صبح وہ کدو کی کھیر کی اشتہا انگیز خوشبو کی وجہ سے بیدار ہوا، جو راہداریوں میں چکراتی پھر رہی تھی۔ اس روز منتر کے پریڈ میں پروفیسر خلجان نے اعلان کیا کہ اب وہ لوگ چیزوں کو اڑانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ یہ وہ کام تھا، جس کیلئے وہ سبھی ترس رہے تھے۔ پروفیسر نے ان کے جوڑے بنا دیئے جنہیں مل کر پریکٹس کرنی تھی۔ حارب کا پارٹنر فارق تھا۔ رامس کو مینا کا ساتھ میسر آیا تھا۔ دونوں ہی اس فیصلے پر برہم تھے۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ ان میں سے کسی کو زیادہ غصہ آ رہا ہے۔ جس روز حارب کو اڑن جھاڑو موصول ہوئی تھی، اس کے بعد سے مینا نے حارب اور رامس سے بات نہیں کی تھی۔

''یہ نہ بھولو کہ کلائی کو نزاکت سے حرکت دینے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔'' پروفیسر خلجان نے کہا۔ ''اور منتر کے الفاظ کی درست ادائیگی اس معاملے میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ ایک جادوگری مثال یاد رکھو، جس جس نے منتر پڑھتے ہوئے ''ف'' کی جگہ ''س'' کی آواز نکالی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ فرش پر پڑا تھا اور ایک بھینس اس کے سینے پر چڑھی بیٹھی تھی۔''

حارب اور فارق کے سامنے میز پر مرغی کا ایک پر پڑا تھا۔ انہیں اس کو اڑانا تھا۔ کلائی کو حرکت دیتے دیتے انہیں تکلیف کا احساس ہونے لگا لیکن پر نے حرکت تک نہیں کی۔ فارق اتنا بے صبرا ہو گیا کہ اس نے اپنی جادوئی چھڑی سے مدد لی۔ اس کے نتیجے میں پر میں آگ لگ گئی۔ حارب نے ہیٹ مار مار کر اسے بجھایا۔

برابر والی ڈیسک پر رامس بھی پریشان تھا۔ قسمت اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ''پر دار یوم اڑن۔'' اس نے چیخ کر منتر پڑھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو یوں حرکت دی، جیسے اس کا اپنا بھی اڑنے کا ارادہ ہو۔

لیکن میز پر رکھے پر میں جنبش بھی نہیں ہوئی۔

''تم درست ادائیگی ہی نہیں کر رہے۔'' مینا نے درشت لہجے میں اسے ٹوکا۔ ''دار یوم کو پر سے الگ کر کے اور ایک ایک حرف پر زور دے کر ادا کرو اور اڑن کہتے ہوئے زبان کو جھٹکا دو۔''

''تم اتنی تیز ہو تو خود ہی کر لو نا۔''

مینا نے اپنے گاؤن کی آستین چڑھائیں، جادو کی چھڑی سنبھالی، کلائی کی مدد سے اسے نازک سا جھٹکا دیا اور کہا۔ ''پر...... دار یوم اڑن۔''

پر آہستہ آہستہ میز سے اٹھا اور تقریباً چار فٹ کی بلندی تک چلا گیا۔

''بہت خوب۔'' پروفیسر خلجان نے تالی بجا کر اسے داد دی۔ ''سب لوگ دیکھ لیں۔ مس اخگر نے کامیابی سے عمل کیا ہے۔''

پیریڈ ختم ہوتے ہوئے رامس غصے سے ابل رہا تھا۔ ''اس لڑکی کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔'' انہوں نے کلاس سے نکلتے ہی حارب سے کہا۔ ''مجھے تو وہ ڈراؤنے خواب کی طرح لگتی ہے۔''

اسی لمحے حارب کسی سے ٹکرا گیا۔ حارب نے نظریں اٹھائیں۔ وہ مینا تھی اور یہ دیکھ کر وہ چونکا کہ مینا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''میرا خیال ہے اس نے تمہاری بات سن لی ہے۔'' حارب نے کہا۔

''تو کیا ہوا؟'' رامس نے بے پروائی سے کہا لیکن لہجے کے برعکس اس کے انداز میں پشیمانی تھی۔

''اسے احساس ہو رہا ہوگا کہ وہ کوئی دوست نہیں بنا سکی ہے۔''

مینا اگلے پیریڈ میں بھی نظر نہیں آئی بلکہ شام تک انہوں نے اس کی جھلک بھی نہیں دیکھی۔ وہ شام اولیاء کی دعوت کیلئے ہال کی طرف جا رہے تھے کہ انہوں نے پاربتی پٹیل کی اپنی سہیلی خوشبو سے گفتگو سنی۔ ''مینا کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔' پاربتی کہہ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''وہ لیڈیز روم میں رو رہی ہے۔ میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو بولی...... مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''

رامس پھر شرمندہ نظر آنے لگا لیکن ہال میں داخل ہوتے ہی دعوت کے ہنگامے میں مینا کا خیال ان کے دلوں سے نکل گیا۔

چھتوں سے اور دیواروں سے ہزاروں چمگادڑیں لپٹی ہوئی تھیں اور ہزاروں ہی کی تعداد میں چمگادڑیں سیاہ بادلوں کی طرح غول در غول ہال میں اڑ رہی تھیں۔ ان کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹوں سے موم بتیوں کی روشنی لرز رہی تھی۔

پھر اچانک پہلے دن کی دعوت کی طرح میزوں پر سنہری پلیٹیں نمودار ہو گئیں۔ چند لمحے بعد دعوت شروع ہو گئی۔

وہ کھانا کھا رہے تھے کہ پروفیسر جاں نثار ہانپتا کانپتا ہال میں داخل ہوا۔ اس کے سر پر پگڑی تک ڈھیلی ہو رہی تھی اور اس کے چہرے پر خوف دہشت گرد کا تاثر تھا۔ سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ سیدھا پروفیسر اخیار کی طرف گیا اور اس سے مخاطب ہوا لیکن اس کی سانس اکھڑی ہوئی تھی اور اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ''نیچے...... تہ خانے میں...... عفریت آزاد...... میں نے سوچا' آپ کو بتانا ضروری......'' پھر وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

ہال میں ہنگامہ ہو گیا۔ ہر شخص بول رہا تھا۔ کچھ چیخ رہے تھے۔ پروفیسر اخیار کی چھڑی کے سرے

سے اودے رنگ کے کئی پٹاخے چھوٹے' تب کہیں خاموشی ہوئی۔ ''پری فیکٹس متوجہ ہوں۔'' پروفیسر اخیار نے کہا۔ ''آپ فوری طور پر اپنے اپنے ہاؤس کو ان کی اقامت گاہ میں لے جائیں۔''

بارس قرولی فوراً ہی حرکت میں آ گیا۔ ''میرے پیچھے چلے آؤ......سب لوگ میرے حکم کی تعمیل کرو گے تو عفریت کا ڈر نہیں رہے گا۔ بس چلے آؤ۔ سال اول والے سب سے آگے۔ راستہ دو ہی جناب میں پری فیکٹ ہوں۔''

''لیکن بلا اندر کیسے آ گئی؟'' حارب نے پوچھا۔

''مجھ سے مت پوچھو۔'' رامس نے کہا۔ ''یہ بلائیں دماغ کی کمزوری ہوتی ہیں اور ممکن ہے' پیلو نے اسے کھول دیا ہو......مذاق کے طور پر۔''

وہاں طلباء کے مختلف گروہ تھے' جو مختلف سمتوں میں جا رہے تھے۔ اچانک حارب کو کچھ یاد آیا۔ اس نے مضبوطی سے رامس کا بازو پکڑ لیا۔ ''رامس' مجھے ابھی مینا کا خیال آیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''کیوں......مینا کو کیا ہوا؟''

''اسے تو بلا کے اندر گھس آنے کا علم ہی نہیں ہو گا۔''

رامس دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ بالآخر بولا۔ ''ٹھیک ہے لیکن پارس کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔''

انہوں نے سر جھکائے اور مخالف سمت میں جانے والے پشتاری گروپ میں شامل ہو گئے۔ سائیڈ کی ایک سنسان راہداری میں وہ مڑے اور آگے کی طرف چلے گئے۔ ان کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ وہ کارنر سے مڑے ہی تھے کہ عقب سے انہیں قدموں کی چاپ آتی سنائی دی۔

''یہ پارس ہو گا۔'' رامس نے گھبرا کر کہا اور حارب کا ہاتھ تھام کر ایک کتے کے دیو قامت مجسمے کے عقب میں لے گیا۔

وہ مجسمے کی اوٹ میں چھپے جھانکتے رہے لیکن آنے والا پارس نہیں' پروفیسر ماہر تھا۔ وہ راہداری میں بڑھتا رہا۔ بالآخر غائب ہو گیا۔

''یہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' حارب بڑبڑایا۔ ''انہیں تو دوسرے ٹیچرز کے ساتھ کوٹھڑی میں ہونا چاہیے تھا......تہ خانے میں۔''

''یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔''

وہ دبے قدموں آگے بڑھے اور دوسری راہدری میں داخل ہوئے' جہاں پروفیسر ماہر کے قدموں کی چاپ غروب ہو رہی تھی۔ ''یہ تو تیسری منزل کی طرف جا رہے ہیں۔'' حارب نے کہا۔

اسی لمحے رامس نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''تمہیں کوئی بو نہیں آ رہی......؟''

حارب نے گہری سانس لی۔ بو کیا وہ سڑاند تھی۔ بار ہا کے پہنے ہوئے بغیر دھلے موزوں اور کسی بہت گندے پبلک واش روم کی ملی جلی سڑاند۔

پھر انہیں ایک دہاڑ سنائی دی اور ساتھ ہی دھک...... جیسے کوئی دیو قامت جاندار زور سے پاؤں رکھ رہا ہو۔

راس نے راہدری کے سرے کی طرف اشارہ کیا وہاں انہیں ایک متحرک پہاڑ سا نظر آیا' جو اسی طرف آ رہا تھا۔ وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ وہ بلا تھی۔ چاندنی میں نہائی ہوئی کھڑکی کے سامنے سے وہ گزری تھی تو انہوں نے اسے پوری طرح دیکھا۔

وہ بہت خوفناک منظر تھا۔ بلا کم از کم بارہ فٹ اونچی تھی۔ اس کی کھال میلے گہرے رنگ کی تھی۔ جسم پہاڑ جیسا تھا اور سر بہت چھوٹا' جیسے کسی بہت بڑے تربوز پر کسی نے بیر رکھ دیا ہو۔ اس کی ٹانگیں چھوٹی' مگر کسی درخت کے تنے جتنی موٹی تھیں اور اس کے جسم سے ناقابل برداشت تعفن اٹھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک بہت موٹا اور بڑا ڈنڈا تھا' جو گھسٹ رہا تھا۔

بلا ایک دروازے میں رکی اور اس نے اندر جھانکا۔ اس نے اپنے بڑے بڑے کان پھڑ پھڑائے پھر اسی کمرے میں داخل ہو گئی۔

''کی ہول میں چابی موجود ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''ہم اسے لاک کر سکتے ہیں۔''

''آئیڈیا شاندار ہے۔''

وہ دبے قدموں اس دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے حلق خشک ہو رہے تھے۔ وہ دعا کر رہے تھے کہ بلا باہر نہ نکل آئے۔ قریب پہنچ کر حارب نے چھلانگ لگائی۔ اس نے دروازہ بند کیا اور چابی گھما کر دروازہ لاک کر دیا۔

ان کے چہرے احساس فتح سے تمتمائے ہوئے تھے۔ وہ راہداری میں واپس جا رہے تھے وہ کارنر تک پہنچے ہی تھے کہ ان کے دل جیسے دھڑکنا بھول گئے۔ اس چیخ میں ایسی دہشت تھی کہ خون رگوں میں ٹھٹھرتا محسوس ہوا اور وہ انسانی...... بلکہ نسوانی چیخ تھی اور اسی کمرے سے آئی تھی' جسے انہوں نے ابھی لاک کیا تھا۔

''ارے...... نہیں۔'' راس کا چہرہ سپید پڑ گیا۔

''یہ...... یہ تو لیڈیز واش روم ہے۔''

''مینا!'' دونوں کے منہ سے ساتھ نکلا۔

وہ یہ کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ پوری رفتار سے واپس دوڑے۔ دروازہ کے پاس پہنچ کر حارب نے چابی گھمائی۔ گھبراہٹ میں پہلی بار چابی اس نے الٹی گھمائی۔ بالآخر لاک کھلا اور راس نے دروازہ کو دھکیلا...... اور دونوں اندر داخل ہوئے۔

مینا الگر سامنے والی دیوار سے چپکی ہوئی تھی۔ چہرے پر دہشت کا تاثر جیسے منجمد ہو گیا تھا اور اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ بلا اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راستے میں اس نے کئی واش بیسن توڑ دیئے تھے۔

''اس کی توجہ ہٹاؤ۔'' حارب نے رامس سے کہا اور ایک اکھڑی ہوئی ٹونٹی اٹھا کر اس دیوار پر دے ماری۔ میناوالی دیوار کے مقابل تھی۔

بلا مینا سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر رک گئی۔ اس نے گھوم کر دیکھا اور پلکیں جھپکائیں جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ آواز کیسی تھی اور کس چیز کی تھی پھر وہ حارب کو دیکھنے لگی۔ وہ چنگھاڑی پھر حارب کی طرف بڑھنے لگی۔

''اے احمق عفریت...... گھٹیا بلا۔'' رامس دوسری طرف سے چلایا اور اس نے لوہے کا ایک پائپ کھینچ کر اسے مارا۔ پائپ بلا کے کندھے پر لگا لیکن اس کا اسے احساس ہی نہیں ہوا البتہ آواز نے اسے متوجہ کر لیا۔ اس نے اپنی تھوتھنی گھمائی اور رامس کو دیکھنے لگی۔

حارب کو گھوم کر دوسری طرف جانے کی مہلت مل گئی۔ وہ مینا کے پاس پہنچا۔ ''چلو...... نکلو یہاں سے۔ بھاگو۔'' اس نے سرگوشی میں مینا سے کہا اور اسے کھینچنے کی کوشش کی لیکن مینا کا جسم اکڑ گیا تھا۔ وہ اسے ہلا بھی نہیں سکا۔ وہ دیوار سے چپکی کھڑی تھی۔ خوف سے اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ ''مینا ہوش میں آؤ بھاگو۔'' اس بار حارب چلایا۔

حارب کی آواز...... اور پھر اس کی بازگشت۔ بلا متوحش ہو گئی۔ وہ دہاڑی اور رامس کی طرف بڑھنے لگی۔ رامس کے اور بلا کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا۔ رامس کیلئے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

حارب نے ایک ایسی حرکت کی' جو بہادری بھی تھی اور حماقت بھی۔ اس نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگائی اور بلا کی پشت پر سوار ہو کر اس کے گلے کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ موٹی کھال والے عفریت کو یہ تو پتا نہیں چلا کہ کوئی اس کی پشت پر سوار ہے لیکن حارب نے اپنی جادوئی چھڑی اس کی ناک میں گھسا دی۔

بلا مچلی اور تکلیف سے دہاڑی۔ وہ ڈنڈا گھما رہی تھی۔ حارب اس کی پشت سے چپکا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ گر گیا تو بچنا محال ہو گا۔

خوف زدہ مینا اب فرش پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ رامس نے اپنی جادوئی چھڑی آگے بڑھائی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ ایسے میں اسے جو پہلا منتر یاد آیا' وہ اس نے پڑھ دیا۔

''پرواریوم اڑن۔''

بلا کے ہاتھ سے ڈنڈا نکلا اور چھت کی طرف گیا پھر وہ پلٹا اور تیزی سے گرا۔ ڈنڈا بلا کے سر پر دھماکے سے گرا تھا۔ بلا چند لمحے جھولتی رہی اور پھر ڈھیر ہو گئی۔ دھماکہ ایسا تھا کہ پورا قلعہ ہل گیا ہو گا۔

حارب جلدی سے کھڑا ہوا۔ اس کا جسم لرز رہا تھا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ رامس اپنی جادوئی چھڑی تانے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے کارنامے کو دیکھ رہا تھا۔

لیکن سب سے پہلے کچھ بولنے کے قابل مینا ہی ہوئی۔ ''یہ...... یہ مرگئی ہے؟''

''میرے خیال میں نہیں۔'' حارب نے کہا۔ ''یہ بس بے ہوش ہوئی ہوگی۔'' اس نے جھک کر اپنی جادوئی چھڑی کو بلا کے نتھنے سے کھینچا۔ اس کا سرا سیاہ رنگ کی بے حد مکروہ آلائش سے لتھڑا ہوا تھا۔ اس نے بلا کی کھال سے رگڑ کر اسے صاف کیا۔

دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوزوں اور بھاگتے ہوئے قدموں کی چاپوں نے انہیں چونکا دیا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے کیسا ہنگامہ برپا کیا ہے یقیناً ان دھاکوں کی اور بلا کے چنگھاڑنے کی آوازیں دور تک سنی گئی ہوں گی۔

ایک لمحے بعد پروفیسر دل بست کھلے ہوئے دروازے سے آندھی طوفان کی طرح اندر آئی۔ اس کے پیچھے پروفیسر ماہر اور پروفیسر جاں نثار تھے۔ پروفیسر جاں نثار نے گری ہوئی بلا کو دیکھا اور دل پکڑ کر فرش پر بیٹھ گیا۔

پروفیسر ماہر نے جھک کر بلا کا معائنہ کیا۔ پروفیسر دل بست حارب اور رامس کو گھور رہی تھیں۔ حارب نے انہیں اتنے غصے میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حارب جو اپنی دانست میں افقار ہاؤس کو پچاس پوائنٹ دلوانے والا تھا' اب سمجھ گیا تھا کہ الٹی پوائنٹس سے محرومی حصے میں آئے گی۔

''تم لوگ کیا سمجھ رہے تھے۔'' پروفیسر دل بست کی آواز غصے کی شدت سے لرز رہی تھی۔

حارب نے رامس کو دیکھا' جواب بھی اپنی جادوئی چھڑی بلند کیے اسی انداز میں کھڑا تھا۔

''تم خوش قسمت ہو کہ مارے نہیں گئے۔'' پروفیسر دل بست نے غصے سے کہا۔ ''تم لوگ اپنی اقامت گاہ میں کیوں نہیں ہو؟''

پروفیسر ماہر نے حارب کو آرپار دیکھنے والی نظروں سے دیکھا۔ حارب فرش کو گھور رہا تھا۔ رامس اب بھی اسی انداز میں کھڑا تھا۔

پھر اچانک ایک کمزور سی آواز ابھری۔ ''پروفیسر پلیز...... یہ لوگ مجھے تلاش کرنے آئے تھے۔''

''مس اخگر!'' مینا پر پروفیسر دل بست کی نظر ہی نہیں پڑی تھی۔

مینا بہت کوشش کے بعد بالآخر اٹھ کھڑی ہوگئی۔ ''میں...... میں بلا کو ڈھونڈنے نکلی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میں اسے اکیلی ہی نمٹ سکتی ہوں۔ کک...... کیونکہ میں نے ان کے بارے میں بہت کچھ پڑھ رکھا ہے۔''

فرطِ حیرت سے رامس کے ہاتھ سے جادو کی چھڑی چھوٹ گئی۔ مینا اخگر...... اور کسی ٹیچر سے سفید جھوٹ بولے!

''یہ مجھے بچانے کیلئے نہ آتے تو اسی وقت میں مر چکی ہوتی۔'' مینا مزید کہہ رہی تھی۔'' حارب نے بلا پر سوار ہو کر اپنی جادوئی چھڑی اس کے نتھنے میں گھسا دی اور رامس نے اسے اس کے ہی ڈنڈے سے بے ہوش کر دیا۔ ان کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ یہ جا کر کسی کو مدد کیلئے لاتے جس وقت یہ آئے' بلا مجھے ختم کرنے والی تھی۔''

حارب اور رامس نے یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کہ کہ واقعتاً ایسا ہی ہوا ہے۔

''اوہ...... اس صورت میں......'' پروفیسر دل بست نے باری باری ان تینوں کو دیکھا۔''...... مس اخگر' بے وقوف لڑکی' تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ پہاڑ جیسی بلا کو تم تن تنہا زیر کر سکتی ہو۔ یہ تو حماقت تھی۔''

مینا نے سر جھکا لیا۔ حارب گنگ ہو کر رہ گیا۔ مینا سے تو یہ امید ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ سحر کدے کے کسی ضابطے کی کبھی خلاف ورزی کرے گی لیکن یہاں وہ ان دونوں کو دشواری سے بچانے کیلئے یہ الزام اپنے سر لے رہی تھی۔ یہ تو ایسا تھا' جیسے پروفیسر ماہر اسے محبت سے گلے لگا کر اس کا ماتھا چوم رہا ہو۔ ناقابل یقین!

''مس اخگر' تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔ اس حماقت کی وجہ سے افقار ہاؤس کے پانچ پوائنٹ کم کیے جاتے ہیں۔ اب اگر تم ٹھیک ہو تو افقار ہاؤس کے ٹاور میں جاؤ۔ وہاں طلباء کھانا کھا رہے ہوں گے تم بھی بھوکی ہو گی۔ جاؤ۔''

مینا سر جھکائے کمرے سے نکل گئی۔

اب پروفیسر دل بست حارب اور رامس کی طرف مڑیں۔''میں اب بھی یہی کہوں گی کہ تم دونوں خوش قسمت ہو ویسے تم نے جس بہادری اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے' اس کی امید تو بڑی کلاسوں کے طلباء سے بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے تم دونوں کو پانچ پانچ پوائنٹ دیئے جاتے ہیں۔ پروفیسر اخیار کو اس سلسلے میں مطلع کر دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

وہ دونوں تیزی سے کمرے سے نکلے۔ اس بدبودار عفریت سے دور جانے کا خیال ہی بہت خوشگوار تھا۔ کافی دور جانے کے بعد رامس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔''ہمیں کم از کم دس پوائنٹ فی کس ملنے چاہیے تھے۔''

''اور پانچ پوائنٹ تو چھن بھی گئے۔'' حارب نے افسردگی سے کہا۔

''بہرحال جو ملا' غنیمت ہے ورنہ اسکول سے نکالے جاتے۔''

''مینا نے ہمیں بچا لیا۔''

''لیکن ہم نے بھی تو مینا کو بچایا ہے۔''

''یہ سوچو کہ ہم نے وہ دروازہ لاک کر کے ہی اسے مصیبت میں پھنسایا تھا۔ ورنہ یہ نوبت ہی نہ آتی۔''

وہ موٹی خاتون کے پورٹریٹ تک پہنچ گئے تھے۔''افلاطون۔'' انہوں نے پاس ورڈ دہرایا اور اندر داخل ہو گئے۔

کامن روم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب لوگوں کیلئے کھانا وہیں بھیج دیا گیا تھا۔ کھانا کھانے کے دوران باتیں بھی ہو رہی تھیں لیکن مینا کھانا کھانے کے بجائے ان کے انتظار میں کھڑی تھی۔ ان کے درمیان کچھ دیر بوجھل خاموشی رہی پھر ان تینوں نے ایک دوسرے سے نظر ملائے بغیر شکریہ کہا...... اور پلیٹیں لانے کیلئے بڑھ گئے۔

اس لمحے سے ان کے درمیان ایک ایسی دوستی کا رشتہ قائم ہوا' جو مثالی تھا۔ جان بچانے کا رشتہ ایسا ہی ہوتا ہے!

☆......☆......☆......☆

نومبر کا مہینہ آیا اور سردیاں شروع ہو گئیں۔ اسکول کے اردگرد کے پہاڑ سفید ہونے لگے' سبزہ غائب ہو رہا تھا۔ درختوں کے پتے گر رہے تھے اور جھیل اسٹیل کی سرد چادر جیسی ہو گئی۔ گراؤنڈ پر ہر صبح پالا گرا ہوتا۔

اس کے ساتھ ہی ہوائی بال کا سیزن شروع ہو گیا۔ کئی ہفتوں کی ٹریننگ کے بعد حارب اپنا پہلا میچ کھیلنے والا تھا۔ افقار ہاؤس بمقابلہ سلجار ہاؤس۔ میچ جیتنے کی صورت میں افقار ہاؤس کی ٹیم دوسری پوزیشن پر پہنچ جاتی۔

حارب کو اب تک کسی نے کھیلتے نہیں دیکھا تھا۔ مولا بخش نے اسے خفیہ ہتھیار قرار دیتے ہوئے راز بنا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود یہ خبر عام ہو گئی تھی کہ وہ جوئندہ کی حیثیت سے کھیلنے والا ہے۔ حارب کو دو ہی طرح کے لوگ ملے تھے۔ ایک وہ جو اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور کہتے کہ وہ یقیناً بہترین کھلاڑی ثابت ہوگا۔ دوسرے وہ جو کہتے تھے...... گرنے کی فکر نہ کرنا حارب۔ کچھ لوگ فوم کا گدا اٹھائے تمہارے ساتھ ساتھ' تمہارے نیچے حرکت کر رہے ہوں گے۔

حارب کو مینا جیسی دوست کا ملنا خوش قسمتی لگتا تھا۔ وہ نہ ہوتی تو وہ اپنا روز کا ہوم ورک کبھی نہ کر پاتا کیونکہ مولا بخش پریکٹس بہت زیادہ کرا رہا تھا اور جان نچوڑ لیتا تھا۔ مینا ر نے حارب کو ہوائی بال کے متعلق ایک کتاب بھی دی تھی' جسے پڑھنا اس کیلئے بہت فائدہ مند ثابت ہوا تھا۔

حارب کو پتا چلا تھا کہ ہوائی بال کے کھیل میں فاؤل کرنے کے سات سو طریقے تھے۔ 1473ء کے ورلڈ کپ کے دوران سات سو کے سات سو فاؤل کیے گئے تھے۔ اسے یہ بھی پتا چلا تھا کہ جوئندہ مختصر قد وقامت کے کم وزن والے اور پھرتیلے لوگ ہوتے ہیں اور اس کھیل میں سب سے زیادہ حادثات بھی انہی کو پیش آتے ہیں اگر چہ کھیل کے دوران کھلاڑی شاذ و نادر ہی مرے تھے لیکن ریفری غائب ہوتے رہے تھے اور کئی ماہ بعد صحرا میں ملے تھے۔

اب مینا کا رویہ ضابطوں کی خلاف ورزی کے معاملے میں اتنا سخت نہیں رہا تھا جب سے حارب اور رامس نے اس کی جان بچائی تھی' اس کا رویہ ان کے ساتھ بہت نرم ہو گیا تھا۔

حارب کے پہلے میچ سے ایک دن پہلے وہ تینوں وقفے کے دوران سردی میں بیٹھے تھے تب مینا نے جادو کے ذریعے نیلی چمک دار آگ روشن کی جسے وہ جام کے مرتبان میں لے کر ساتھ چل سکتے تھے۔ وہ اس کی طرف پشت کیے کھڑے تھے تاکہ جسم گرم ہو جائے۔

اچانک پروفیسر ماہر اس طرف آتا دکھائی دیا۔ حارب کو پہلی نظر میں احساس ہو گیا کہ وہ لنگڑا رہا ہے۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تاکہ آگ ان کے پیچھے چھپ جائے کیونکہ انہیں ابھی جادو کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

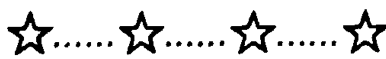
پروفیسر ماہر نے انہیں دیکھا تو اسے ان کے چہروں پر جرم کی تحریر سی نظر آئی۔ وہ لنگڑاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ اس نے آگ تو نہیں دیکھی تھی لیکن وہ ان پر برسنے کیلئے کوئی موقع تلاش کر رہا تھا۔ ''کیا ہو رہا ہے چرخی؟'' اس نے پوچھا۔ ''اور یہ تم چھپا کیا رہے ہو؟''

حارب نے سے ہوائی بال کے کھیل پر وہ کتاب دکھائی جو مینا نے اسے دی تھی۔

''لائبریری کی کتاب کو اسکول سے باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔'' پروفیسر نے کہا۔ ''یہ کتاب مجھے دے دو اور افقار کے پانچ پوائنٹ کم ہو گئے۔''

پروفیسر لنگڑاتا ہوا چلا گیا۔ ''یہ اصول اس نے ابھی ابھی گھڑا ہے۔'' حارب نے جل کر کہا۔ ''سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی ٹانگ کو کیا ہو گیا؟''

''پتا نہیں۔ البتہ میری دعا ہے کہ تکلیف بہت زیادہ ہو۔ چاہے چوٹ معمولی ہو۔'' رامس نے بولا۔



اسی شام افقار ہاؤس کے کامن روم میں بڑی رونق تھی۔ حارب' رامس اور مینا کھڑکی کے پاس بیٹھے تھے۔ مینا ان دونوں کا منتروں کا ہوم ورک چیک کر رہی تھی۔ وہ انہیں اپنی کاپی سے نقل کبھی نہیں کرنے دیتی تھی۔ کہتی تھی...... ایسے تو تم کبھی نہیں۔ وہ انہیں پڑھ کر سناتی تھی۔ اس طرح وہ یاد بھی کر لیتے تھے۔

حارب بہت بے چین تھا۔ وہ ہوائی بال والی کتاب واپس لینا چاہتا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنے ذہن کو کل کے میچ سے ہٹانا چاہتا تھا۔ اہم میچ میں شمولیت کا خیال اسے نروس کیے دے رہا تھا۔ اسے جھنجلاہٹ بھی ہو رہی تھی کہ اسے پروفیسر ماہر سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

''میں پروفیسر سے کتاب واپس لینے جا رہی ہوں۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں۔'' رامس نے کہا۔ مینا نے اثبات میں سر ہلایا۔

لیکن حارب ارادہ کر چکا تھا اور اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا بھی آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اور ٹیچرز کے سامنے وہ کتاب مانگے گا تو پروفیسر ماہر انکار نہیں کر سکے گا۔

یہ سوچ کر وہ اسٹاف روم کی طرف چل دیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری دستک پر بھی کوئی جواب نہیں ملا۔

حارب نے سوچا' کیا پتا' پروفیسر نے کتاب یہیں چھوڑ دی ہو اگر ایسا ہے تو کتاب لے لے گا۔ کوشش کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر جھانکا......

اندر کا منظر بے حد خوفناک تھا!

پروفیسر ماہر وہاں اکیلا نہیں تھا۔ سحر کدے کا منتظم فلیس اس کے ساتھ تھا۔ پروفیسر ماہر نے اپنا لبادہ گھٹنوں سے اوپر اٹھا رکھا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ خون آلود تھی۔ زخم صاف نظر آ رہا تھا اور فلیس مرہم پٹی کے کام میں پروفیسر کی مدد کر رہا تھا۔

''منحوس چیز۔'' پروفیسر نے درشت لہجے میں کہا۔ ''آخر کوئی بیک وقت تین سروں پر کیسے نظر رکھ سکتا ہے؟''

حارب نے آہستہ سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن......

''چرخی!'' پروفیسر کا لہجہ بے حد سخت تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا لبادہ نیچے کر لیا۔ وہ اپنی زخمی ٹانگ چھپا رہا تھا۔

حارب تھوک نگل کر رہ گیا...... ''سر...... میں نے سوچا...... دراصل مجھے اس کتاب کی ضرورت ہے۔ میں وہ لینے آیا ہوں۔''

''گیٹ آؤٹ...... آؤٹ۔'' پروفیسر ماہر دہاڑا۔

حارب نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ افقار ہاؤس اور پوائنٹس سے محروم ہو۔ وہ واپس چل دیا۔

''کتاب واپس لائے؟'' کامن روم میں مینا نے اس سے پوچھا۔

حارب نے سرگوشی میں اسے اور رامس کو وہ سب کچھ بتایا' جو اس نے دیکھا تھا۔ ''اس کا مطلب سمجھ رہے ہو تم لوگ۔'' سب کچھ سنانے کے بعد اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ ''شام اولیاء کے موقع پر اس کا تین سروں والے کتے سے سامنا ہوا تھا۔ جب ہم نے اسے دیکھا' وہ وہیں جا رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس چیز کو اڑانے کے چکر میں ہے' جس کی وہ تین سروں والا کتا رکھوالی کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ افراتفری پھیلانے کیلئے اس روز بلا کو بھی اس نے تہ خانے سے نکالا تھا۔''

مینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ وہ بہت اچھے

نہیں ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ایسی چیز کو چرانے کی کوشش کریں، جس کی اتنی زیادہ رکھوالی کی جا رہی ہو۔ ظاہر ہے، وہ کوئی اہم چیز ہی ہوگی۔''

''سچ تو یہ ہے مینا کہ تم تمام ٹیچرز کو فرشتہ سمجھتی ہو۔'' رامس نے تند لہجے میں کہا۔ ''میں حارب سے متفق ہوں۔ پروفیسر ماہر سے کچھ بعید نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کتا کس چیز کی رکھوالی کیلئے رکھا گیا ہے۔''

اس رات حارب سونے کیلئے لیٹا تو اس کے ذہن میں یہی ایک خیال گردش کر رہا تھا۔ نستیر سوتے میں خراٹے لیتا تھا اب تک حارب اس کا عادی ہو چکا تھا لیکن اس رات اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ ذہن کو خالی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صبح اس کا ہوائی بال کا پہلا میچ تھا۔ اسے نیند کی ضرورت تھی لیکن جس وقت پروفیسر ماہر کو اندازہ ہوا کہ حارب اس کی زخمی ٹانگ کو دیکھ رہا ہے تو اس کے چہرے پر جو تاثر ابھرا تھا، اسے وہ بھلا نہیں سکتا تھا۔

☆......☆......☆......☆

اگلی صبح بہت سرد تھی۔ ہال میں کبابوں کی اشتہا انگیز خوشبو بھوک کو بھڑکا رہی تھی۔ لوگ خوش تھے۔ ہوائی بال کا پہلا میچ ہونے والا تھا، جس کے وہ منتظر تھے۔

''تم ناشتہ کیوں نہیں کر رہے ہو؟''

''مجھے بھوک بالکل نہیں ہے۔''

''ایک آدھ ٹوسٹ تو لے لو۔'' مینا نے کہا۔

''دل نہیں چاہ رہا ہے۔''

سچی بات یہ ہے کہ حارب کی طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔ میچ شروع ہونے میں ایک گھنٹا تھا۔ اس پر گھبراہٹ سوار ہو رہی تھی۔

''حارب...... تمہیں طاقت کی ضرورت ہے۔'' فارق نے کہا۔ ''جوئندہ کے پیچھے تو پوری مخالف ٹینک لگی رہتی ہے۔''

''شکریہ فارق۔''

گیارہ بجے ایسا لگ رہا تھا کہ پورا اسکول ہائی بال کی پچ پر جمع ہو چکا ہے۔ بہت سے طلباء اپنے ساتھ دوربین بھی لائے تھے۔ اسٹیڈیم میں نشستیں بلندی پر بنائی گئی تھیں۔ اس کے باوجود کبھی کبھی دیکھنے میں دشواری ہوتی تھی۔

رامس اور مینا نے نستیر کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ وہ سب سے اوپر کی قطار میں تھے۔ یہ دیکھ کر حارب کو حیرت ہوئی کہ اسکیبر نے جو چادر کاٹی تھی، اس پر ان لوگوں نے ایک بڑا بینر لکھوا لیا تھا۔ اس پر لکھا تھا...... حارب چمرخی برائے صدر...... اور آگے افقار کی نشانی...... شیر بنا ہوا تھا پھر مینا نے جادو دکھایا تھا۔ اس کے نتیجے میں الفاظ بار بار رنگ بدل رہے تھے۔

لاکرروم میں کھلاڑی کپڑے بدل رہے تھے۔ افقاروالوں کی کٹ سرخ رنگ کی تھی جبکہ سلجاروالے سبز کٹ میں تھے۔

مولا بخش کھنکھارا۔ وہ گویا کھلاڑیوں کیلئے خاموش رہنے کا اشارہ تھا۔ ''او کے مین......'' اس نے بات شروع کی۔

''یہاں لڑکیاں بھی ہیں۔'' افقار کی دوڑاک ایلا نے کہا۔

''ٹھیک ہی ہو۔ ہاں تو مین اینڈ ویمن۔'' مولا بخش نے اصلاح کرتے ہوئے کہا۔ ''تو یہ......''

''ایک بہت بڑا موقع ہے۔'' فارغ نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

''جس کے ہم سب نجانے کب سے منتظر تھے۔'' حامد نے ٹکڑا لگایا۔

''ہمیں ہر میچ سے پہلے جو مولا بخش تقریر کرتا ہے' زبانی یاد ہو چکی ہے۔'' فارغ نے حارب کو بتایا۔ ''ہم پچھلے سال بھی ٹیم میں تھے نا۔''

''تم دونوں چپ بیٹھو۔'' مولا بخش نے انہیں ڈانٹا۔ ''گزشتہ کئی برسوں کے بعد ہمیں اتنی اچھی ٹیم ملی ہے۔ ہم یہ میچ جیتیں گے۔ مجھے یقین ہے۔''

''یہ تم نے پچھلے سال بھی......'' فارغ نے کہا۔ مولا بخش نے اسے گھور کر دیکھا۔ فارغ نے جلدی سے جملہ پورا کیا ''......نہیں کہا تھا۔''

''اچھا اب وقت ہو گیا ہے۔ گڈ لک۔''

وہ لوگ باہر نکلے۔ تماشائیوں نے تالیاں بجا کر ان کا خیر مقدم کیا۔

مادام سالمہ اس میچ کی ریفری تھیں۔ وہ پچ کے وسط میں کھڑی دونوں ٹیموں کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان کی اڑن جھاڑو ان کے ہاتھ میں تھی۔

''میں چاہتی ہوں کہ یہ صاف ستھرا اور فیئر میچ ہو۔'' انہوں نے بظاہر دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں سے کہا لیکن حارب نے دیکھا کہ وہ یہ کہتے ہوئے خصوصیت سے سلجار ہاؤس کے کیپٹن کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ شعلہ جھپکان لمبا تڑنگا لڑکا تھا۔ وہ یقیناً خطرناک فاؤل کرتا ہو گا۔

''اب سب اپنی اپنی جھاڑو پر سوار ہو جائیں۔'' مادام سالمہ نے اعلان کیا۔

حارب اپنی نمبس 2000 پر سوار ہو گیا۔

مادام سالمہ نے سیٹی بجائی......اور اس کے ساتھ ہی پندرہ اڑن جھاڑوئیں اپنے سواروں سمیت فضا میں بلند ہوئیں۔ کھیل شروع ہو گیا۔

قارون کو کمنٹری کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ ''گیند فوری طور پر افقار کی ایلا کے پاس گئی ہے۔ ایلا اسے لیے آگے بڑھ رہی ہیں۔ ایلا کے بارے میں میں بتا دوں کہ یہ شاندار دوڑاک لڑکی بے حد حسین اور پرکشش......''

''قارون۔'' پروفیسر دل بست نے اسے سخت لہجے میں ٹوکا۔

''سوری پروفیسر۔''

''ہاں...... ایلا تیزی سے آگے بڑھی۔ اس نے ایلیزا کو پاس دیا۔ ایلیزا مولا بخش کی شاندار دریافت۔ یہ پچھلے سال افقار میں ریزرو کھلاڑی تھا مگر...... گیند اس وقت سلجار ہاؤس کے ہاف میں...... سلجار کے کیپٹن شعلہ جھپکان نے گیند کو لیا ہے اور عقاب کی طرح پرواز کر رہا ہے۔ وہ...... لیکن افقار کے کیپر مولا بخش نے بہت خوبصورتی سے گیند کو کلیر کیا ہے۔ گیند اس وقت افقار کی دوڑاک بلاریہ کے پاس ہے۔ اس نے غوطہ لگا کر شعلہ کو ڈاج کیا...... ارے...... کارتوس بلاریہ کے سر سے ٹکرایا ہے یقیناً زور کی چوٹ لگی ہے۔ گیند اس سے چھن گئی ہے سلجار کا دوڑاک اصلین گول پوسٹ کی طرف جھپٹ رہا ہے لیکن دوسرے کارتوس نے اس کا راستہ کھوٹا کر دیا۔ یہ کارتوس اس کی طرف افقار کے گیند انداز فارغ قرولی نے اچھالا تھا۔ گیند ایلیزا کے قبضے میں...... وہ اڑ رہی ہے۔ اس نے ایک کارتوس سے خود کو بچایا ہے۔ گول پوسٹ سامنے ہے۔ کم آن ایلیزا...... جلدی کرو...... کیپر بلسے نے ڈائیو لگائی...... لیکن...... افقار نے پہلا گول کر دیا ہے......''

اسٹیڈیم افقار ہاؤس والوں کی تالیوں سے گونج رہا تھا۔ سلجار ہاؤس والے خاموش تھے۔ کچھ دبی دبی آہیں سی البتہ ضرور سنائی دیں تھیں۔

''ذرا ہٹو...... جگہ دو۔''

''ارے...... غسام۔''

رامس اور مینا نے غسام کیلئے جگہ بنائی۔

''میں اپنی ہٹ سے دیکھ رہا تھا۔'' غسام نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی دوربین کو تھپتھپایا۔ ''لیکن وہاں بیٹھ کر دیکھنے میں یہ لطف نہیں، جو لوگوں کے درمیان آتا ہے۔ سنو! ابھی بجلی تو نہیں دکھائی دی ہے نا؟''

''نہیں۔'' رامس نے کہا۔ ''ابھی تک حارب کو کچھ کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔''

''فی الحال وہ خود کو بچائے ہوئے ہے۔ یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں۔'' غسام نے اپنی دوربین کو بلندی کی طرف لے جا کر دیکھا، جہاں حارب ایک نقطے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

اوپر فضا میں حارب تمام کھلاڑیوں کے اوپر تیرتا پھر رہا تھا۔ وہ نروس تھا۔ پہلی نظر میں ہر چمکتی ہوئی چیز اسے بجلی لگتی تھی۔ مولا بخش نے اسے سمجھایا تھا کہ بجلی کی جھلک نظر آتے ہی اسے اس پر جھپٹنا ہے۔ اس سے پہلے اسے دوسرے کھلاڑیوں سے دور دور ہی رہنا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حارب پر مخالف ٹیم اٹیک کرے۔ ایلیزا نے اسکور کیا تو حارب نے فضا میں قلابازی کھا کر خوشی کا اظہار کیا مگر اب وہ پھر بجلی کی جستجو میں۔ ایک بار اسے سنہری چمک سی دکھائی دی لیکن وہ فارغ کی گھڑی پر دھوپ منعکس ہوئی تھی۔

ایک موقع پر ایک کارتوس توپ سے نکلے گولے کی طرح اس کی طرف آئی تھی لیکن اس نے اسے ڈاج دے کر خود کو بچایا تھا پھر اس کے پیچھے جامد دوڑتا چلا آیا تھا اور اس نے کارتوس کو سلجار کی دوڑاک کی طرف مار بھگایا تھا۔
قارون کی کمنٹری جاری تھی۔ ''...... گمبند اس وقت سلجار کے قبضے میں ہے۔ دوڑاک اصلیق نے جھکائی دے کر دو کارتوسوں سے خود کو بچایا ہے اب اس نے فارغ اور جامد کو اور دوڑک بلاریہ کو ڈاج دیا ہے اب وہ پوری رفتار سے...... ایک منٹ...... کیا یہ بجلی تھی......؟''
حارب نے مجمعے کی بڑبڑاہٹ سنی۔ سلجار کا دوڑاک اصلیق گمبند میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ بجلی تقریباً اس کے کان کو چھو کر گزری اور اسے پتا بھی نہیں چلا۔
حارب نے اسے دیکھا۔ اس کے جسم میں ہیجان سا ابلا۔ اس نے بجلی کے پیچھے' نیچے کی سمت غوطہ لگایا۔ سلجار کے جوئندہ زیردست نے بھی بجلی کو دیکھ لیا تھا۔ وہ دونوں تقریباً ساتھ ساتھ بجلی پر جھپٹے تھے۔ تمام دوڑاک گمبند کو بھول کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ تماشائی بھی ساکت و صامت تھے۔
حارب زبردست سے تیز اور پھرتیلا ثابت ہوا پھر اس نے پرپھڑپھڑاتی سنہری بجلی کو اوپر کی طرف اٹھتے دیکھا۔ حارب نے اپنی رفتار اور بڑھا دی۔ ساتھ ہی اس نے جھاڑو کا رخ ہلکا سا اوپر کی طرف کیا۔
نیچے افقار کے تماشائیوں کی طرف سے غراہٹیں ابھریں۔ شعلہ جھپکان نے جان بوجھ کر حارب کا راستہ روکا تھا۔ حارب کی اڑن جھاڑو گھوم گئی تھی۔ حارب کا توازن بگڑا۔ بڑی مشکل سے اس نے خود کو جھاڑو سے چمٹائے رکھا ورنہ جھاڑو اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی اور وہ نیچے گر جاتا۔
''فاؤل۔'' افقار کے کھلاڑی چلائے۔
مادام سالمہ نے شعلہ سے کچھ سخت گفتگو کی۔ پھر افقار کے حق میں فری شاٹ دی لیکن اس تمام ہنگامے میں بجلی غائب ہو گئی تھی۔
نیچے قارون مائیکروفون میں چلا رہا تھا۔ ''ریفری اسے باہر بھیجو۔ ریڈ کارڈ دکھاؤ اسے اتنا خطرناک فاؤل!''
''یہ فٹ بال نہیں ہے قارون۔'' رامس نے اسے ٹوکا۔ ''ہوائی بال میں کھلاڑیوں کو باہر نہیں کیا جاتا اور یہ ریڈ کارڈ کیا بلا ہے۔''
لیکن غسام قارون سے متفق تھا۔ ''رولز تبدیل ہونے چاہئیں۔'' اس نے کہا۔ ''ابھی حارب گرتے گرتے بچا ہے۔ گرتا تو بہت بری طرح زخمی ہوتا۔''
اب میچ میں گرمی آ گئی تھی۔ کمنٹیٹر قارون کیلئے غیر جانبدار رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ ''تو اس بدترین دانستہ فاؤل اور اس صریح بے ایمانی کے بعد......''
''قارون!'' پروفیسر دل بست نے سخت لہجے میں اسے ٹوکا۔

"میرا مطلب ہے اس دانستہ اور گندے فاؤل کے بعد......"

"قارون! میں تمہیں سمجھا رہی ہوں......"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ شعلہ جھپکان کے اس قاتلانہ فاؤل کے بعد' جو کوئی بھی کسی کے بھی خلاف کر سکتا ہے' افقار کو پنالٹی ملی ہے......اور یہ گول۔ کھیل جاری ہے۔ گیند اس وقت افقاریوں کے پاس ہے۔"

حارب نے خود کو ایک اور کارتوس سے بروقت بچایا' جو اس کے سر سے ٹکرانے ہی والا تھا۔ اس کی جھاڑو کو بالکل اچانک جھٹکا لگا اور وہ جھکی۔ ایک لمحے کو حارب کو ایسا لگا کہ وہ یقینی طور پر گرنے والا ہے۔ اس نے ہینڈل کو مضبوطی سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

پھر جھٹکا دوبارہ لگا۔ اس بار ایسا لگا کہ جھاڑو اسے گرانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن وہ غیر فطری تھا۔ جھاڑو کبھی اپنے سوار کو گرانے کی کوشش نہیں کرتی۔ حارب نے افقار کے گول پوسٹ کی طرف پلٹنے کی کوشش کی۔ وہ مولا بخش سے ٹائم آؤٹ کیلئے کہنا چاہتا تھا مگر اس لمحے اسے احساس ہوا کہ اس کی اڑن جھاڑو پوری طرح اس کے قابو سے باہر ہو چکی ہے۔ وہ اسے موڑ بھی نہیں پا رہا تھا۔ وہ اس کی مرضی پر نہیں چل رہی تھی بلکہ ادھر ادھر لہراتی ڈگمگاتی ہوئی اڑ رہی تھی۔ وقتاً فوقتاً وہ جھٹکے لیتی' بالکل اچانک کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہو جاتی جیسے وہ اسے گرانا چاہتی ہو۔

نیچے قارون کی کمنٹری جاری تھی۔ "......گیند سلجار کے شعلہ جھپکارن کے پاس ہے۔ اس نے ایلا کو ڈاج دیا ہے پھر بلاریہ کو جھکائی دی ہے۔ وہ گول پر حملہ کرنے والا ہے لیکن ایک کارتوس اس کے چہرے سے ٹکرایا ہے۔ کاش......اس کی ناک ٹوٹ گئی ہو......سوری پروفیسر......میں مذاق کر رہا تھا۔ سلجار اسکور کرنے والے ہیں......اوہ نو......

سلجار ہاؤس کے تماشائی تالیاں بجا رہے تھے۔ ابھی تک کسی کو احساس نہیں ہوا تھا کہ حارب کی اڑن جھاڑو عجیب سی حرکتیں کر رہی ہیں۔ وہ اب آہستہ آہستہ اوپر جا رہی تھی......گیم سے' میدان سے دور اور اس دوران بھی وہ بار بار جھٹکے مار رہی تھی۔

"یہ حارب کیا کر رہا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔" غسام منمنایا۔ وہ اپنی دوربین سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "مجھے تو لگتا ہے کہ اس کی جھاڑو اس کے کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے لیکن یہ کیسے ممکن ہے......"

لیکن جلد ہی تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا۔ حارب کی اڑن جھاڑو اب اسے قلابازیاں کھلا رہی تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے اسے پکڑے ہوئے ہے۔ پھر تماشائیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ حارب کی اڑن جھاڑو نے زبردست جھٹکا لیا تھا۔ اب وہ اسے ڈنڈے کی طرح پکڑے ہوئے لٹک رہا تھا......اور وہ بھی ایک ہاتھ سے!

''شاید شعلہ کے فاؤل کے بعد اڑن جھاڑو میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔'' فارق نے تبصرہ کیا۔

''یہ ممکن نہیں'' غسام نے کہا۔ ''کالے جادو کے سوا کوئی چیز اڑن جھاڑو میں گڑبڑ نہیں کر سکتی۔ یہ تو نمبس 2000 ہے۔''

یہ سنتے ہی مینا نے دوربین غسام کے ہاتھ سے جھپٹ لی لیکن وہ اوپر حارب کی طرف دیکھنے کے بجائے دوربین سے مجمعے کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ...... یہ کیا کر رہی ہو تم؟'' رامس نے کہا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔

''میں جانتی تھی...... یہ پروفیسر ماہر ہے۔ دیکھ لو۔''

رامس نے دوربین لی۔ پروفیسر ماہر سامنے والے اسٹینڈ کی درمیان والی قطار میں تھا۔ اس کی نظریں حارب پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹ مسلسل حرکت کر رہے تھے' جیسے کچھ پڑھ رہا ہو۔

''وہ یقیناً منتر پڑھ رہا ہے۔ اڑن جھاڑو کو ڈسٹرب کرنے کیلئے۔'' مینا نے کہا۔

''اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔''

رامس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی مینا وہاں سے چلی گئی۔ رامس نے پھر دوربین آنکھوں سے لگالی اب وہ حارب کو دیکھ رہا تھا۔ حارب کی اڑن جھاڑو میں مسلسل ارتعاش تھا۔ اس کیلئے جھاڑو پکڑے رکھنا دشوار تر ہو رہا تھا۔ تمام لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کی نگاہوں میں دہشت تھی۔ ایسا منظر انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اوپر فارغ اور جامد حارب کے دونوں طرف آ گئے تھے اور اس کی مدد کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جب بھی وہ اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتے' حارب کی اڑن جھاڑو اچھل کر اوپر چلی جاتی اور وہ نیچے رہ جاتے پھر وہ اور نیچے آ گئے شاید انہوں نے سوچا تھا کہ وہ گرنے کی صورت میں نیچے رہ کر حارب کو بہتر طور پر سنبھال سکیں گے۔

اس دوران شعلہ جھپکان پانچ بار گیند کو قابو میں کر کے افقار پر گول کر چکا تھا لیکن افقار کے کسی کھلاڑی کو ہوش نہیں تھا۔

''کچھ کرو مینا۔'' رامس منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

ادھر مینا مجمعے میں جگہ بناتی اس طرف بڑھ رہی تھی' جہاں پروفیسر ماہر بیٹھا تھا۔ اس کے ٹکرانے کی وجہ سے پروفیسر جاں نثار نشستوں کی دونوں قطاروں کے درمیان سر کے بل گر گیا مگر وہ سوری کہنے کیلئے نہیں رکی۔ پروفیسر ماہر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی جادو کی چھڑی تانی اور منتر پڑھا۔ منتر پورا ہوتے ہی اس کی چھڑی سے نیلگوں شعلہ سا لپکا' جس نے پروفیسر کے لبادے کے دامن کو چھو لیا۔

پروفیسر کو یہ سمجھنے میں کہ اس کے لبادے میں آگ لگ گئی ہے' شاید تیس سیکنڈ لگے ہوں گے۔اس کی چیخ سن کر مینا کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے۔ وہ تیز قدموں سے واپسی کیلئے چل دی۔

اتنی مہلت کافی تھی۔اوپر فضا میں ایک دم سے تبدیلی رونما ہوئی۔حارب کی اڑن جھاڑو اب پھر اس کے قابو میں آ گئی تھی۔

''نستیر' اب تم دیکھ لو۔'' رامس نے نستیر کی طرف دوربین بڑھائی' جو پچھلے پانچ منٹ سے غسام کے لبادے میں منہ چھپائے سسکیاں لے رہا تھا۔

حارب اب گراؤنڈ کی طرف نہایت تیز رفتار غوطہ لگا رہا تھا پھر تماشائیوں نے اسے تیزی سے اپنے منہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھا۔انداز ایسا تھا جیسے ابکائی روک رہا ہو۔اگلے ہی لمحے وہ چاروں ہاتھ پیروں کے بل زمین پر تھا۔زمین سے بمشکل چھ انچ اوپر اس کے ہاتھ نے ایک چمک دار چھوٹی سی چیز کو لپک لیا تھا۔

کس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا!

حارب نے فضا میں ہاتھ بلند کیا اور خوشی سے چلایا۔''میں نے بجلی پکڑ لی ہے.....میں نے بجلی.....''

زبردست کنفیوژن کے دوران میچ ختم ہو گیا تھا!

''اس نے بجلی پکڑی نہیں' تقریباً نگل لی تھی۔'' قارون مائیکروفون میں چلا رہا تھا۔''افقار ہاؤس نے 60 کے مقابلے میں 170 پوائنٹس لے کر میچ جیت لیا ہے۔''

بیس منٹ بعد حارب غسام کے کاٹج میں گرما گرم چائے پی رہا تھا۔رامس اور مینا اس کے ساتھ تھے۔

''وہ پروفیسر ماہر تھا۔'' رامس کہہ رہا تھا۔''میں نے اور مینا نے اسے دیکھ لیا تھا۔وہ اڑن جھاڑو پر جادو کر رہا تھا۔وہ بدبدا رہا تھا اور اس کی نظریں تم پر جمی ہوئی تھیں۔

''فضول بات ہے۔'' غسام نے کہا۔اسے ان لوگوں کے ساتھ ہونے کے باوجود کسی بات کا پتا نہیں چلا تھا۔وہ تو بس حارب کیلئے پریشان ہو رہا تھا۔''پروفیسر ماہر ایسا کیوں کرنے لگا؟''

حارب' رامس اور مینا کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔وہ سوچ رہے تھے کہ بتائیں یا نہیں پھر حارب نے فیصلہ کیا کہ غسام کو سب کچھ بتانا ہی مناسب ہے۔''مجھے اس کے بارے میں ایک خطرناک بات اتفاقاً معلوم ہو گئی تھی۔'' اس نے کہا۔''اس نے شام اولیاء کے موقعے پر تین سروں والے کتے کو ڈاج دے کر تہ خانے میں جانے کی کوشش کی تھی۔ کتے نے اسے کاٹ لیا تھا۔وہ ہمارا خیال ہے' وہ اسی قیمتی چیز کو چرانے کی کوشش کر رہا ہے' جس کی رکھوالی کی جا رہی ہے۔''

غسام کے ہاتھ سے ٹی پاٹ چھوٹ گیا۔ ''تمہیں فلفی کے بارے میں کیسے پتا چلا؟'' اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے ہوئے حارب سے پوچھا۔

''فلفی؟'' حارب حیران رہ گیا۔

''ہاں وہ میرا کتا ہے۔ میں نے بار میں ملنے والے ایک یونانی جادوگر سے خریدا تھا۔ میں نے ہی وہ رکھوالی کیلئے پروفیسر اخیار کو مستعار دیا ہے......''

''کس چیز کی رکھوالی کیلئے؟''

''بس......اب مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔'' غسام نے کہا۔ ''یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔''

''فضول بات۔ سحر کدے کا کوئی ٹیچر ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔''

''تو پھر اس نے حارب کو ختم کرنے کی کوشش کیوں کی؟'' مینا نے معترضانہ لہجے میں کہا۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا' اس سے اس کا ذہن پوری طرح تبدیل ہو گیا تھا۔

''میں جادو کے بارے میں جانتا ہوں غسام۔'' رامس نے کہا۔ ''اس کیلئے نظریں جمانا ضروری ہے اور پروفیسر ماہر حارب کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھ رہا تھا۔

''میں کہہ رہا ہوں کہ تم لوگ غلطی پر ہوں۔'' غسام نے تند لہجے میں کہا۔ ''میں نہیں جانتا کہ حارب کی اڑن جھاڑو میں گڑبڑ کیوں ہوئی مگر یہ ممکن نہیں کہ ماہر کسی اسٹوڈنٹ کو قتل کرنے کی کوشش کرے اور تم تینوں سن لو جس بات سے تمہارا تعلق نہیں' اس میں مت پڑو۔ یہ بہت خطرناک معاملہ ہے۔ تم اس کتے کو بھول جاؤ' اس چیز کو بھول جاؤ' جس کی وہ کتا رکھوالی کر رہا ہے۔ یہ پروفیسر اخیار اور نکیل فیمی کا معاملہ ہے' وہ جانیں......''

''اوہ......تو اس معاملے میں کوئی نکیل فیمی بھی ملوث ہے۔'' حارب نے کہا۔

اب غسام اپنی حماقت پر دانت پیس رہا تھا۔

☆......☆......☆......☆

کرسمس قریب آ رہا تھا۔ وسط دسمبر کی ایک صبح سحر کدہ بیدار ہوا تو اس پر برف کی کئی فٹ کی تہ جمی ہوئی تھی۔ جھیل ٹھوس برف بن چکی تھی۔ فارغ اور جامد قرولی کو سزا ملی کیونکہ انہوں نے جادوئی سنو بالز بنائی تھیں' جو پروفیسر جاں نثار کا تعاقب کر رہی تھیں اور اچھل اچھل کر اس کی پگڑی سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس روز صرف چند الو ڈاک لا سکے اور وہ بھی اپنی جان پر کھیل کر۔ ڈاک ڈیلیور کرنے کے بعد ان کا علاج کرنا پڑا۔ ورنہ اب وہ اڑنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

اب کرسمس کی چھٹیوں کا انتظار تھا۔ کامن روم میں اور بڑے ہال میں آتش دان دہکائے جانے لگے تھے۔ راہداریاں برفیلے راستوں کی طرح ہو گئی تھیں۔ تیز سرد ہوا کھڑکیوں پر دستک دیتی رہتی تھی۔ تہ خانے کی کوٹھڑی میں پروفیسر ماہر کا کلاس روم طلباء کیلئے آزمائش بن گیا تھا۔ وہاں سردی اتنی ہوتی تھی کہ

ان کی سانسیں دھند میں تبدیل ہو جاتی تھیں۔ سب طلباء اپنی اپنی کڑاھیوں سے قریب رہنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

''مجھے ان لوگوں پر بڑا ترس آتا ہے' جو کرسمس کی چھٹیاں اسکول میں گزارتے ہیں...'' اوان اور زہروں کی کلاس کے دوران فاسد جھگڑال نے چڑانے والے لہجے میں کہا۔ ''صرف اس لیے کہ ان سے گھر والے نہیں چاہتے کہ وہ گھر آئیں۔''

یہ بات کہتے ہوئے اس نے حارب کی طرف دیکھا تھا۔ حارب اس وقت شیر ماہی کی ہڈی کا سفوف تول رہا تھا۔ اس نے فاسد کو نظرانداز کر دیا۔ ہوائی بال کے میچ کے بعد سے فاسد کا رویہ اور خراب اور جارحانہ ہو گیا تھا۔ اسے سلجار ہاؤس کی شکست کا غم تھا۔ وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتا.....اب منہ کھلا رکھنے والے مینڈک کو افقار ہاؤس کی ٹیم میں جوئندہ کی حیثیت سے لیا جائے گا لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کے مذاق پر کوئی مسکراتا بھی نہیں۔ درحقیقت حارب کے کھیل سے خود سلجار ہاؤس والے بھی متاثر تھے اور اسے سراہتے تھے۔ سب اس پر متفق تھے کہ قابو سے باہر اڑن جھاڑو پر جس طرح حارب نے خود کو چپکائے رکھا' وہ کوئی مذاق نہیں تھا۔ اس بات نے فاسد کا غم اور بڑھا دیا تھا چنانچہ اب وہ حارب کی بے گھری اور محرومیوں کے حوالے سے اس پر تضحیک کے زہریلے تیر برساتا تھا۔

یہ سچ تھا کہ کرسمس کی چھٹیوں میں حارب روفی ولا نہیں جا رہا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے پروفیسر دل بست ان لڑکوں کی فہرست بنانے کے سلسلے میں آئی تھیں' جو کرسمس کی چھٹیوں کے دوران اسکول میں ہی رہنا چاہتے تھے۔ حارب نے فوراً ہی دستخط کر دیئے تھے اسے اس پر افسوس بھی نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ یہاں وہ ایسی کرسمس منائے گا' جو اسے زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ رامس اور اس کے بھائی بھی گھر نہیں جا رہے تھے کیونکہ مسٹر اور مسز قرولی کرسمس کی چھٹیوں میں اپنے بیٹے چاسر سے ملنے کیلئے جا رہے تھے۔

کلاس ختم ہوئی اور وہ کوٹھڑی سے نکلے تو راہداری میں صنوبر کا ایک بہت بڑا درخت ان کی راہ روکے کھڑا تھا۔ اس درخت کے دو بہت بڑے پاؤں فرش پر جمے ہوئے تھے۔ سانس لینے کی آواز سے انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ غسام ہے۔

''بھائی غسام' ہماری مدد کی ضرورت ہے؟'' رامس نے شاخیں ہٹا کر اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں بھئی' شکریہ۔''

''ایک طرف ہٹو۔ راستہ دو'' عقب سے فاسد نے کہا۔ ''قرولی' کیا تم کچھ کمائی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے' اسکول سے نکلنے کے بعد تم بھی گیم کیپر بننا چاہتے ہو۔ ویسے گیم کیپر کا وہ کاٹج تمہارے گھر سے تو ہزار درجے بہتر ہی ہو گا۔''

رامس فاسد پر جھپٹا۔ اسی لمحے پروفیسر ماہر کوٹھڑی سے نکل آیا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

رامس نے فاسد کا لبادہ چھوڑ دیا۔

''پروفیسر' یہ فاسد رامس کو چھیڑ رہا تھا۔ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔'' غسام نے کہا۔ ''یہ اس کی فیملی کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔''

''کچھ بھی ہو۔ سحر کدے میں لڑنے بھڑنے کی اجازت نہیں۔ اسے تحمل سے کام لینا چاہیے تھا۔'' پروفیسر ماہر نے کہا۔ ''افقار ہاؤس کے پانچ پوائنٹ کم کیے جاتے ہیں اور شکر ادا کرو کہ کم پوائنٹس پر بات ٹل گئی۔ چلو اب آگے بڑھو۔

فاسد' جھاؤ اور خار پشت درشتی سے غسام کو ایک طرف ہٹاتے آگے بڑھ گئے۔

''میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔'' رامس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''ایک دن دیکھنا......''

''مجھے ان دونوں سے نفرت ہے۔'' حارب بولا۔ ''فاسد سے بھی اور پروفیسر ماہر سے بھی۔''

''چھوڑو انہیں اور مزے کرو۔ کرسمس آ رہا ہے۔'' غسام نے کہا۔ ''میرے ساتھ چلو اور بڑے ہال کو دیکھو۔ تمہارا دل خوش ہو جائے گا۔''

حارب' رامس اور مینا غسام کے ساتھ بڑے ہال کی طرف چل دیئے وہاں پروفیسر دل بست اور پروفیسر خلجان کرسمس کی آرائش اپنی نگرانی میں کرا رہے تھے۔

''غسام سنو' اس آخر والے درخت کو اس کونے میں رکھ دو۔'' دل بست نے غسام کو دیکھتے ہی کہا۔

بڑے ہال کی آرائش قابل دید تھی۔ دیواروں پر جھالریں تھیں۔ وہاں ایک درجن کرسمس ٹرے رکھے تھے۔ ان میں جگمگاتے قمقمے آویزاں تھے۔ بے شمار موم بتیاں تھیں۔

''اب چھٹیاں شروع ہونے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟'' غسام نے پوچھا۔

''صرف ایک دن رہ گیا ہے۔'' مینا نے کہا۔ 'اور مجھے خیال آیا ہے کہ لنچ سے پہلے ہمیں آدھا گھنٹہ لائبریری میں گزارنا ہے۔'' اس نے رامس اور حارب سے کہا۔

''ہاں۔ بالکل۔'' رامس نے جواب دیا۔ وہ پروفیسر خلجان کی جادو کی چھڑی کے سرے سے نکلتے بلبلوں کو مسحور ہو کر دیکھ رہا تھا۔

''لائبریری؟'' غسام نے حیرت سے کہا۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ ''تم لوگوں کو پڑھائی میں بہت زیادہ دلچسپی ہے۔''

''نہیں۔ یہ پڑھائی کا معاملہ نہیں ہے۔'' حارب نے چہک کر کہا۔ ''جب سے تم نے نکیل فیمی کا نام لیا ہے' ہم اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''ہائیں...... میری بات سنو'' غسام شاک میں تھا۔ ''میں نے تم سے کہا نا کہ غیر متعلق معاملات میں بہت الجھو۔ تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''ہم تو صرف یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نکیل فیمی کون تھا۔'' مینا نے سادگی سے کہا۔

''تم چاہو تو ہمیں زحمت سے بچا سکتے ہو۔'' حارب بولا۔ ''اب تک ہم سینکڑوں کتابیں کھنگال چکے ہیں لیکن نکیل فیمی کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ تم ہمیں کوئی اشارہ ہی دے دو۔ مجھے لگتا ہے کہ میں نے یہ نام کہیں پڑھا ہے۔''

''میری زبان نہیں کھلے گی۔'' غسام نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''تو ہمیں خود ہی معلوم کرنا پڑے گا۔'' رامس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

وہ تینوں لائبریری سے نکل آئے۔ غسام کا منہ بنا ہوا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچے پرخیال نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔

وہ تینوں اسی روز سے نکیل فیمی کے چکر میں تھے' جب غسام کی زبان سے وہ نام پھسلا تھا۔ ان کے سامنے وہی ایک سراغ تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو وہ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے کہ وہ کیا چیز ہے' جس کی اتنی رازداری کے ساتھ رکھوالی کی جا رہی ہے اور جسے چرانے کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ پروفیسر ماہر تین منہ والے کتے کے سامنے جانے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔

لیکن نکیل فیمی کا نام بیسویں صدی کے نامور جادوگر میں بھی نہیں تھا۔ عہد جدید کے اہم جادوئی نام نامی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بھی اب تک وہ سینکڑوں کتابیں کھنگال چکے تھے لیکن اب تک ناکام تھے اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نکیل فیمی کوئی غیر معروف جادوگر ہو۔ آخر وہ پروفیسر اخیار سے تعلق رکھتا تھا۔ لائبریری میں ہزاروں شیلف تھے اور کتابوں کی تعداد لاکھوں تھی۔

مینا نے مختلف موضوعات پر اہم کتابوں کے ناموں کی ایک فہرست بنا لی تھی۔ رامس کتابیں نکال کر لا رہا تھا جبکہ حارب ممنوعہ سیکشن میں ٹہلتا پھر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے' نکیل فیمی اس حصے میں کہیں موجود ہو لیکن اس حصے سے کوئی کتاب نکلوانے کیلئے ضروری تھا کہ طالب علم کسی ٹیچر سے اجازت نامہ لے کر آئے۔ اس کے بغیر لائبریری کے اس حصے سے کتاب ایشو نہیں کرائی جا سکتی تھی اور حارب جانتا تھا کوئی ٹیچر اسے اجازت نامہ نہیں دے گا۔ یہ تمام وہ کتابیں تھیں' جن میں طاقتور کالے جادو سے متعلق وہ معلومات تھیں' جو صرف بڑوں کو دی جا سکتی تھیں۔ وہ کتابیں بڑی کلاس کے ان طلباء کیلئے تھیں' جو کالے جادو کے مقابلے میں دفاع کی اسٹڈی کر رہے تھے۔

''تم یہاں کیا دیکھ رہے ہولڑکے؟'' لائبریرین نے اس سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔''

''تو پھر بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

حارب پچھتانے لگا کہ کاش پہلے ہی کوئی کہانی گھڑ لی ہوتی تو یہاں رک کر کتابوں کا جائزہ لے سکتا تھا۔ بہر حال اب تو اسے وہاں سے نکلنا ہی تھا یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ وہ لائبریرین سے نکیل فیمی

کا نام لے کر کچھ نہیں پوچھیں گے۔ وہ یقیناً اس کے متعلق بتا سکتی تھی لیکن وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کہ یہ بات کسی بھی طرح پروفیسر ماہر تک پہنچے۔

حارب راہداری میں کھڑا ان دونوں کا انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ کوئی اچھی خبر لے کر آئیں لیکن سچ یہ ہے کہ وہ پرامید نہیں تھا البتہ اسے امید تھی کہ چھٹیوں میں وہ دلجمعی سے کوشش کر سکیں گے۔ ابھی تو وہ پیریڈز کے درمیان چھوٹے چھوٹے وقفوں میں کوشش کر رہے تھے۔ ان کیلئے طویل دورانیے میں کام کرنا ضروری تھا۔

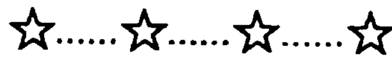
پانچ منٹ بعد امس اور میان بھی باہر آ گئے۔ وہ نفی میں سر ہلا رہے تھے پھر وہ تینوں لنچ کیلئے چلے گئے۔

''میں تو چلی جاؤں گی تم لوگ کوشش کرتے رہنا۔'' مینا نے کہا۔ ''اور اگر کچھ معلوم ہو تو مجھے الو بھیج دینا۔''

''اور تم اپنے والدین سے معلوم کرنا شاید انہیں فیمی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔'' رامس نے کہا۔

''ان سے پوچھنے میں راز کھلنے کا کوئی ڈر نہیں۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ دونوں دندان ساز ہیں۔''



چھٹیاں شروع ہو گئیں مگر وقت اتنا اچھا گزر رہا تھا کہ حارب اور اس کی نکیل فیمی کا خیال بھی نہیں آیا۔ اپنے ٹاور روم میں بس وہ دونوں ہی تھے۔ کامن روم بھی زیادہ تر خالی ہی پڑا رہتا تھا۔ انہیں آتش دان کے سامنے بیٹھنے کیلئے بہترین آرام کرسیاں میسر تھیں۔ وہ وہاں بیٹھ کر کچھ نہ کچھ ٹونگتے رہتے تھے۔ ان کا پسندیدہ موضوع فاسد جھگڑال تھا۔ وہ اسے اسکول سے نکلوانے کی اسکیمیں سوچتے رہتے تھے۔

رامس حارب کو جادوگروں کی شطرنج کھیلنا سکھا رہا تھا۔ اس میں اور دھرپٹوں کی شطرنج میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں تھا کہ اس میں جیتے جاگتے مہرے ہوتے تھے۔ اس کی وجہ سے اس میں میدان جنگ کا نقشہ نظر آتا تھا۔ رامس کا سیٹ بہت پرانا اور بوسیدہ تھا۔ اس کی ہر چیز پرانی ہوتی تھی اور فیملی میں کسی نہ کسی کے استعمال میں رہ ہوتی تھی۔ یہ شطرنج اور اس کے مہرے اس کے دادا کے تھے لیکن مہرے اب بھی زبردست لگتے تھے۔ رامس ان سے خوب واقف تھا اسے ان کو اپنے اشاروں پر چلانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔

حارب ان مہروں سے کھیلتا تھا' جو اس نے فارق سے مستعار لیے تھے وہ اس سے مانوس نہیں تھے اور اس پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ دوسرے ابھی حارب کو ٹھیک طرح کھیلنا بھی نہیں آتا تھا۔ مہرے چیخ چیخ کر اسے مشورہ دیتے تھے۔ ''مجھے وہاں مت بھیجو۔ اس کا گھوڑا نظر نہیں آ رہا تھا تمہیں؟'' وغیرہ وغیرہ

کرسمس کی رات حارب سونے کیلئے لیٹا تو اس کی آنکھوں میں مزے دار کھانوں کے خواب تھے۔

وہ ایک پرلطف اور دلچسپ دن کی امید کر رہا تھا لیکن تحفوں کی اسے کوئی امید نہیں تھی لیکن وہ اگلی صبح بیدار ہوا تو اسے اپنے بیڈ کی پائینتی پر چند پیکٹ رکھے نظر آئے۔

حارب پردے ہٹا کر باہر نکلا تو رامس نے نیند میں ڈوبی آواز میں کہا۔"ہیپی کرسمس۔"

"ہیپی کرسمس۔ یہ تحفے دیکھ رہے ہو میرے۔" حارب نے خوش ہو کر کہا۔

رامس نے اپنے بیڈ کی طرف دیکھا۔ اس کے تحفوں کا ڈھیر زیادہ اونچا تھا۔

حارب نے سب سے اوپر والا پارسل اٹھایا۔ وہ براؤن پیپر میں لپٹا ہوا تھا۔ کارڈ پر لکھا تھا...... حارب کیلئے غسام کی طرف سے۔ اس کے اندر سے بانسری نکلی۔ لگتا تھا' غسام نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ حارب نے اسے بجا کر دیکھا اس کی آواز کچھ الو کی آواز سے مشابہ تھی۔

دوسرا پارسل نسبتاً چھوٹا تھا۔ اس میں ایک رقعہ بھی تھا...... تمہارا پیغام ملا۔ تمہارا تحفہ منسلک ہے۔ انکل رونی اور آنٹی شا کیہ رقعے کے ساتھ ٹیپ کے ذریعے پچاس سینٹ کا ایک سکہ چپکا دیا گیا تھا۔

"بہت دوستانہ انداز ہے۔" حارب نے تبصرہ کیا۔

رامس سکے کو سحر زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا۔ "کیسا عجیب ہے یہ مگر اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "تو یہ دھرپٹوں کا سکہ ہے۔"

"تم چاہو تو اسے رکھ لو۔" حارب نے ہنستے ہوئے کہا۔ رامس خوش ہو گیا اور سکے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ "غسام' میری خالہ اور خالو...... مگر یہ اور تحفے کس نے بھیجے ہوں گے۔"

"اوپر والا تو میں پہچانتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے رامس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔ "یہ میری ممی کی طرف سے ہے۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ شاید تمہیں کوئی تحفہ نہیں بھیجے گا۔ اوہ...... میں سمجھ گیا۔ انہوں نے تمہارے لیے بھی جمپر بھیجا ہے۔" اس کی آواز کراہ جیسی ہو گئی۔

حارب نے پیکٹ کھولا۔ اس میں ہاتھ سے بنا ہوا ہرے رنگ کا سویٹر تھا۔ اسکے علاوہ ایک پیکٹ میں گھر کی بنی ہوئی مٹھائی تھی۔

"ممی ہر سال ہم سب کیلئے سویٹر بنتی ہیں۔" رامس نے اپنا پیکٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "اور میرا سویٹر ہمیشہ ڈارک براؤن ہوتا ہے۔"

"مجھے تو بھئی بہت اچھا لگا۔" حارب نے کہا اور مٹھائی چکھی۔ وہ بہت لذیذ اور خوش ذائقہ تھی۔

اس کے اگلے پیکٹ میں سوئینس تھیں...... اور چاکلیٹ مینڈکوں کا ایک پیکٹ۔ وہ مینا نے بھیجا تھا۔

اب ایک پارسل اور رہ گیا تھا۔ حارب نے اسے اٹھایا اور محسوس کرنے کی کوشش کی۔ وہ بہت ہلکا تھا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس میں کیا ہے۔ اس نے دھیرے دھیرے بڑی نزاکت سے اسے کھولا۔ کوئی پھسلتی بہتی ہوئی سلور گرے رنگ کی نرم چیز فرش پر گری۔ وہ تہ کی گئی تھی۔

اسے دیکھ کر رامس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ "اس کے متعلق میں نے بہت سن رکھا ہے۔" وہ

رازدارانہ سرگوشی میں بولا۔ ''اگر یہ وہی ہے' جو میں سمجھ رہا ہوں تو یہ بہت کمیاب شے ہے...... کمیاب اور بہت قیمتی۔''

''کیا ہے یہ؟''

حارب نے اس چمک دار اور ہلکے کپڑے کو فرش سے اٹھایا۔ اسے چھو کر عجیب سا احساس ہوتا تھا جیسے پانی سے کپڑا بنا گیا ہو۔

''یہ...... یہ سلیمانی چادر ہے۔'' رامس نے کہا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوشی کا ملا جلا تاثر تھا۔ اسے پہن کر دیکھو۔''

حارب نے کپڑے کو اپنے کندھے پر ڈالا۔

رامس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ''میرا اندازہ درست تھا۔'' وہ خوشی سے چلایا۔ ''ذرا نیچے دیکھو۔''

حارب نے اپنے پیروں کو دیکھا مگر وہ غائب ہو گئے تھے۔ وہ دوڑ کر آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ واقعی...... آئینے میں صرف اس کا سر نظر آ رہا تھا۔ نیچے کا جسم غائب تھا۔ اس نے چادر کو سر پر ڈال کر دیکھا۔ اب وہ بالکل غائب ہو گیا تھا۔

''اس کے ساتھ ایک رقعہ بھی ہے۔'' اچانک رامس نے کہا۔ ''اس میں سے گرا ہے۔''

حارب نے چادر اتاری اور نیچے گرے ہوئے خط کو اٹھایا۔ لکھنے والے کی تحریر صاف ستھری اور خوبصورت تھی۔ لکھا تھا......

تمہارے ڈیڈی نے مرنے سے پہلے یہ چادر مجھے سونپی تھی اب وقت آ گیا ہے کہ یہ تمہیں واپس کر دی جائے اسے اچھی طرح اور درست استعمال کرنا۔

کرسمس کی دلی مبارکباد

رقعے پر نہ کوئی نام تھا نہ دستخط۔ حارب اسے گھور رہا تھا۔ رامس پرستائش نظروں سے چادر کو دیکھے جا رہا تھا۔ ''اس کے حصول کیلئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ اس کے بدلے میں کچھ بھی دے سکتا ہوں۔'' اس نے خوابناک لہجے میں کہا پھر حارب کو دیکھا تو پرتشویش لہجے میں پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

وہ یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور فارغ اور جامد اندر آئے۔ حارب نے جلدی سے چادر کو گدے کے نیچے چھپا دیا۔ فی الوقت وہ اس راز میں کسی اور شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''میری کرسمس۔'' فارغ نے گرمجوشی سے کہا۔

''اے دیکھو...... حارب کو بھی قرولی جمپر مل گیا ہے۔'' جامد نے بے حد خوش ہو کر کہا۔

فارغ اور جامد نیلے رنگ کے ویسے ہی سویٹر پہنے ہوئے تھے۔ ایک پر سینے کے مقام پر بڑا سا F بنا تھا اور دوسرے پر J۔

''مگر حارب کا سویٹر ہمارے سویٹر سے اچھا ہے۔'' فارغ بولا۔ اس کے انداز میں خوش دلی تھی' حسد نہیں۔ ''ممی نے تمہیں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تم ان کیلئے بیٹوں سے بڑھ کر ہو۔''

''رامس' تم نے اپنا سویٹر کیوں نہیں پہنا؟'' جامد نے پوچھا۔ ''چلو پہنو جلدی سے۔ وہ گرم بھی ہے اور خوبصورت بھی۔''

''مجھے اس کا رنگ برا لگتا ہے۔'' رامس نے منہ بسور کر کہا۔ بہرحال اس نے بھی سویٹر پہن لیا۔

''تمہارے سویٹر پر تمہارے نام کا پہلا حرف نہیں ہے۔'' فارغ نے کہا۔ ''شاید ممی کا خیال ہے کہ تم اپنا نام کبھی نہیں بھولتے حالانکہ ہم دونوں بھی بے وقوف نہیں ہیں' مجھے معلوم ہے کہ میرا نام فاسد اور میرے جڑوانوں بھائی کا نام فارغ ہے۔''

''یہ آواز کیسی ہے؟'' جامد نے کان کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''کوئی طوفان آ رہا.....''

پارسی قرولی نے دروازہ کھولا اور سر اندر کر کے جھانکا۔ ''تم لوگ ہنگامہ بہت کرتے ہو۔'' اس نے مربیانہ لہجے میں کہا۔ وہ اندر آیا تو اس کے کندھے پر بھی سویٹر تھا۔

''تم بھی اپنا سویٹر پہن لو پارس۔'' جامد نے کہا۔ ''P برائے پری فیکٹ۔ پہنو نا۔''

''میں نہیں پہننا چاہتا۔'' پارس نے احتجاج کیا مگر جڑواں بھائیوں نے زبردستی سویٹر اسے پہنا دیا۔

''آج تم پری فیکٹس کے ساتھ نہیں ہو؟'' فارغ نے کہا۔ ''کیا آج فیملی ڈے ہے؟''

وہ سب پارس سے لپٹ گئے۔ ''آج تم پری فیکٹ نہیں صرف ہمارے بھائی ہو۔''

☆......☆......☆......☆

حارب نے کرسمس کا اتنا اچھا ڈنر کبھی نہیں کیا تھا۔ روسٹ مرغیاں' تلے ہوئے مٹر' بھنے ہوئے آلو' لذیذ قورمہ' ہرن کے گوشت کے کباب...... وہاں اتنی نعمتیں تھیں کہ وہ نہ شمار کر سکتا تھا اور نہ ہی سب کو چکھ سکتا تھا۔ ایک ایک نوالہ بھی لیتا تو پیٹ بھر جاتا لیکن نعمتیں ختم نہیں ہوتیں۔

اونچی میز پر پروفیسر اخیار پروفیسر خلجان سے کوئی لطیفہ سن کر مسکرا رہا تھا۔ تمام ٹیچر بہت اچھے موڈ میں تھے لیکن پروفیسر ماہر کے ہونٹوں پر اس روز بھی تناؤ تھا شاید اسے کبھی کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا ہو گا۔

کھانے کے بعد سویٹ ڈشز آ گئیں۔

پھر انعامی پٹاخے تقسیم ہوئے۔ وہ دھرپٹوں کے پٹاخوں سے مختلف تھے۔ پھٹتے تو کافی بڑے دائرے میں دھواں چھا جاتا پھر اس دھویں میں سے انعام برآمد ہوتے۔ حارب کو کئی روشن غبارے ملے اور شطرنج کا بالکل نیا اور مکمل سیٹ بھی۔

کھانے کے بعد حارب نے رامس کے ساتھ شطرنج کھیلی اور بری طرح ہارا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر پارس نے اس کی مدد کرنے کی مخلصانہ کوشش نہ کی ہوتی تو کم از کم وہ اس سے بری طرح ہرگز نہ ہارتا پھر

پارس گراؤنڈ میں فارغ اور حامد کے پیچھے بھاگتا پھرا۔ انہوں نے اسکا پری فیکٹ کا بیج چرا لیا تھا مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں آئے۔ آخر میں انہوں نے رضا کارانہ طور پر پارس کو اس کا بیج واپس کر دیا۔

حارب نے اتنا خوشگوار اور خوبصورت کرسمس کبھی نہیں گزارا تھا لیکن ایک احساس اسے رہ رہ کر بے چین کر رہا تھا۔ کوئی چیز تھی، جو دن بھر اس کے ذہن میں کھٹکتی رہی تھی۔ بیڈ پر دراز ہونے کے بعد ہی اسے اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی فرصت ملی۔ سلیمانی چادر؟ کس نے بھیجی تھی؟

رامس نے تو فوراً ہی اپنے بیڈ کے گرد پردے کھینچے اور سو گیا۔ حارب نے گدے کے نیچے سے سلیمانی چادر نکالی اور اسے سینے سے لگا لیا۔ یہ چادر اس کے ڈیڈی کی ہے۔ ریشم سے زیاہ چکنی، ہوا سے زیادہ ہلکی اور رقعے میں لکھا تھا...... اسے اچھی طرح اور درست استعمال کرنا۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اس چادر کو آزمائے۔ اس نے خود کو چادر میں چھپا لیا پھر اس نے اپنے پیروں کو دیکھا۔ اسے وہاں چاندنی اور سایوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ یہ احساس بڑا عجیب تھا۔

درست استعمال......!

اچانک جیسے اس کا ذہن کھل گیا۔ نیند کہیں بھاگ گئی۔ اس نے سوچا، اس چادر کی موجودگی میں پورا سحر کدہ اس کیلئے ایک کھلے میدان کی طرح ہے۔ وہاں اندھیرے اور خاموشی میں کھڑے کھڑے اس کے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ وہ کہیں بھی جا سکتا ہے...... کہیں بھی اور فلیس کو پتا بھی نہیں چلے گا۔

رامس سوتے میں کچھ بڑبڑایا۔ کیا اسے جگا کر ساتھ لیا جائے؟ حارب نے سوچا لیکن کوئی چیز اسے منع کر رہی تھی۔ یہ ڈیڈی کی چادر ہے۔ پہلی بار...... کم از کم پہلی بار وہ اسے تنہا استعمال کرنا چاہتا تھا۔

وہ اقامت گاہ سے نکلا۔ سیڑھیاں اتر کر کامن روم میں آیا اور پورٹریٹ والے خلا سے باہر نکل آیا۔

''کون ہے؟'' پورٹریٹ کی موٹی عورت نے چونک کر آواز دی۔

حارب کوئی جواب دیئے بغیر راہداری میں بڑھنے لگا۔

کہاں کا رخ کیا جائے؟ وہ چلتے چلتے رکا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس نے چند لمحے سوچا پھر اس سوال کا جواب اس کے ذہن میں آیا۔ لائبریری کے ممنوعہ سیکشن کی طرف! اسی وقت وہ وہاں جا کر جو کتاب چاہے پڑھ سکتا ہے۔ آخر اسے نکیل فیمی کے بارے میں جاننا ہے۔

وہ خود کو بہت اچھی طرح سلیمانی چادر میں لپیٹ کر چل دیا۔

لائبریری میں تاریکی تھی اور اس وقت وہ بہت ڈراؤنی لگ رہی تھی۔ حارب نے ایک لیمپ روشن کیا اور کتابوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں موجود لیمپ کو اس وقت کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ لیمپ ہوا میں معلق ہے بلکہ چل بھی رہا ہے۔ اس خیال سے اسے خود بھی ڈر لگنے لگا۔

ممنوعہ سیکشن لائبریری کے عقبی حصے میں تھا۔ اس نے رسی کی حد بندی پھلانگی اور وہاں چلا گیا۔

کتابوں کے عنوانات سے تو کچھ سمجھنا مشکل تھا کہ کون سی کتاب کام کی ہو سکتی ہے۔ وہ صرف قیاس

سے کام لے سکتا تھا۔ وہاں بہت سی کتابیں بے نام بھی تھیں۔ ایک کتاب ایسی تھی، جس پر گہرے رنگ کا دھبہ تھا۔ حارب کو تو وہ خون کا دھبہ لگا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی بھی سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اسے ایسا لگا، جیسے کتابیں مکروہ آواز میں رو رہی ہیں۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ یہ محض اس کے تخیل کا کارنامہ ہے پھر اسے خیال آیا کہ کتابوں کو احساس ہو رہا ہوگا کہ وہاں کوئی موجود ہے، جو نظر نہیں آ رہا ہے۔

اس نے لیمپ کو فرش پر رکھا اور نچلے شیلف کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ سیاہ اور سفید جلد والی ایک بڑی کتاب نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس نے بڑی مشکل سے کھینچ کر اسے شیلف سے نکالا کیونکہ کتاب بہت بھاری تھا۔ اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر اس نے اسے کھولا۔

اس وقت خون کو رگوں میں جما دینے والی، سماعت کو چھید ڈالنے والی ایک بلند آہنگ چیخ فضا میں ابھری۔ کتاب چیخ رہی تھی۔ حارب نے جلدی سے اسے بند کر دیا لیکن چیخ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا تو فرش پر رکھے لیمپ سے ٹکرا گیا۔ لیمپ گرتے ہی بجھ گیا۔

اب تو حارب کا گھبراہٹ سے برا حال تھا۔ باہر راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ حارب نے کتاب کو اٹھا کر دوبارہ شیلف میں ٹھونسا اور باہر کی طرف بھاگا۔ دروازے پر وہ فلیس سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ فلیس کی آنکھیں اسے آر پار دیکھتی محسوس ہوئیں پھر وہ فلیس کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کے نیچے سے نکل کر راہداری میں آ گیا۔ کتاب کی چیخیں اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

وہ اچانک رکا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑی زرہ کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ اسلحہ خانے والی گیلری تھی۔ وہ لائبریری سے دور تر ہونے کیلئے اس طرح بھاگا تھا کہ اسے علم ہی نہیں تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ اندھیرے میں کچھ نظر بھی نہیں آ رہا تھا مگر اب اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

مگر اچانک اسے آواز سنائی دی۔ ”آپ نے مجھ سے کہا تھا پروفیسر کہ رات کے وقت کسی کو گھومتے پھرتے دیکھوں تو آپ کو بتاؤں۔“ فلیس کسی سے کہہ رہا تھا۔ ”ابھی کوئی لائبریری کے ممنوعہ سیکشن میں گھسا ہوا تھا۔“

حارب تو حیران رہ گیا مگر پھر اسے خیال آیا کہ فلیس یقیناً یہاں کے شارٹ کٹس سے واقف ہے۔ اس لیے تو اتنی جلدی یہاں پہنچ گیا ہے۔

جواب دینے والی آواز پروفیسر ماہر کی تھی۔ حارب کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ ”ممنوعہ سیکشن؟“ پروفیسر نے کہا: ”تب تو وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے ہم انہیں پکڑ لیں گے۔“

دونوں آوازیں متحرک تھیں اور اسی طرف بڑھ رہی تھیں، جہاں حارب کھڑا تھا پھر اس نے انہیں راہداری میں مڑتے دیکھا۔ حارب گھبرا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سلیمانی چادر میں تھا اور وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے مگر وہ تنگ راہ داری تھی...... اور نظر نہ آنے کے باوجود وہ ٹھوس تو تھا۔ وہ ان سے ٹکرا جاتے۔

وہ آہٹ پیدا کیے بغیر پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کھلا ہوا دروازہ تھا۔ اس کے سامنے وہی ایک بچاؤ کا راستہ تھا۔ اس نے اپنی سانس روکی اور بہت احتیاط سے دروازے میں داخل ہو گیا۔ وہ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی کوشش تھی کہ اس کی سانس کی آواز بھی نہ ہو کیونکہ فلیس اور پروفیسر ماہراب اس کے پاس سے گزرنے والے تھے۔

چند لمحوں کے بعد پروفیسر اور لیس آگے نکل گئے۔ حارب نے سکون کی سانس لی تب اس نے پہلے اس کمرے کو غور سے دیکھا' جس میں وہ چھپا تھا۔

وہ کوئی متروک کلاس روم معلوم ہو رہا تھا۔ دیوار کے ساتھ کرسیوں اور ڈیسکوں کا ڈھیر تھا۔ ایک طرف ایک ڈسٹ بن الٹا پڑا تھا۔ سامنے والی دیوار پر ایک ایسی چیز تھی' جو کسی سے زاویے سے اس کمرے سے متعلق نہیں لگتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی نے فضول چیز سمجھ کر اسے یہاں لا کر رکھ دیا ہے۔

وہ چھت جتنا اونچا' بے حد شاندار آئینہ تھا۔ اس کے گرد سنہرا فریم تھا۔ نچلے حصے پر کھدے ہوئے حروف میں عبارت لکھی تھی۔ یہ ان ستاروں کا آئینہ ہے' جو ٹوٹ چکے ہیں لیکن انہیں اب بھی کوئی دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ درحقیقت خواہشوں کا آئینہ ہے۔ ٹوٹے ہوئے ستارے کسی کے ہاتھ نہیں آئے۔

اب پروفیسر اور فلیس کی آہٹیں دور ہو گئی تھیں تو حارب کا خوف بھی دور ہو گیا۔ وہ آئینے کی طرف :ھا کہ اس میں اپنا عکس دیکھے لیکن اس کا عکس نظر ہی نہیں آ رہا تھا وہ اور آگے ہو کر کھڑا مگر اس کا عکس اب بھی نہیں دکھائی دیا۔

اگر اس نے سختی سے اپنے منہ پر ہاتھ نہ جما دیا ہوتا تو اس کی چیخ نکل جاتی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ اس کا دل اس سے بھی زیادہ زور سے دھڑک رہا تھا' جب کتاب کی چیخ سن کر وہ بے قابو ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس لمحے اس نے آئینے میں نہ صرف خود کو دیکھا تھا بلکہ اس کو اپنے عقب میں لوگوں کا ایک گروہ کھڑا دکھائی دیا تھا۔

مگر کمرہ خالی تھا وہاں اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ بے ترتیب سانسوں کے ساتھ اس نے پلٹ کر آئینے کی طرف دیکھا۔

وہاں اس کا عکس موجود تھا۔ سفید' خوفزدہ چہرہ اور اس کے پیچھے کم از کم دس افراد کھڑے تھے۔ حارب نے سر گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ غیر مرئی ہوں۔ یہ ایک ایسا کمرہ تو نہیں ہے' جہاں بے شمار غیر مرئی لوگ ہوں...... اور آئینے کا کمال ہی یہ ہو کہ وہ غیر مرئی لوگوں کا عکس دکھانے کی قدرت رکھتا ہو۔

اس نے دوبارہ آئینے میں دیکھا۔ ایک عورت اس کے عین پیچھے کھڑی اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی' ہاتھ ہلا رہی تھی۔ حارب نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر دیکھا اگر وہ واقعتاً موجود ہوتی تو وہ غیر مرئی ہونے کے باوجود اسے چھو لیتا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ عورت اور دوسرے تمام لوگ صرف آئینے میں وجود رکھتے تھے۔ اس سے باہر نہیں۔

اب حارب نے غور سے دیکھا۔ عورت بہت خوبصورت تھی۔ اس کے بال گہرے سرخ رنگ کے تھے اور آنکھیں...... ارے یہ تو بالکل میری آنکھوں جیسی ہیں...... سبز چمکیلی...... اور بناوٹ بھی ویسی ہے۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ عورت رو رہی ہے۔ ہاں...... وہ بیک وقت رو بھی رہی تھی اور مسکرا بھی رہی تھی۔ اس کے برابر کھڑے دبلے پتلے' دراز قد' سیاہ بالوں والے مرد نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا' جیسے زبان خامشی میں ضبط کی تلقین کر رہا ہو۔ وہ چشمہ پہنے ہوئے تھا اور اس کے سیاہ بال الجھے ہوئے تھے...... بالکل حارب کی طرح۔ حارب نے سمجھ لیا کہ وہ کنگھا کرنے پر بھی نہیں سلجھتے ہوں گے...... اس کے بالوں کی طرح!

حارب اب آئینے کے اتنا قریب تھا کہ اس کی ناک اپنے عکس کو چھو رہی تھی۔ ''ممی...... ڈیڈی......؟'' اس نے سرگوشی میں پکارا۔

وہ دونوں مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے رہے۔

اب حارب نے آئینے میں موجود اور لوگوں کو دیکھا وہاں اس کی آنکھوں جیسی بہت سی آنکھیں تھیں۔ اس کی ناک جیسی اور ناکیں تھیں۔ ایک بوڑھا آدمی تھا' جس کے گھٹنے اس کی طرح خمیدہ تھے۔

حارب کی سمجھ میں آ گیا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اپنی فیملی کو دیکھ رہا تھا...... اپنے ماں باپ کو...... اپنے اجداد کو......

اس کے ماں باپ اسے دیکھ کر مسکرائے اور ہاتھ ہلایا۔ حارب بے تاب ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے شاید آئینہ اسے جگہ دے اور وہ اس میں جا کر ان لوگوں سے مل سکے۔ اسے اپنے سینے میں عجیب سا احساس ہو رہا تھا...... آدھی خوشی' آدھی اداسی...... گہری خوشی اور گہری اداسی!

اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ وہاں کتنی دیر سے کھڑا ہے۔ عکس بھی نہیں مٹ رہا تھا اور وہ ان لوگوں کو دیکھے جا رہا تھا یہاں تک کہ دور کی ایک آواز اسے اس کے حواسوں میں واپس لے آئی۔ وہ یہاں رک نہیں سکتا۔ اسے اپنی اقامت گاہ واپس جانا ہے۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی پیاسی نگاہوں کو ماں کے چہرے سے ہٹایا اور سرگوشی میں بولا۔ ''میں پھر آؤں گا ممی۔''

اور وہ کمرے سے نکل آیا۔

☆......☆......☆......☆

''تم مجھے جگا نہیں سکتے تھے؟'' رامس کے لہجے میں ناراضی تھی۔

''میں پھر جاؤں گا۔ آج رات تم میرے ساتھ چلنا۔ میں تمہیں وہ آئینہ دکھاؤں گا۔''

''میں تمہارے ممی اور ڈیڈی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں تمہاری پوری فیملی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم اس آئینے میں مجھے دکھا سکو گے۔''

''نہیں تو تم جب چاہو' دیکھ سکتے ہو۔ گرمی کی چھٹیوں میں میرے گھر چلنا اور سب سے مل لینا۔''

رامس نے کہا۔ ''ویسے وہ آئینہ شاید صرف مرے ہوؤں کو دکھاتا ہے۔ کاش ہمیں اس آئینے سے نکیل فیمی کے بارے میں کچھ معلوم ہو پاتا۔ اے...... تم ناشتہ کیوں نہیں کر رہے ہو؟''

حارب سے کچھ کھایا نہیں جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' میں نے اپنے ماں باپ کو دیکھ لیا ہے...... اور آج پھر دیکھوں گا۔ وہ نکیل فیمی کو تو بالکل بھول ہی بیٹھا تھا اب وہ اسے اہم نہیں لگ نہیں رہا تھا۔ اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی کہ غسام کا تین سروں والا کتا فلفی کس چیز کی رکھوالی کر رہا ہے اور اگر پروفیسر اس چیز کو چرانا چاہتا ہے تو شوق سے چرائے۔ یہ میرا درد سر تو نہیں۔ میرا کیا جاتا ہے اس میں۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' رامس نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔ ''عجیب سے ہو رہے ہو تم۔''

''میں...... میں ٹھیک ہوں۔''



حارب کو سب سے زیادہ ڈر اس بات کا تھا کہ وہ دوبارہ آئینے والے کمرے کو تلاش نہیں کر سکے گا۔ اس رات رامس بھی چادر میں اس کے ساتھ تھا چنانچہ انہیں سست رفتاری اور احتیاط سے چلنا پڑ رہا تھا۔

حارب نے لائبریری سے وہ راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی اور انہیں تقریباً ایک گھنٹے تک مختلف راہداریوں میں بھٹکنا پڑا۔

''میں تو سردی سے ٹھٹھرا جا رہا ہوں۔'' رامس نے فریاد کی۔ ''میرا خیال ہے' واپس چلیں۔''

''نہیں۔ مجھے یقین ہے' وہ ہمیں مل جائے گا۔''

راستے میں انہیں ایک بھوت کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد رامس منمنانے لگا کہ اس کے پاؤں سن ہو چکے ہیں۔ عین اسی وقت حارب کو اسلحہ خانے والی گیلری نظر آ گئی۔ ''یہاں ہے...... وہ کمرہ یہاں ہے۔'' اس نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

انہوں نے دروازہ دھکیلا اور کمرے میں داخل ہوئے۔ حارب نے کمرے میں گھستے ہی چادر اتاری اور آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

وہ سب وہاں موجود تھے۔ ممی اور ڈیڈی اسے دیکھ کر مسکرائے۔ ''دیکھا؟'' حارب نے سرگوشی میں رامس سے کہا۔

''مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔''

''دیکھو...... دیکھو نا...... وہ سب موجود ہیں۔ اتنے بہت سے لوگ تمہیں نظر نہیں آ رہے ہیں!''

''مجھے تو صرف تم دکھائی دے رہے ہو۔''

''غور سے دیکھو...... یہاں آؤ۔ میری جگہ کھڑے ہو کر دیکھو۔''

حارب ایک طرف ہٹا لیکن رامس کے اس جگہ آنے کے بعد اب اسے اپنی فیملی نظر نہیں آ رہی تھی صرف رامس نظر آ رہا تھا۔

لیکن اب رامس سحر زدہ آئینے میں دیکھے جا رہا تھا۔

''کیا تمہیں اپنی فیملی نظر آ رہی ہے؟''

''نہیں۔ میں اکیلا ہوں لیکن مختلف ہوں۔ میں بڑا ہو گیا ہوں اور میں ہیڈ بوائے ہوں۔'' رامس نے ہیجانی لہجے میں بتایا۔

''کیا......؟''

''ہاں...... میں با کر بھائی جیسا بیج سینے پر لگائے ہوئے ہوں اور میرے پاس ہاؤس کپ ہے...... اور ہوائی بال کپ بھی ہے۔ میں ہوائی بال ٹیم کا کیپٹن بھی ہوں۔'' رامس نے آئینے سے نظریں ہٹائیں اور حارب کو دیکھا۔ اس کا انداز ہیجانی تھا۔

''تمہارے خیال میں یہ آئینہ مستقبل دکھا رہا ہے؟'' رامس نے پوچھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟ میرے والدین مستقبل نہیں ہو سکتے۔ وہ ماضی ہیں' مر چکے ہیں' ذرا ہٹو...... ایک بار پھر دیکھوں۔''

''تم تو رات کو دیکھ چکے ہو۔ مجھے موقع دو نا۔''

''تم تو ہوائی بال کا کپ اٹھائے ہوئے ہو اس میں کون سی خاص بات ہے جبکہ مجھے اپنے والدین کو دیکھنا ہے۔''

''مجھے دھکا نہ دو......''

باہر راہداری میں چاپیں ابھریں۔ انہیں احساس ہی نہیں تھا کہ وہ بلند آواز میں بحث کر رہے ہیں۔

''جلدی کرو۔''

رامس نے جلدی سے حارب کو اور خود کو سلیمانی چادر میں لپیٹ لیا۔ اس وقت فلیس کی بلی مسز نورس کی چمکتی آنکھیں سامنے آئیں۔ وہ انہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا کیا سلیمانی چادر بلیوں کیلئے بھی آدمی کو غیر مرئی بنا دیتی ہے؟

بلی چند لمحے دیکھتے رہی پھر آگے بڑھ گئی۔

''اس نے ہماری آواز سن لی تھی۔ وہ فلیس کو بلانے کیلئے گئی ہے۔ یہاں سے نکل لو۔'' رامس نے کہا اور حارب کو کھینچ کر کمرے سے نکال لایا۔

☆......☆......☆......☆

اگلی صبح بھی برف پگھلنی نہیں شروع ہوئی تھی۔ ''شطرنج کھیلو گے حارب؟'' رامس نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''تو غسام کے پاس چلیں؟''

''نہیں۔تم چلے جاؤ۔''

''میں جانتا ہوں حارب کہ تم اس آئینے کے بارے میں سوچ جارہے ہو۔میرا مشورہ ہے کہ آج رات وہاں نہ جانا۔''

''کیوں؟''

''وجہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔بس مجھے محسوس ہوتا ہے اب تک کئی بار تم پکڑے جانے سے بال بال بچے ہو۔فلیس، پروفیسر ماہر اور مسز نورس......سب چوکنے ہیں۔اس سے بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتے اگر تم کسی سے ٹکرا جاؤ گے تو؟''

''تم مینا کے انداز میں بول رہے ہو۔''

''میں سیریس ہوں حارب۔آج مت جانا وہاں۔''

لیکن حارب آئینے کے روبرو جانے کو بے تاب ہو رہا تھا۔کوئی طاقت سے روک نہیں سکتی تھی۔

☆......☆......☆......☆

تیسری رات اسے راستہ ڈھونڈنا نہیں پڑا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ آہٹ بلند آہنگ تھی مگر راستے میں کسی سے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔

اور اب وہ وہاں موجود تھا۔اس کے ممی اور ڈیڈی اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔دادا مسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سر ہلا رہے تھے۔حارب ان کے روبرو فرش پر بیٹھ گیا اب وہ پوری رات اپنی فیملی کے ساتھ گزارے گا۔کوئی اسے نہیں روک سکتا لیکن......

''حارب......تم پھر آ گئے؟''

اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔اندر جیسے سب کچھ ٹھٹھر گیا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔دیوار سے لگی ایک ڈیسک پر پروفیسر اخیار بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔حارب ماں باپ سے ملنے کو ایسا بے تاب ہو رہا تھا کہ اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

''مم......میں نے......میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا سر۔''

'عجیب بات ہے۔غیر مرئی بننے کے بعد آدمی کی نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔'' پروفیسر نے کہا۔

یہ دیکھ کر حارب کو سکون کا احساس ہوا کہ پروفیسر مسکرا رہا تھا۔

پروفیسر اٹھا اور اس کے پاس فرش پر آ بیٹھا۔''تم سے پہلے بھی سینکڑوں افراد نے اس آئینے سے خوشی حاصل کی ہے۔یہ آئینہ خواہشات ہے۔''

''مجھے اس کا نام معلوم نہیں تھا سر۔''

''لیکن اب تک یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی۔''

''مجھے تو اس آئینے میں اپنی بچھڑی ہوئی فیملی نظر آتی ہے۔''

''ہمیشہ کیلئے بچھڑی ہوئی فیملی کہو۔'' پروفیسر نے اصلاح کی۔ ''اور تمہارے دوست نے اس میں خود کو اسکول کا ہیڈ بوائے دیکھا۔''

''مجھے غیر مرئی ہونے کیلئے سلیمانی چادر کی ضرورت نہیں اور میں اس اسکول کا پرنسپل ہوں اور ہر بات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا۔ ''خیر...... اسے چھوڑو۔ اب مجھے سوچ کر بتاؤ کہ یہ آئینہ کیا دکھاتا ہے؟''

حارب نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ جو شخص خوش اور آسودہ ہو گا' اس کیلئے یہ اور آئینوں جیسا عام آئینہ ہے۔ وہ اس میں اپنے عکس کے سوا کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔ اب کچھ سمجھ میں آیا؟''

حارب نے چند لمحے سوچا پھر دھیرے سے بولا۔ ''یہ ہمیں وہ دکھاتا ہے' جو ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''ہاں بھی اور نہیں بھی۔'' پروفیسر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمیں بھی نہیں دکھاتا...... سوائے ان خواہشوں کے جو ہمارے اندر گہرائی میں...... بہت گہرائی میں تشنہ تکمیل ہوتی ہیں۔ تم نے اپنے ماں باپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ سو تمہیں آئینے میں وہ نظر آتے ہیں۔ رامس قرولی ہمیشہ اپنے بھائیوں کے سامنے دبا رہتا ہے۔ وہ اس آئینے میں خود کو تنہا دیکھتا ہے اور اس مقام پر دیکھتا ہے' جہاں اس کے بھائی بھی نہیں پہنچ سکے لیکن یہ آئینہ نہ ہمیں علم دے سکتا ہے نہ سچائی۔ البتہ اس نے بہت لوگوں کو خراب کیا ہے۔ جو وہ دیکھتے ہیں' اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ کچھ پاگل بھی ہو گئے کیونکہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جو وہ دیکھتے ہیں' وہ ممکن نہیں ہے۔ وہ نہیں سمجھ پاتے کہ وہ حقیقت نہیں تھی۔

''کل یہ آئینہ ایک اور جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔ اس لیے حارب' میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اب اس کی تلاش میں نہ آنا۔ ہاں یہ ہے کہ اب تم اس کا سامنا کرو گے تو اس کیلئے تیار ہو گے۔ یہ یاد رکھو کہ خوابوں میں کھو کر زندگی کو بھول جانا کوئی مثبت بات نہیں۔ اب تم چادر لپیٹو' جاؤ اور سو جاؤ۔

حارب اٹھ کھڑا ہوا۔ ''پروفیسر سر' میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں۔''

''یقیناً...... اور تم پوچھ چکے ہو۔'' پروفیسر اخیار مسکرایا۔ ''بہر حال' اب تم مجھ سے ایک اور بات پوچھ سکتے ہو۔''

''آپ کو اس آئینے میں کیا نظر آتا ہے؟''

''میں...... مجھے اس میں اونی موزوں کی ایک دبیز جوڑی دیکھتا ہوں۔''

حارب حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

''موزے کتنے ہی مل جائیں، پھر بھی ان کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ایک اور کرسمس آ کر گزر گیا۔ مجھے کسی نے موزوں کی جوڑی نہیں دی۔ سب مجھے کتابیں ہی دیتے رہتے ہیں۔''

یہ تو حارب کو اپنے بستر پر لیٹنے کے بعد خیال آیا کہ پروفیسر نے سچ نہیں بتایا ہوگا۔ رامس کے چوہے اسکیبر کو اپنے تکیے پر سے ہنکاتے ہوئے اس نے یہ بھی سوچا کہ اس نے بے حد ذاتی نوعیت کا سوال کیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

کرسمس کی چھٹیوں کے بعد حارب نے اپنی سلیمانی چادر کو تہ کر کے ٹرنک میں رکھ دیا۔ پروفیسر اخیار نے اسے منع کیا تھا کہ اب وہ آئینہ نہ تلاش کرے لیکن اس نے آئینے میں جو کچھ دیکھا تھا، اسے بھول جانا آسان نہیں تھا بلکہ اب تو وہ ڈراؤنے خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے والدین کو دیکھتا۔ وہ سبز رنگ کی خوفناک بجلی کڑکتی اور وہ غائب ہو جاتے اور ایک خوفناک آواز قہقہے لگاتی سنائی دیتی۔

''تم سمجھ رہے ہو نا۔ پروفیسر نے ٹھیک کہا تھا کہ یہ آئینہ آدمی کو پاگل کر سکتا ہے۔'' رامس نے حارب کے خواب سننے کے بعد اس سے کہا۔

مینا نئی ٹرم شروع ہونے سے ایک دن پہلے واپس آ گئی تھی۔ اس نے یہ سب کچھ سنا۔ اس کا ردعمل مختلف تھا۔ ''کتنی خوفناک بات ہے کہ تم آدھی رات کو اس طرح اسکول میں مارے مارے پھرو۔ اگر فلیس تمہیں پکڑ لیتا تو کیا ہوتا۔'' اس نے کہا۔ ''اور مجھے مایوسی ہوئی کہ تم نے اب تک نکیل فیمی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا۔''

انہوں نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ لائبریری کی کتابوں سے انہیں نکیل فیمی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا لیکن حارب کو یقین تھا کہ یہ نام اس نے کہیں پڑھا ہے۔ نئی ٹرم شروع ہوئی تو پیریڈز کے درمیان دس منٹ کے وقفے میں وہ پھر کتابیں کھنگالنے لگے۔ حارب کے پاس وقت ان دونوں کے مقابلے میں کم تھا کیونکہ ہوائی بال کی پریکٹس پھر شروع ہو گئی تھی۔

مولا بخش ٹیم پر پہلے سے زیادہ محنت کر رہا تھا۔ برف باری کے بعد بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن مولا بخش کے جوش پر بارش بھی اثر انداز نہیں ہو سکی تھی۔ فارغ اور جامد کو شکایت تھی کہ مولا بخش کھیل کے معاملے میں جنونی ہو گیا ہے لیکن حارب مولا بخش کا ہم نوا تھا۔ ان کا اگلا میچ پشتار سے تھا اگر وہ یہ میچ جیت لیتے تو وہ سات سال بعد پہلی بار ہاؤس چیمپئن شپ میں سلجار سے آگے نکل جاتے۔ حارب کو میچ جیتنے کے علاوہ یہ دلچسپی بھی تھی کہ ہوائی بال کی پریکٹس میں مصروف ہونے کے بعد اس کے ڈراؤنے خوابوں میں بہت زیادہ کمی آ گئی تھی۔

پھر ایک بھیگے ہوئے دن پریکٹس کے دوران مولا بخش نے انہیں ایک بری خبر سنائی۔ اسے کسی بات

پر فارغ اور حامد پر بڑے زور کا غصہ آیا تھا۔ وہ پریکٹس کرنے کے بجائے اداکاری میں لگے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔

''تم دونوں نہیں مانو گے۔ اسی طرح کا رویہ میچ ہرواتا ہے۔'' مولا بخش نے کہا۔ ''میں تمہیں خبردار کر دوں کہ اس میچ کا ریفری پروفیسر ماہر ہے اور وہ افقار کے پوائنٹس کم کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔''

یہ سن کر حامد اپنی اڑن جھاڑو سے گرتے گرتے بچا۔ وہ خبر تھی ہی دھماکہ خیز۔ ''پروفیسر ماہر اور ریفری۔'' اس نے بے یقینی سے کہا۔ ''اس سے پہلے تو اس نے کسی میچ میں یہ ذمے داری نہیں سنبھالی۔ وہ تو غیر جانبدار رہ ہی نہیں سکتا۔ سلجار کی شکست سے اسے اور تپا دیا ہے۔''

دوسرے کھلاڑی بھی اس احتجاج میں حامد کے ساتھ تھے۔

''بھئی اس میں میرا کیا قصور ہے۔'' مولا بخش نے کہا۔ ''ہمیں تو بس ایک صاف ستھرا میچ کھیلنا ہو گا۔ پروفیسر ماہر کو کوئی بہانہ نہیں ملنا چاہیے۔''

یہ سب کہنا آسان تھا اور کرنا مشکل اور حارب تو زیادہ پریشان تھا۔ پروفیسر ماہر کا اس کے قریب موجود رہنا خالی از علت نہیں تھا۔ خصوصاً پچھلے تجربے کے بعد تو ماہر کی قربت کے خیال سے اس کا دل نکل رہا تھا۔

پریکٹس کے بعد وہ لوگ کچھ دیر باہم گفتگو کرتے تھے لیکن اس روز حارب پریکٹس ختم ہوتے ہی افقار ہاؤس کے کامن روم کی طرف لپکا وہاں رامس اور مینا شطرنج کھیل رہے تھے۔ رامس اب تک صرف شطرنج میں ہی مینا کو ہرا سکا تھا جبکہ حارب اور رامس کے خیال میں مینا کیلئے شکست کھاتے رہنا بہت ضروری تھا۔

حارب رامس کے برابر جا بیٹھا۔ ''اس وقت مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔'' رامس نے کہا۔ ''مجھے اسی وقت ارتکاز......'' اسی لمحے اس کی نظر حارب کے چہرے پر پڑی۔ ''کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟'' اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''تم اتنے برے حال میں کیوں ہو؟''

حارب نے سرگوشی میں ان دونوں کو وہ خبر سنائی۔

''تم یہ میچ ہرگز نہ کھیلنا۔'' مینا نے چھوٹتے ہی کہا۔

''کہہ دو کہ تمہاری طبیعت خراب ہے۔'' رامس نے تجویز پیش کی۔

''انہیں بتاؤ کہ تمہاری ٹانگ میں چوٹ لگ گئی ہے۔''

''بلکہ سچ مچ اپنی ٹانگ میں زخم لگا لو۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''ٹیم میں کوئی ریزرو جوئندہ بھی نہیں ہے۔ میں پیچھے ہٹ گیا تو ٹیم میچ کھیل ہی نہیں سکے گی۔''

اسی وقت نستیر لڑھکتا پھڑکتا کامن روم میں داخل ہوا۔ سب اندازہ لگا سکتے تھے کہ وہ پورٹریٹ کے

خلا سے یہاں تک کیسے آیا ہوگا کیونکہ اس کی دونوں ٹانگیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ یہ طے تھا کہ وہ جادو کا شکار ہوا ہے۔

مینا کے سوا سب لوگ اس کے حال زار پر ہنس رہے تھے۔ مینا جلدی سے اٹھی۔ اس نے توڑ کرنے والا منتر پڑھا' جس سے نستیر کی ٹانگیں علیحدہ ہوگئیں تب وہ سکون سے کھڑا ہوا لیکن اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ ''ہوا کیا تھا؟'' مینا نے اس سے پوچھا۔

''فاسد...... '' نستیر کی آواز لرز رہی تھی۔ ''وہ لائبریری کے باہر ملا تھا۔ کہنے لگا...... میں ایک منتر کی مشق کرنا چاہتا ہوں پھر اس نے منتر پڑھ دیا اور بس......''

''تم پروفیسر دل بست کے پاس جا کر شکایت کرو اس کی۔'' مینا نے کہا۔

نستیر نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں اپنے مصائب میں اضافہ نہیں چاہتا۔''

''تمہیں اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا چاہیے نستیر۔'' رامس نے ناصمانہ لہجے میں کہا۔ ''وہ لوگوں کے سروں پر چڑھنے کا عادی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کے سامنے لیٹ جائیں تا کہ اس کا کام اور آسان ہو جائے۔''

''مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں اتنا بزدل ہوں کہ افقار ہاؤس کے قابل نہیں۔ یہ بات فاسد پہلے ہی ثابت کر چکا ہے۔'' نستیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''تم فاسد جیسے درجنوں پر بھاری ہو نستیر۔'' حارب نے کہا۔ ''اور افقار کیلئے تمہیں ہیٹ نے منتخب کیا تھا' جو کبھی غلطی نہیں کرتا اور ذرا سوچو تو کہ ہیٹ نے فاسد کو کہاں بھیجا......؟ بدبودار سلجار ہاؤس میں!''

یہ سن کر نستیر کے ہونٹوں پر کمزور سی مسکراہٹ لرزنے لگی۔ ''شکریہ حارب۔'' اس نے چاکلیٹی مینڈک کا ریپر ہٹایا۔ ''شکریہ حارب۔ اس کا کارڈ لو گے؟ تم تو کارڈ جمع کرتے ہو نا؟''

نستیر کارڈ حارب کو تھما کر اقامت گاہ کی طرف چلا گیا۔ حارب نے کارڈ دیکھا۔ ''پھر پروفیسر اخیار۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔ ''میرا پہلا کارڈ ہی یہی نکلا...... '' اچانک وہ چپ ہو گیا۔ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

پھر اس نے کارڈ کو پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ عبارت پڑھنے کے بعد وہ رامس اور مینا کی طرف مڑا۔ ''وہ مجھے مل گیا۔'' وہ بولا تو اس کے لہجے میں سنسنی تھی۔ ''نکیل فیمی مجھے مل گیا۔ میں نے کہا تھا نا کہ میں نے کہیں پڑھا ہے اس کے بارے میں۔ اب سنو۔ لکھا ہے...... پروفیسر اخیار کو 45ء میں سیاہ جادوگروں کو شکست دینے کے بعد شہرت ملی۔ اس کے علاوہ اس نے ڈریگن کے خون سے استفادہ کے بارہ طریقے دریافت کیے اور اس نے اپنے پارٹنر نکیل فیمی کے ساتھ مل کر کیمیائے جادوگری کے میدان میں جو کام کیا' اسے علمائے جادوگراں میں بے حد سراہا گیا......''

مینا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ''تم یہیں ٹھہرو۔'' اس نے کہا اور لڑکیوں کی اقامت گاہ کی طرف جانے والے زینے پر لپکی۔ حارب اور رامس ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

مینا جس رفتار سے گئی تھی' اسی رفتار سے واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کتاب تھی۔

''اس کتاب کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا۔'' اس نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔ کئی ہفتے پہلے ہلکے پھلکے مطالعے کی غرض سے میں نے یہ کتاب لائبریری سے ایشو کرائی تھی۔''

''ہلکا پھلکا مطالعہ!'' رامس نے حیرت سے کہا۔

مگر مینا نے سنا ہی نہیں۔ وہ تو بے تابی سے کتاب کے ورق الٹ رہی تھی۔ بالآخر اسے مطلوبہ صفحہ مل گیا۔ ''میں جانتی تھی...... میں جانتی تھی......'' اس نے ہیجانی لہجے میں سرگوشی کی۔

''تمہیں بھی کچھ بولنے کی اجازت نہیں؟'' رامس نے گھمبیر شکایتی لہجے میں کہا۔

لیکن مینا نے اسے نظر انداز کر دیا۔ ''نکیل فیمی۔'' اس نے ڈرامائی لہجے میں سرگوشی کی۔ ''...... سنگ فلاسفہ کا واحد معلوم خالق۔''

مگر ان دونوں پر وہ تاثر مرتب نہیں ہو سکا' جس کی وہ توقع کر رہی تھی۔ ''کیا...... کیا......!''

''تم لوگ مطالعہ بالکل بھی نہیں کرتے ہو۔ لو...... خود پڑھ لو۔'' مینا نے مربیانہ لہجے میں کہا۔ اس نے کتاب ان کی طرف بڑھائی۔

وہ دونوں پڑھنے لگے......

کیمیا کا قدیم علم سنگ فلاسفہ کی تیاری سے تعلق رکھتا ہے یہ ایک ایسا عنصر ہے' جس کی قوتیں تعجب خیز ہیں یہ پتھر کسی بھی دھات کو سونے میں تبدیل کر سکتا ہے۔ اس کی مدد سے آبِ حیات بھی بنتا ہے' جسے پینے والا امر ہو جاتا ہے۔

گزشتہ کئی صدیوں میں اس پتھر کے متعلق متضاد اطلاعات پھیلیں لیکن اس وقت میں موجود واحد سنگ فلاسفہ نکیل فیمی کی ملکیت ہے۔ نکیل فیمی علم کیمیا کے ماہر ہیں' جنہوں نے حال ہی میں اپنی 665ویں سالگرہ منائی ہے۔ وہ اپنی 658 سالہ بیوی پرکین کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔

وہ پڑھ چکے تو مینا نے کہا۔ ''سمجھے۔ تین سروں والا وہ کتاب سنگ فلاسفہ کی رکھوالی کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے' نکیل فیمی نے اسے اپنے دوست کو سونپا ہو گا اور پروفیسر اخیار کو علم ہو گا کہ کچھ لوگ اسے چرانے کے چکر میں ہیں۔ اس لیے انہوں نے زرباد سے نکلوا کر یہاں محفوظ کیا ہے۔''

''ایک ایسا پتھر جو سونا بنا دے اور آدمی کو امر بھی کر دے' کون اس کی آرزو نہیں کرے گا۔'' حارب نے تبصرہ کیا۔ ''پروفیسر ماہرا سے چرانا چاہتا ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ہر شخص چاہے گا کہ وہ اسے مل جائے۔''

''اور جدید زمانے کی تاریخ میں نکیل فیمی کا نام کیسے ملتا۔'' رامس نے کہا۔ ''جس شخص کی عمر 665 سال ہے' وہ تو پرانا ہی کہلائے گا۔''

اگلی صبح کالے جادو کے مقابلے میں دفاع کی کلاس میں حارب اور رامس یہی گفتگو کرتے رہے کہ اگرانہیں یہ پتھرمل جائے تو وہ کیا کریں گے۔ رامس نے کہا کہ وہ اپنی ہوائی بال کی بہترین ٹیم بنائے گا' جو بہترین پروفیشنل کھلاڑیوں پر مشتمل ہوگی۔ اس پر حارب کو وہ مسئلہ یاد آیا' جو اس وقت اس کیلئے سب سے اہم تھا۔ ہوائی بال کا میچ جس کا ریفری پروفیسر ماہر تھا۔

''میں یہ میچ ضرور کھیلوں گا ورنہ سلجار والے سوچیں گے کہ مجھ میں پروفیسر ماہر کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔'' حارب نے مینا سے کہا۔

''مجھے بہرحال ڈر لگ رہا ہے۔''

☆......☆......☆......☆

جیسے جیسے میچ کا دن قریب آ رہا تھا' حارب کی اعصاب زدگی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ حالانکہ وہ کوشش کرتا تھا کہ رامس اور مینا کو پتا نہ چلے۔ ٹیم کے دوسرے کھلاڑیوں کا بھی کم وبیش یہی حال تھا۔ ٹیم چیمپئن شپ میں سلجار سے آگے نکلنے کا تصور بہت خوش کن تھا لیکن ایسے جانبدار ریفری کی موجودگی میں بظاہر یہ ناممکن ہی نظر آتا تھا۔

کبھی کبھی حارب کو یہ اپنا وہم لگتا تھا مگر یہ حقیقت تھی کہ اس کا پروفیسر ماہر سے کثرت سے سامنا ہو رہا تھا وہ جہاں بھی جاتا' پروفیسر سے ٹکراؤ ہو جاتا۔ کبھی تو ایسا لگتا کہ پروفیسر اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ اسے کسی ضابطے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا ہے۔ دواؤں اور زہروں کے پیریڈ کی اذیتا کی اس کیلئے بڑھتی جا رہی تھی۔ پروفیسر ماہر کا رویہ اس کے ساتھ خراب ہوتا جا رہا تھا۔ کہیں اسے یہ تو معلوم نہیں ہو گیا کہ مجھے سنگ فلاسفہ کے بارے میں پتا چل گیا ہے۔ حارب سوچتا لیکن پھر خیال آتا کہ اسے کیسے پتا چل سکتا ہے۔ اس پر اسے خیال آتا کہ پروفیسر ماہر شاید سوچیں پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اگلی شام لاکر روم میں جانے سے پہلے رامس اور مینا نے اسے گڈ لک کہا تو ان کا انداز ایسا تھا جیسے اب وہ اسے دوبارہ...... کم از کم نہیں دیکھ سکیں گے اور یہ خیال خود حارب کیلئے کچھ حوصلہ افزا نہیں تھا۔

رامس اور مینا اسٹینڈ میں نستیر کے ساتھ بیٹھا۔ نستیر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ دونوں اتنے چپ چپ اور سوگوار کیوں ہیں اور نہ وہ یہ سمجھ پا رہا تھا کہ وہ اپنی جادو کی چھڑیاں کیوں ساتھ لائے ہیں۔ ادھر حارب کو بھی پتا نہیں تھا کہ رامس اور مینا بڑی رازداری کے ساتھ ٹانگ جوڑنے والے منتر کی مشق کر رہے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر پروفیسر ماہر نے حارب کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی تو وہ اس کی ٹانگیں جوڑ دیں گے۔

''اب یہ منتر نہ بھول جانا۔'' مینا نے رامس سے سرگوشی میں کہا۔ ''جڑ تک لاتی۔''

''مجھے یاد ہے۔ میرے پیچھے نہ پڑا کرو۔'' رامس نے چڑ چڑے پن سے کہا۔

ادھر لاکر روم میں مولا بخش حارب کو الگ لے گیا۔ ''میں تم پر دباؤ نہیں ڈال رہا ہوں حارب۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن یہ وہ میچ ہے جس میں بجلی جتنی جلدی ہاتھ آ جائے' اتنا ہی بہتر ہے۔ اس سے پہلے کہ پروفیسر ماہر زیادہ گڑبڑ کر پائے' میچ ختم ہو جانا ہی بہتر ہے۔

وہ ایک ساتھ پچ پر چلے آئے۔ ''ارے باپ رے...... اتنا ہجوم۔ لگتا ہے پورا اسکول آ گیا ہے۔'' فارغ نے کہا۔ ''ارے...... پروفیسر اخیار بھی ہیں۔''

حارب کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فارغ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ پروفیسر اخیار کے سفید بالوں کی چمک الگ ہی نظر آ رہی تھی۔

حارب کو سکون سا ہو گیا۔ وہ محفوظ تھا۔ کم از کم پروفیسر اخیار کی موجودگی میں پروفیسر ماہر کسی بڑی کارروائی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ پروفیسر ماہر بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ یہ بات اسٹینڈ میں بیٹھے ہوئے رامس نے بھی محسوس کر لی۔ ''میں نے پروفیسر ماہر کو اتنے خراب موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔'' اس نے مینا سے کہا۔ ''لو...... میچ شروع ہو رہا ہے...... اف۔'' وہ کراہا۔ اس کے سر سے کوئی چیز ٹکرائی تھی۔

وہ فاسد تھا۔ ''سوری قرولی۔ تم مجھے نظر ہی نہیں آئے تھے۔ کبھی نظر نہیں آتے۔'' فاسد نے ہنستے ہوئے کہا اور داد طلب نظروں سے جھاؤ اور خار پشت کو دیکھا۔ ''دیکھنا یہ ہے کہ اس بار پر چمرخی اپنی جھاڑو سے کتنی دیر چمٹ سکے گا۔ ہے کوئی شرط لگانے والا؟ تمہارا کیا خیال ہے قرولی؟''

رامس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میچ شروع ہو گیا تھا۔ ماہر نے پشتار کی ٹیم کو پنالٹی دی تھی...... صرف اس لیے کہ فاسد نے ان کے ایک کھلاڑی کے کارتوس مار دیا تھا۔

مینا صرف اور صرف حارب کو دیکھ رہی تھی' جو فضا میں شاہین کی طرح تیرتا پھر رہا تھا...... بجلی کی جستجو میں۔

''تمہیں پتا ہے کہ لوگ افقار ہاؤس کیلئے کیسے منتخب کیے جاتے ہیں۔'' فاسد جھگڑال کہہ رہا تھا۔ اسی وقت پروفیسر ماہر نے بغیر کسی معقول وجہ کے پشتار کو ایک اور پنالٹی سے نوازا تھا۔ ''جن لوگوں پر انہیں ترس آتا ہے جیسے حارب چمرخی' جس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور قرولیوں کو دیکھو' جو مفلس اور قلاش ہیں اور نستیر تمہیں بھی افقار کی ٹیم میں ہونا چاہی کیونکہ تم دماغ سے محروم ہو۔''

نستیر کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر اس نے پلٹ کر پورے اعتماد سے فاسد کا سامنا کیا۔ ''فاسد جھگڑال'' میں تم جیسے ایک درجن پر بھاری ہوں۔''

فاسد' جھاؤ اور خارپشت ہنسنے لگے۔
راس گیم سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ اس نے نستیر سے کہا۔ ''نستیر' اس سے کہہ دو کہ اگر دماغ اور ذہانت سونا ہوتے تو یہ قرولیوں کے سامنے فقیر ہوتا...... بھکاری۔''
''مگر ایسا نہیں ہے۔'' فاسد نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''اس لیے قرولی سب کے سب فقیر ہیں۔''
راس ویسے ہی حارب کی طرف سے پریشانی میں مبتلا تھا۔ اس کے اعصاب چیخ رہے تھے۔ اس نے تند لہجے میں کہا۔ ''فاسد جھگڑال...... میں تمہیں آخری بار سمجھا رہا ہوں اب تمہارے منہ سے مزید ایک لفظ بھی نکلا تو اچھا نہیں ہوگا۔
''راس...... ذرا حارب کو تو دیکھو......'' مینا نے اچانک کہا۔
''کہاں...... ؟ کیا ہوا؟'' راس نے گھبرا کر کہا۔ پھر وہ گیم کی طرف متوجہ ہو گیا۔
حارب نے اچانک ایک قابل دید غوطہ لگایا تھا۔ تماشائیوں کی گہری سانسوں سے اسٹیڈیم گونج اٹھا پھر تالیاں بجنے لگیں۔ مینا کھڑی ہو گئی۔ حارب گولی کی طرح گراؤنڈ کی طرف لپک رہا تھا۔
''تمہاری خوش قسمتی ہے قرولی۔'' فاسد نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''حارب چمرخی کو شاید زمین پر سونا پڑا نظر آ گیا ہے۔ وہ منہ کے بل اسے اٹھانے جا رہا ہے۔''
راس کا اعصاب جواب دے گئے۔ فاسد کی سمجھ میں کچھ آنے سے پہلے وہ اس پر جھپٹ پڑا اور اسے نیچے گرا دیا۔ نستیر چند لمحے ہچکچایا پھر وہ بھی راس کا ہاتھ ہٹانے کیلئے سیٹ پھلانگ کر اس کی طرف چلا گیا۔
''کم آن حارب۔'' مینا کھڑی ہوئی تھی اور پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی۔ حارب پروفیسر ماہر کی سیدھ میں لپک رہا تھا۔ مینا کو پیچھے ہونے والے ہنگامے کا علم ہی نہیں تھا۔
اوپر فضا میں پروفیسر ماہر نے اپنی اڑن جھاڑو کو عقب کی طرف مڑا۔ اسی وقت اسے کوئی چیز اپنے کان کے پاس سے گزرتی دکھائی دی اور اگلے ہی لمحے حارب بتدریج فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ فاتحانہ انداز میں فضا میں بلند ہو گیا تھا۔
تمام اسٹینڈز تماشائیوں کی تالیوں سے لرز کر رہ گئے۔ یہ یقیناً ایک ریکارڈ تھا۔ سحر کدہ کے اساتذہ میں سے بھی کسی کو یاد نہیں تھا کہ کسی میچ میں بجلی اتنی جلدی پکڑ لی گئی ہو۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔
''راس...... راس...... کہاں ہو تم؟ میچ ختم ہو گیا۔ حارب جیت گیا۔ ہم جیت گئے۔ افقار نے سلجار پر سبقت حاصل کر لی ہے۔'' مینا چیخ رہی تھی اور ناچ رہی تھی پھر وہ پاربتی سے لپٹ گئی۔
حارب اب نیچے اتر رہا تھا۔ زمین سے ایک فٹ اوپر وہ اپنی اڑن جھاڑو سے کود گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے۔ میچ ختم ہو گیا تھا...... بمشکل پانچ منٹ جاری رہنے کے بعد۔ اب

افقار کے کھلاڑی ایک ایک کر کے اتر رہے تھے‘ پھر اس نے پروفیسر ماہر کو اترتے دیکھا۔ اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ ہونٹ بھینچے ہوئے تھے پھر اس نے اپنے کندھے پر ایک ہاتھ محسوس کیا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ پروفیسر اخیار تھا‘ جو مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''! بہت خوب۔'' پروفیسر نے ایسی آواز میں کہا جو صرف حارب سن سکتا تھا۔ '' مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم آئینہ خواہش کے سحر سے نکل آئے ہو۔ تم نے خود کو مصروف رکھا۔ شاندار۔''

پروفیسر ماہر نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

کچھ دیر بعد حارب لاکر روم سے اکیلا نکلا۔ اتنی خوشی سے پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ اس نے کچھ ایسا کام کیا تھا‘ جس پر وہ فخر کر سکتا تھا۔ اب کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ وہ محض ایک مشہور نام ہے۔ اسے سب کچھ بہت اچھا‘ بہت حسین لگ رہا تھا۔ گھاس پر چلتے وقت وہ پچھلے ایک گھنٹے کو دوبارہ جی رہا تھا۔ افقار ہاؤس والے اسے اپنے کندھوں پر اٹھانے کیلئے دوڑے آ رہے تھے۔ سامنے رامس اور مینا خوشی سے ناچ رہے تھے۔ رامس تالیاں بجا رہا تھا۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا ہے۔

حارب اپنی اڑن جھاڑو لے کر اسے اڑن جھاڑوؤں کے اسٹینڈ میں رکھنے جا رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے افقار ہاؤس کو سبقت دلا دی تھی اور پروفیسر ماہر پر ثابت کر دیا تھا کہ وہ......

کہتے ہیں‘ شیطان کا نام لو اور وہ حاضر......!

قلعے کے دروازے سے کوئی نکلا‘ جو لبادے میں منہ چھپائے ہوئے تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ تیز قدموں سے چل رہا تھا۔ اس کا رخ ممنوعہ جنگل کی طرف تھا۔ چند لمحے بعد حارب نے اسی پہچان لیا کیونکہ اس کی چال میں خفیف سی لنگڑاہٹ تھی۔ حارب سوچ میں پڑ گیا۔ سب لوگ ڈنر کیلئے بڑے ہال کا رخ کر رہے ہوں گے۔ یہ پروفیسر ماہر کس چکر میں ہے۔

حارب نے اڑن جھاڑو کا ہینڈل تھاما‘ کک لگائی اور پرواز کرنے لگا۔ اسی وقت پروفیسر ماہر تقریباً بھاگتا ہوا جنگل میں داخل ہوا۔ حارب اس کا تعاقب کرنے لگا۔ درخت اتنے گھنے تھے کہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر کدھر جا رہا ہے۔ وہ دائروں میں پرواز کرتے ہوئے بتدریج نیچے آ رہا تھا۔ ایک درخت کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس نے آوازیں سنیں۔ وہ چکر لگا کر واپس آیا اور ایک درخت کی موٹی شاخ پر اتر گیا۔ وہ اڑن جھاڑو کو مضبوطی سے تھامے ہوئے دوسرے ہاتھ سے پتے ہٹا کر نیچے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

نیچے ایک مسطح قطعہ زمین پر پروفیسر ماہر کھڑا تھا لیکن وہ اکیلا نہیں تھا وہاں پروفیسر جاں نثار بھی موجود تھا۔ حارب کو اس کے چہرے کا تاثر نظر نہیں آ رہا تھا لیکن یہ طے تھا کہ وہ معمول سے کچھ زیادہ ہی ہکلا رہا ہے‘ جس کا مطلب تھا کہ وہ بہت زیادہ نروس ہے۔ حارب کان لگا کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش

کرنے لگا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے ملاقات کیلئے یہ جگہ ہی کیوں منتخب کی۔'' پروفیسر جاں نثار ہکلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میں چاہتا تھا کہ کوئی مخل نہ ہو۔'' ماہر نے سرد لہجے میں کہا۔ ''طلباء کو تو سنگ فلاسفہ کے بارے میں علم نہیں ہونا چاہیے۔''

حارب اور جھک گیا۔ جاں نثار کچھ منمنا رہا تھا۔ ماہر نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہیں پتا چلا کہ غسام کے اس کتے سے بچ کر نکلنے کی کیا صورت ہے؟''

''لل...... لیکن ماہر...... مم...... میں......''

''تم مجھے اپنا دشمن تو نہیں بنانا چاہتے جاں نثار'' پروفیسر ماہر جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ ''تمہاری شعبدہ گری اور فریب...... میں اس کا پردہ چاک کرسکتا ہوں۔''

''مم...... مجھے نہیں...... مم...... معلوم کہ تم کیا......؟''

''تم خوب جانتے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔''

قریب ہی کوئی الو زور سے چیخا اور حارب گھبراہٹ میں درخت سے گرتے گرتے بچا۔

''میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔'' پروفیسر ماہر نے سخت لہجے میں کہا۔

''لیکن...... مم...... مجھے...... کک...... کچھ معلوم......''

''ٹھیک ہے۔ میں تم سے پھر بات کروں گا'' ماہر نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہارے پاس مہلت ہے۔ خوب سوچ کر فیصلہ کرلو کہ تمہاری وفاداری کس کے ساتھ ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے لبادہ پھر سر پر ڈالا اور واپس چل دیا۔ جاں نثار وہیں کھڑا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس کا جسم پتھر کا ہو گیا ہو۔

☆......☆......☆......☆

''حارب' تم کہاں تھے؟'' مینا نے چہک کر کہا۔

''ہم جیت گئے' تم جیت گئے۔'' راس حارب کی پیٹھ تھپک رہا تھا۔ ''اور ادھر می نے فاسد کی ناک سجا دی اور نستیر نے اکیلے ہی جھاؤ اور خار پشت سے زور آزمائی کی۔ وہ ابھی تک بے ہوش ہے لیکن مادام حاذق کا کہنا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کامن روم میں سب تمہارے منتظر ہیں۔ زبردست پارٹی ہو رہی ہے۔ فارغ اور جامد کچن سے کیک' سینڈوچ اور دوسری چیزیں مار لائے ہیں۔''

''اسے چھوڑو اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرو' جہاں رازداری سے بات کرسکیں۔ میں دھماکہ کرنے والا ہوں۔''

وہ ایک کمرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کرلیا۔ پہلے انہوں نے اطمینان کیا تھا کہ پیلو تو وہاں موجود نہیں ہے پھر حارب نے انہیں وہ سب کچھ بتایا جو اس نے سنا تھا۔ ''ہمارا اندازہ درست تھا۔'' اس نے کہا۔ ''یہ سارا چکر سنگ فلاسفہ کا ہے۔ ماہر جاں نثار کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس کے ساتھ تعاون

کرے۔ اس نے پوچھا تھا کہ فلفی سے بچ نکلنے کی کیا صورت ہے۔ اس نے جاں نثار سے اس کی شعبدہ گری اور فریب کے بارے میں بھی کچھ کہا تھا۔ میرا خیال ہے' سنگ فلاسفہ کی رکھوالی کیلئے فلفی کے علاوہ اور چیزیں بھی ہیں۔ کوئی جادوئی چکر بھی ہے شاید جاں نثار نے ہی کچھ کیا ہے' جس کا توڑ ماہر اس سے معلوم کرنا چاہتا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ سنگ فلاسفہ اس وقت تک محفوظ ہے' جب تک جاں نثار کے ماہر کے سامنے ڈٹا ہوا ہے۔'' مینا نے کہا۔

''اگلے منگل تک وہ چرایا جا چکا ہوگا......'' رامس بولا۔

☆......☆......☆......☆

پروفیسر جانثاران کی توقع سے بڑھ کر مستقل مزاج اور بہادر ثابت ہوا تھا۔ کئی ہفتے گزر گئے۔ اس کی رنگت پیلی پڑتی جا رہی تھی۔ وہ بہت کمزور لگنے لگا تھا لیکن ابھی تک اس نے پروفیسر ماہر کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔

مینا' حارب اور رامس جب بھی تیسری منزل سے گزرتے تو دروازے سے کان لگا کر چیک کرتے کہ فلفی غرا رہا ہے یا نہیں۔ پروفیسر ماہر کا موڈ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ سنگ فلاسفہ ابھی محفوظ ہے۔ ان دنوں جب بھی حارب کا سامنا پروفیسر جاں نثار سے ہوتا' وہ اسے حوصلہ افزا مسکراہٹ سے نوازتا۔ اب رامس دوسرے طلباء کو پروفیسر جاں نثار کا مذاق اڑانے سے روکتا تھا۔

مینا کے ذہن پر سنگ فلاسفہ سے بڑھ کر کئی بوجھ تھے۔ وہ اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں زیادہ مصروف ہو گئی تھی۔ اس پر حارب اور رامس کو قطعاً کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن وہ اس کے پیچھے بھی پڑی رہتی تھی کہ وہ اپنے مضامین پر پوری توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

''مینا...... ابھی تو امتحان بہت دور ہے۔'' رامس نے کہا۔

''صرف دو ہفتے رہ گئے ہیں۔'' مینا چڑ کر کہتی۔ ''نکیل فیمی کیلئے تو وہ ایک سیکنڈ کے برابر ہوں گے۔''

''مگر ہماری عمر ساڑھے چھ سو سال نہیں ہے۔'' حارب بولا۔ ''ہمارے لیے تو ہفتے بہت ہیں۔''

''اور جو کچھ ہم پڑھ چکے ہیں' اسے دہرانے کا کیا فائدہ؟'' رامس نے سوال اٹھایا۔

''پاگل ہو گئے ہو۔ دہراؤ گے نہیں تو بھول جاؤ گے اور امتحان میں پاس نہیں ہوئے تو سال دوم میں نہیں جا سکو گے۔'' مینا نے انہیں ڈانٹا۔ ''مجھے دیکھو ایک ماہ پہلے سے میں نے تیاری شروع کر دی ہے۔ پتا نہیں' تم لوگوں کے دماغ میں......''

''ہماری یادداشت بہت اچھی ہے۔'' رامس نے کہا۔

دوسری طرف ٹیچرز کی سوچ بھی مینا سے مختلف نہیں تھی۔ وہ اتنا زیادہ ہوم ورک دینے لگے تھے کہ سر

کھجانے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایسٹر کی چھٹیاں کرسمس کی چھٹیوں سے بالکل مختلف ثابت ہوئیں، اور مینا کی صحبت میں اچھا وقت گزرانا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ ہر وقت پڑھائی کی باتیں کرتی تھی۔ حارب اور رامس زیادہ وقت اس کے ساتھ لائبریری میں گزارتے مگر جماہیاں لیتے اور شکایتیں کرتے......

بڑے دنوں کے بعد وہ ایک خوشگوار اور چمکیلا دن تھا۔ ''بھئی...... یہ سبق تو مجھے زندگی بھر یاد نہیں ہو سکتا۔'' رامس نے جھنجھلا کر کتاب پٹختے ہوئے کہا۔ پھر چونک کر دیکھا ''ارے غسام' تم لائبریری میں کیا کر رہے ہو؟''

غسام نے پہلو بدلا۔ وہ کوئی چیز اپنی پیٹھ کے پیچھے چھپا رہا تھا۔ ''یونہی چلا آیا تھا۔'' اس نے کہا۔ ''تم لوگ کس چکر میں ہو؟'' اس نے انہیں اشتباہ آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم اب بھی نکیل فیمی کے چکر میں ہو؟''

''ارے نہیں۔ اس کے بارے میں تو ہم بہت پہلے معلوم کر چکے ہیں۔'' رامس نے کہا۔ ''اور ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سارا چکر سنگ فلاسفہ......''

''ششش......'' غسام نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی سن تو نہیں رہا ہے۔ ''اب اس کے بارے میں چیختے مت پھرو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟''

''ہم تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔'' حارب نے کہا۔ ''یہ بتاؤ کہ اس کی حفاظت کیلئے فلفی کے علاوہ اور کیا بندوبست......''

''شش...... شش......'' غسام نے پھر ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ ''میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا اور اس کے بارے میں باتیں نہ کرو۔ طلباء کو یہ باتیں معلوم ہو ہی نہیں سکتیں۔ سب سمجھیں گے کہ میں نے تمہیں بتایا ہے......''

''خیر...... پھر ملیں گے۔'' حارب نے کہا۔

غسام نے پہلو بدلا۔ مگر اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

''یہ تم اپنے پیچھے کیا چھپائے ہوئے ہو؟'' اچانک مینا نے پوچھا۔

غسام بغیر کچھ کہے چل دیا۔ ''یہ کیا چھپائے ہوئے تھا؟'' مینا بولی۔

''میں اس سیکشن کو چیک کروں گا' جہاں سے یہ آیا ہے۔'' رامس نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کچھ کتابیں لیے ہوئے واپس آیا اور کتابیں میز پر رکھ دیں۔ ''وہ ڈریگن کے بارے میں معلوماتی کتابیں پڑھ رہا ہے۔'' اس نے سرگوشی میں انہیں بتایا۔

''غسام نے مجھے بتایا تھا کہ اسے بچپن ہی سے ڈریگن پالنے کی آرزو ہے۔'' حارب نے کہا۔

''لیکن یہ تو قانوناً ممنوع ہے۔ 1709ء میں اس پر پابندی لگی تھی اور ویسے بھی ڈریگن کو سدھایا

نہیں جا سکتا۔ وہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ چاسر بھائی کے جسم پر جلنے کے اتنے نشانات ہیں۔"

"مگر خیال پور میں ڈریگن تو نہیں ہوتے۔" حارب نے کہا۔

"ہوتے ہیں۔ دھرپٹوں کو بھی نظر آتے ہیں۔ پھر ہمارے لوگوں کو ان دھرپٹوں پہ بھلانے والا جادو کرنا پڑتا ہے۔ وزارت جادوگری کو اس سلسلے میں بہت کام کرنا پڑتا ہے۔"

"تو یہ غسام کس چکر میں ہے؟" حارب بڑبڑایا۔

☆......☆......☆......☆

ایک گھنٹے بعد انہوں نے غسام کے کاٹج کے دروازے پر دستک دی۔ یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی کہ کھڑکیوں پر پردے گرے ہوئے تھے۔

"کون ہے؟" غسام نے دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔

"ہم ہیں۔"

غسام نے دروازہ کھولا "جلدی سے اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا۔

اندر بہت گرمی تھی۔ وہ ایک گرم دن تھا۔ اس کے باوجود غسام نے آتش دان دہکا رکھا تھا۔ غسام نے ان کیلئے چائے بنائی۔ وہ سینڈوچ بھی پیش کر رہا تھا مگر ان لوگوں نے منع کر دیا۔

"ہوں......تو تم لوگ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ سنگ فلاسفہ کی حفاظت کیلئے فلفی کے علاوہ اور کیا انتظامات کیے گئے ہیں؟" حارب نے پوچھا۔

"یہ میں تمہیں کیسے بتا سکتا ہوں۔" غسام نے منہ بنا کر کہا۔ "پہلی بات تو یہ کہ مجھے معلوم ہی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے معلوم ہوتا' تب بھی میں نہ بتاتا اور تمہیں تو پہلے ہی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ سنگ فلاسفہ یہاں رکھا گیا ہے تو اس کی وجہ بھی ہے۔ زرباد میں اسے تقریباً چرا ہی لیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے' یہ بات بھی تمہیں معلوم ہوگی' البتہ میں یہ سوچتا ہوں کہ فلفی کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے بہلاؤ مت غسام۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے' تم اس سے لاعلم نہیں ہوتے۔" مینا نے اسے مکھن لگایا۔

غسام کی داڑھی یوں ہلی' جیسے وہ مسکرایا ہو۔

"ہم تو یہ سوچ رہے تھے کہ درحقیقت سنگ فلاسفہ کی رکھوالی کون کر رہا ہے۔" مینا نے مکھن لگانے کا عمل جاری رکھا۔ "پروفیسر اخیار کسی پر اتنا بھروسہ نہیں کرتے' جتنا تم پر کرتے ہیں۔"

آخری الفاظ سن کر تو غسام کا سینہ پھول گیا۔ وہ فخر سے مسکرایا۔ "مجھے یہ بات تمہیں بتانی تو نہیں چاہیے مگر خیر...... بات یہ ہے کہ پروفیسر اخیار نے فلفی تو مجھ سے مستعار لیا ہے پھر ٹیچرز نے بھی جادوئی

حفاظت کا بندوبست کیا ہے۔کون......؟ پروفیسر جاں نثار......خلجان......دل بست......اور ہاں یاد آیا یہ کام پروفیسر ماہر نے بھی کیا ہے۔''

''پروفیسر ماہر؟''

''ہاں۔ یہ یہاں تم مار کھا گئے نا۔'' غسام کے لہجے میں خوشی تھی۔ ''پروفیسر ماہر اسے چرانے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔اس نے تو اس کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے۔''

حارب جانتا تھا کہ مینا اور رامس بھی وہی سوچ رہے ہیں' جو اس کے ذہن میں ہے۔ یہ تو چٹوری بلی اور ملائی کی رکھوالی والا معاملہ تھا۔ تمام ٹیچرز نے جادو کیا ہے اور ماہر جاں نثار سے اس کے جادو کا توڑ دریافت کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔

''اور فلفی سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے؟ یہ صرف تمہیں معلوم ہوگا۔ ہے نا غسام؟'' حارب نے پوچھا۔

''اور تم یہ بات کسی کو بھی نہیں بتا سکتے۔ کسی ٹیچر کو بھی نہیں۔''

''میں نے یہ راز سوائے پروفیسر اخیار کے کسی کو نہیں بتایا۔''

''یہ ہوئی نا بات۔'' حارب نے مینا اور رامس سے کہا پھر غسام سے بولا۔ ''کھڑکی کھول دو نا۔ مجھے بہت گرمی لگ رہی ہے۔

''سوری حارب۔ یہ تو ممکن نہیں۔'' غسام نے کہا اور اس کی نظریں خود بخود آگ کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کی نظروں کے تعاقب نے حارب نے بھی آگ کی طرف دیکھا۔ ''ارے غسام' یہ کیا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

لیکن پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دیکھ اور سمجھ چکا تھا۔ آگ کے بالکل بیچ میں' کیتلی کے نیچے ایک بہت بڑا سیاہ انڈا رکھا نظر آ رہا تھا۔

''اوہ......'' غسام داڑھی کھجانے لگا۔ ''یہ......وہ......''

''یہ تمہیں کہاں سے ملا غسام؟'' رامس نے آگے بڑھ کر انڈے کو قریب سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو تم نے بہت مہنگا خریدا ہوگا۔''

''خریدا نہیں' یہ میں نے جیتا ہے۔ میں گاؤں میں گیا تھا۔ وہاں کچھ پینے کیلئے بیٹھا پھر تاش کھیلنے لگے وہاں ایک اجنبی تھا۔ اس نے انڈے کی شرط لگائی۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ اس سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔''

''لیکن اس انڈے سے ڈریگن نکلے گا تو تم کیا کرو گے؟''

''میں اس لیے تو کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں۔'' غسام نے گدے کے نیچے سے ایک بڑی سی کتاب کھینچی۔ یہ میں نے لائبریری سے لی ہے۔ کتاب پرانی سہی' لیکن اس میں تمام باتیں موجود ہیں جب یہ پیدا ہوگا تو اسے برانڈی میں مرغی کا خون ملا کر ہر ایک گھنٹے کے بعد دینی ہوگی اور یہ دیکھو مختلف قسم

کے انڈوں کو کیسے پہچان جا سکتا ہے۔ اب یہ جو ہے یہ نارویجن ڈریگن کا انڈا ہے۔ یہ بہت کمیاب ہوتا ہے۔''

غسام بہت خوش نظر آ رہا تھا مگر مینا ناخوش تھی۔ ''غسام......تم لکڑی کے گھر میں رہتے ہو۔'' اس نے اسے یاد دلایا۔

لیکن غسام تو خوشی میں گنگنا رہا تھا پھر وہ آگ کریدنے لگا۔

☆......☆......☆......☆

یوں ان کیلئے ایک پریشانی کا اضافہ ہو گیا اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ غسام غیر قانونی طور پر ایک ڈریگن پال رہا ہے' تو یہ طے تھا کہ وہ مشکل میں پڑ جائے گا۔

''میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ بے فکری کی زندگی کیسی ہوتی ہوگی۔'' رامس نے آہ بھر کے کہا۔ اس وقت تو ہوم ورک کرنے کے بعد نڈھال بیٹھا تھا۔ مینا نے ان کیلئے بھی الگ سے ٹائم ٹیبل بنا دیئے تھے۔ وہ پڑھ پڑھ کر پاگل ہوئے جا رہے تھے۔

پھر ایک دن ناشتے کے وقت حارب کیلئے غسام کا ایک اور پیغام لایا۔ اس میں مختصر سا پیغام تھا...... انڈا پھوٹنے والا ہے۔

رامس تو جڑی بوٹیوں کا پیریڈ گول کر کے فوراً ہی کالج کا رخ کرنا چاہتا تھا لیکن مینا نے ایسی مخالفت کی کہ ان کی ایک نہ چلی۔

''سنو مینا' ایسا موقع زندگی میں ایک بار بھی مشکل سے ملتا ہے۔ ذرا سوچو تو......انڈے سے ڈریگن کا نکلنا!''

''ہمیں تعلیم کی فکر کرنی ہے اور اس معاملے میں تو ہم بھی غسام کے ساتھ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ غسام تو غیر قانونی کام کر رہا ہے۔'' مینا نے کہا۔

''خاموش رہو۔'' حارب غرایا۔ حاسد ان سے زیادہ دور نہیں تھا۔ حارب کو تو یہ فکر ہو گئی کہ ہو سکتا ہے' اس نے کچھ کچھ سن لیا ہو۔ اس کو فاسد کے چہرے پر جو تاثر نظر آ رہا تھا' وہ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

وہ لوگ جڑی بوٹیوں کا پیریڈ اٹینڈ کرنے کیلئے چل دیئے تمام راستے رامس اور مینا میں بحث ہوتی رہی۔ بالآخر مینا اس پر رضامند ہو گئی کہ پیریڈ کے بعد وہ بھی ان دونوں کے ساتھ غسام کے گھر چلے گی۔

پیریڈ ختم ہوا تو وہ تینوں ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر غسام کے کالج کی طرف چل دیئے۔ غسام نے ان کیلئے دروازہ کھولا۔ وہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔

''ڈریگن تقریباً انڈے سے باہر آ چکا تھا۔'' غسام نے بتایا۔

انڈا میز پر رکھا تھا۔ جگہ جگہ اس پر دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اندر کوئی چیز متحرک نظر آ رہی تھیں اور عجیب سی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

وہ وہاں کرسیاں لگا کر بیٹھ گئے اور ٹکٹکی باندھ کر انڈے کو دیکھتے رہے۔

پھر اچانک کچھ کھڑ چ جانے کی زوردار آواز ہوئی...... اور انڈا ٹوٹ گیا۔ چھوٹا سا ڈریگن میز پر پڑا تھا۔ اسے خوبصورت تو کہیں سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔ حارب کو تو وہ سیاہ چھڑکی جیسا لگا۔ جسم کے مقابلے میں اس کے پر بڑے تھے۔ چوڑے نتھنوں والی لمبی تھوتھنی تھی جہاں سینگ نکلنے تھے' وہاں ابھار موجود تھے۔ باہر ابلتی ہوئی نارنجی آنکھیں تھیں۔

وہ پھنکارا تو اس کی تھوتھنی سے ننھی منی چنگاریاں سی نکلیں۔

''واہ...... کیسا خوبصورت ہے۔ ہے نا؟'' غسام نے خوشی سے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ڈریگن کا سر تھپتھپایا۔ ڈریگن نے اس کی انگلی پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ تب انہیں اس کے نکیلے دانت نظر آئے۔

''دیکھا تم نے...... یہ اپنی ممی کو پہچانتا ہے۔'' غسام کے لہجے میں فخر تھا۔

''غسام...... نارویجن ڈریگن کے بڑھنے کی رفتار کیا ہوتی ہے؟'' مینا نے پوچھا۔

غسام جواب دینے ہی والا تھا کہ اچانک اس کے چہرے کی رنگت اڑ گئی۔ وہ اٹھا اور تیز قدموں سے کھڑکی کی طرف جھپٹا۔

''کیا ہوا۔ کیا بات ہے؟''

حارب دروازے کی طرف لپکا اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ اتنے فاصلے سے بھی پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ فاسد جھگڑال تھا اور یہ بات طے تھی کہ اس نے ڈریگن کے بچے کو دیکھ لیا ہے۔

☆......☆......☆......☆

اگلے ہفتے میں فاسد کے ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ نظر آتی' جو مینا' رامس اور حارب کو نروس کر رہی تھی۔ اب ان کا زیادہ وقت غسام کے ہٹ میں گزر رہا تھا۔ وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''اسے چھوڑ دو غسام۔ اسے آزاد کر دو۔''

وہ تینوں ڈریگن کو دیکھنے لگے۔ صرف ایک ہفتے میں وہ تین گنا بڑھ گیا تھا۔ اس کے نتھنوں سے ہر وقت دھواں نکلتا رہتا تھا۔ غسام کو اسے اتنا وقت دینا پڑ رہا تھا کہ وہ اپنے سحر کدہ کے فرائض پوری طرح انجام نہیں دے پا رہا تھا۔ فرش پر ہر جگہ برانڈی کی خالی بوتلیں اور مرغی کے پر بکھرے دکھائی دیتے تھے۔

''میں نے اس کا نام گبو رکھا ہے۔'' غسام نے کہا۔ وہ محبت بھری' بھیگی بھیگی آنکھوں سے ڈریگن بچے کو دیکھ رہا تھا۔ ''اور یہ مجھے پہچانتا بھی ہے۔ دیکھو غ گبو...... گبو...... ممی کہاں ہیں؟''

''اس کا دماغ پوری طرح چل گیا ہے۔'' رامس نے حارب کے کان میں کہا۔

''غسام...... دو ہفتے میں یہ تمہارے کانج جتنا بڑا ہو جائے گا۔'' حارب نے بلند آواز میں کہا۔''اور فاسد کسی بھی وقت پروفیسر اخیار سے شکایت کر سکتا ہے۔''

غسام اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔''میں جانتا ہوں کہ میں اسے ہمیشہ کیلئے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا لیکن ایسے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔''

حارب اچانک رامس کی طرف مڑا۔''چاسر۔'' اس نے کہا۔

''تم بھی گئے۔'' رامس نے افسردگی سے کہا۔''یار نہیں، میں رامس ہوں۔''

''نہیں۔ میں تمہارے بھائی چاسر کی بات کر رہا ہوں...... وہ جوڈریگن پر ریسرچ کر رہا ہے۔ ہم گبو کو اس کے پاس بھجوا سکتے ہیں۔ وہ اس کا خیال رکھ سکتا ہے۔

''شاندار۔'' رامس نے چہک کر کہا۔''تمہارا کیا خیال ہے غسام؟''

بالآخر انہوں نے غسام کو رضامند کر لیا۔ اب انہیں چاسر کیلئے الو بھیجنا تھا پھر آگے چاسر کے جواب پر منحصر تھا۔



ہفتہ رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ بدھ کی رات حارب اور مینا اکیلے کامن روم میں بیٹھے تھے۔ سب لوگ سونے کیلئے جا چکے تھے۔ گھڑیال نے بارہ بجائے ہی تھی کہ پورٹریٹ کا خلا نمودار ہوا اور اچانک رامس نظر آیا۔ اس لمحے اس نے حارب کی سلیمانی چادر اتاری تھی۔ وہ اس وقت غسام کے کانج سے آ رہا تھا۔ اس نے گبو کو خوراک دینے میں غسام کی مدد کی تھی۔ گبو اب درجنوں کے حساب سے چوہے کھانے لگا تھا۔

''گبو نے مجھے کاٹ لیا۔'' رامس نے انہیں اپنا ہاتھ دکھایا' جو ایک خون آلودہ رومال میں لپٹا ہوا تھا۔''میرا خیال ہے' میں ایک ہفتے تک تو قلم بھی نہیں اٹھا سکوں گا۔ بھئی سچی بات یہ ہے کہ میں نے اتنا خوفناک کوئی جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا لیکن غسام کا اس کے ساتھ برتاؤ ایسا ہے' جیسے وہ کوئی معصوم خرگوش ہو۔ اس نے مجھے کاٹا تو غسام مجھے ڈانٹنے لگا۔ تم اسے خوف زدہ نہ کیا کرو اور میں وہاں سے نکلا تو جانتے ہو' غسام کیا کر رہا تھا...... ذرا تصور کرو...... بتاؤ مجھے۔''

''تمہیں بتاؤ۔'' حارب نے کہا۔

''وہ اس عفریت کو لوری سنا رہا تھا۔ وہ سچ مچ خود کو اس کی ماں سمجھتا ہے۔''

اسی وقت کھڑکی پر کھٹکا ہوا۔ ''یہ بر فیل ہو گا۔'' حارب نے کہا۔''کھڑکی کھول دو تا کہ وہ اندر آ جائے۔ وہ چاسر کا جواب لایا ہو گا۔'' واقعہ بھی یہی تھا۔

تینوں سر جوڑ کر چاسر کا جواب پڑھنے لگے......

ڈیئر رامس!

تم کیسے ہو؟ خط بھیجنے کا شکریہ۔ نارویجن ڈریگن ملنے پر مجھے خوشی ہوگی لیکن اس کا میرے پاس پہنچنا مشکل مرحلہ ہوگا۔ ایک صورت ہے۔ میرے کچھ دوست اگلے ہفتے مجھ سے ملنے آرہے ہیں۔ غیر قانونی ڈریگن اسمگل کرنا خطرناک کام ہے مگر میں انہیں رضامند کرلوں گا۔

تم ایسا کرو کہ سنیچر کی رات بارہ بجے ڈریگن کو لے کر سحر کدے کے سب سے اونچے ٹاور پر پہنچ جاؤ۔ وہ وہاں تم سے ملیں گے اور ڈریگن کو لے آئیں گے۔

مجھے جلد از جلد جواب بھیجو۔ محبت کے ساتھ

تمہارا بھائی چاسر

انہوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ''ہمارے پاس سلیمانی چادر تو موجود ہے۔'' حارب نے کہا۔ اس لیے زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ چادر اتنی بڑی ہے کہ ہم دونوں اور گبو باآسانی اس میں سما سکتے ہیں۔''

وہ صرف اس لیے رضامند ہو گئے کہ گبو سے جلد از جلد پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔

☆......☆......☆......☆

لیکن ایک رکاوٹ سامنے آ گئی۔ اگلی صبح تک رامس کا ہاتھ جس پر گبو نے کاٹا تھا' سوج کر کپا ہو گیا۔ یہ سوچ کر وہ مادام حاذق کے پاس نہیں جا رہا تھا کہ وہ پہچان لے گی کہ یہ ڈریگن کے کاٹنے کا زخم ہے لیکن جب زخم کی رنگت ہری ہونے لگی اور تکلیف بڑھنے لگی تو کوئی چارہ ہی نہیں رہا۔ ثابت ہو گیا کہ گبو کے دانت زہریلے ہیں۔

حارب اور مینا اس سے ملنے اسپتال گئے تو اسے برے حال میں بستر پر دراز پایا۔ وہ بہت پریشان تھا۔

''ہاتھ میں ایسی تکلیف ہے کہ لگتا ہے' ٹوٹ کر الگ ہو جائے گا لیکن میں پریشان اس کی طرف سے نہیں ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''فاسد یہاں میرا مذاق اڑانے آیا تھا۔ وہ بار بار دھمکی دیتا رہا کہ بتا دے گا کہ مجھے کس نے کاٹا ہے۔ میں نے مادام حاذق کو بتایا تھا کہ مجھے کتے نے کاٹا ہے۔ انہیں یقین تو نہیں آیا لیکن انہوں نے بحث نہیں کی۔'' پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔ ''میچ والے دن میں نے اسے مارا تھا نا۔ وہ اس کا بدلہ لے رہا ہے۔''

''تم پرسکون رہو پلیز۔'' حارب نے اس کا ہاتھ تھپکا۔

''ہفتے کی رات تک یہ معاملہ نمٹ جائے گا۔'' مینا نے اسے دلاسہ دیا لیکن رامس کی تسلی نہ ہوئی بلکہ یہ سن کر تو وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھا اور اس کے پسینے چھوٹنے لگے۔

''ہفتے کی رات......؟'' وہ گھبرا کر بولا۔ ''مجھے یاد آیا۔ چاسر کا خط میں نے جس کتاب میں رکھا تھا'

وہ تو فاسد مجھ سے مانگ کر لے گیا ہے اب تو اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو کہ ہم نے گبو سے جان چھڑانے کی کیا اسکیم بنائی ہے۔''

حارب اور مینا کو جواب دینے کا موقع نہیں ملا۔ اسی لمحے مادام حاذق آ گئیں۔ ''اب تم لوگ جاؤ۔ راس قرولی کو نیند کی ضرورت ہے۔''

☆......☆......☆......☆

''اب تو ہم منصوبہ بدل ہی نہیں سکتے۔'' حارب نے مینا سے کہا۔ ''ہم چاسر کو پیغام بھیج چکے ہیں اب تو ہمیں بس گبو سے پیچھا چھڑانا ہے۔ اب یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہوگا اور ویسے سلیمانی چادر ہمارے پاس ہے۔ یہ بات تو فاسد کو معلوم نہیں ہے۔''

وہ غسام کے ہٹ کی طرف گئے۔ فینگ دروازے کے باہر بیٹھا ملا۔ اس کی دم پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ غسام نے ان سے بات کرنے کیلئے کھڑکی کھولی۔ ''میں تمہیں اندر نہیں بلا سکتا۔ گبو اس وقت بہت خراب موڈ میں ہے۔ خیر...... میں تو اسے ہینڈل کر سکتا ہوں۔''

انہوں نے اسے چاسر کے خط کے بارے میں بتایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ہو سکتا ہے اس لیے کہ گبو نے اس کی ٹانگ میں کاٹ لیا تھا۔ ''ارے...... اف مگر کوئی بات نہیں۔ میں بوٹ پہنے ہوئے ہوں۔ گبو تو بس کھیل رہا ہے۔ بچہ ہے نا ننھا سا۔'' اس کے لہجے میں ماماتا تھی۔

ننھے سے بچے نے دیوار پر دم ماری تو پورا کاٹج ہل کر رہ گیا۔ حارب اور مینا کو خوشی ہوئی کہ وہ اندر نہیں گئے تھے۔ وہ واپس چل دیئے۔ ان کا بس چلتا تو سنیچر کے دن کو کھینچ کر ابھی لے آئے۔ یہ معاملہ دوسرے پہلو سے بھی خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔

☆......☆......☆......☆

اگر وہ فکر مند نہ ہوتے تو غسام کے گبو کو الوداع کہنے کا منظر ان کی آنکھیں ضرور بھگو دیتا مگر وہ تو اگلے مرحلے کیلئے پریشان تھے کیونکہ فاسد جھگڑال بھی اس سے باخبر تھا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ان کیلئے مسئلہ کھڑا نہیں کرے گا۔

وہ اندھیری رات تھی کیونکہ آسمان پر گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ انہیں غسام کے کاٹج پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی کیونکہ وہ پیلو کے ہال سے ٹلنے کا انتظار کرتے رہے تھے۔ وہ وہاں اکیلا اکثر دیوار سے ٹینس کھیل رہا تھا۔

غسام نے گبو کو ایک بڑے کریٹ میں روانگی کیلئے تیار کر دیا تھا۔ ''سفر کیلئے میں نے برانڈی اور چوہے رکھ دیئے ہیں۔'' اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ ''اور میں نے اس کا ٹیڈی بیئر بھی رکھ دیا ہے کہ تنہائی محسوس نہ کرے۔'' وہ ایسے غم زدہ ہو رہا تھا' جیسے کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے کو جنگ پر بھیجتے ہوئے ہوتی ہے۔

کریٹ کے اندر سے جو آوازیں آ رہی تھیں' ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ بے چارہ ٹیڈی بیئر پرزے پرزے کیا جا رہا ہے۔

''بائی بائی گبو۔'' غسام نے سسکتے ہوئے کہا۔

حارب اور مینا نے کریٹ پر سلیمانی چادر ڈالی پھر خود بھی اس میں گھسنے لگے۔ ''ممی تمہیں کبھی نہیں بھولے گی گبو۔'' غسام نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

اب وہ اس کریٹ کو لے کر قلعے تک کیسے پہنچے' یہ ان کا دل ہی جانتا تھا۔ وہ اہل میں داخل ہوئے تو بارہ بجنے میں زیادہ نہیں تھی۔ ایک ایک کر کے وہ سیڑھیوں پر چڑھتے رہے۔ شارٹ کٹس سے بھی زیادہ مدد نہیں مل رہی تھی۔ کریٹ ان کیلئے مصیبت بن گیا تھا۔

''ہم تقریباً پہنچ چکے ہیں۔'' سب سے اونچے ٹاور کے نیچے والی راہداری میں حارب نے خوشی سے کہا۔

اسی وقت سامنے کی طرف نقل و حرکت دکھائی دی۔ ان کے ہاتھ سے کریٹ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس وقت وہ غیر مرئی ہیں۔ وہ سائے میں دبک گئے۔ سامنے دو افراد آ رہے تھے پھر ایک لیمپ روشن ہو گیا۔

پروفیسر دل بست نظر آئی۔ وہ فاسد جھگڑال کا کان پکڑے ہوئی تھی۔ ''سزائے قید۔'' اس نے چیخ کر کہا۔ ''اور سلجار ہاؤس کے بیس پوائنٹ کم ہو گئے۔'' ''تمہاری یہ جرات کیسے ہوئی کہ تم آدھی رات کو یوں گھومتے پھرو۔ جرات کیسے ہوئی تمہیں......؟''

''آپ سمجھ نہیں رہی ہیں پروفیسر۔ حارب چمرخی یہاں آنے والا ہے اور اس کے پاس ایک ڈریگن ہے۔'' فاسد نے لجاجت سے کہا۔

''کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔ جھوٹ بھی بولتے ہو۔ چلو...... میں تمہارے بارے میں پروفیسر ماہر سے بات کروں گی۔''

ان کے جانے کے بعد وہ چکر دار زینے پر چڑھی۔ اوپر آسمان کے نیچے پہنچتے ہی انہوں نے سلیمانی چادر اتار دی۔ اب وہ سکون کی سانس لے سکتے تھے۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ ناچوں'' ۔ مینا نے کہا۔ ''فاسد جھگڑال کو سزائے قید...... واہ!''

''اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں''۔

اب وہ انتظار کر رہے تھے۔ کریٹ میں گبو ادھر اُدھر ٹکریں مار رہا تھا۔ دس منٹ بعد انہیں اڑن جھاڑوئیں اترتی دکھائی دیں۔

چاسر کے دوست بہت خوس مزاج تھے۔ انہوں نے انہیں وہ کاٹھی دکھائی' جو انہوں نے کریٹ کو لے جانے کے لیے بنائی تھی۔ انہوں نے کریٹ کو اس کاٹھی پر باندھا۔ یوں ان کے لیے کریٹ کو لے جانا آسان ہو گیا تھا۔

حارب اور مینا نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے ہاتھ ملائے۔ بالآخر گبو روانہ ہو گیا۔ انہوں نے سکون کی سانس لی۔

وہ چکر دار زینے سے اترے۔ ان کے دل ان کے ہاتھوں کی طرح ہلکے ہو رہے تھے۔ سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ گبو سے جان چھوٹ گئی تھی۔ فاسد زیرِ عتاب تھا۔ اور کیا چاہیے...... لیکن جیسے ہی وہ راہداری میں مڑے' ان کی خوشی کافور ہو گئی۔ فلیس ان کے سامنے تھا۔ ''واہ...... پکڑے گئے نا''۔ فلیس نے چہک کر کہا۔

تب انہیں یاد آیا کہ وہ سلیمانی چادر تو اوپر ہی بھول آئے ہیں!

☆......☆......☆......☆

اس سے بدتر صورتِ حال ہو ہی نہیں سکتی تھی!

فلیس ان دونوں کو فرسٹ فلور پر واقع پروفیسر دل بست کی اسٹڈی میں لے گیا۔ مینا تو تھر تھر کانپ رہی تھی۔ حارب بہت تیزی سے کوئی معتبر جھوٹ گھڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بات بن نہیں رہی تھی۔ وہ بہت برے پھنسے تھے۔ اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ سلیمانی چادر اُوپر بھول آنا ان کی بدترین حماقت تھی۔

مگر حارب غلطی پر تھا۔ کیونکہ صورتِ حال جتنی خراب نظر آ رہی تھی' درحقیقت اس سے کہیں بدتر تھی۔ کیونکہ پروفیسر دل بست آئیں تو ان کے ساتھ نستیر بھی تھا۔

''حارب''۔ نستیر انہیں دیکھتے ہی پھٹ پڑا۔ ''میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ تاکہ تمہیں خبردار کر سکوں۔ میں نے فاسد کو کہتے سنا تھا کہ وہ تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑنے والا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے پاس ڈریگو......''

حارب سر ہلا ہلا کر اُسے چپ رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ لیکن پروفیسر دل بست نے اسے اشارہ کرتے دیکھ لیا تھا اور وہ غصے سے آگ بگولا ہو رہی تھیں۔ ''مجھے تم میں سے کسی سے یہ اُمید نہیں تھی۔'' ''فلیس نے بتایا ہے کہ تم لوگ فلکیاتی مینار پر تھے۔ اس وقت ایک بج رہا ہے۔ تم لوگ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو''؟

وہ پہلا موقع تھا کہ مینا افگر کسی ٹیچر کے سوال کا جواب نہیں دے پا رہی تھی۔ وہ بت بنی اپنے پیروں کو تکے جا رہی تھی۔

''میں سمجھ رہی ہوں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔'' پرفیسر دل بست نے تند لہجے میں کہا۔ ''تم نے کسی ترکیب سے فاسد کو پھنسانے کے لیے اس تک ڈریگن کی کہانی پہنچائی۔ وہ پہلے ہی پکڑا جا چکا ہے اور کمال یہ ہے کہ نستیر کو بھی اس کہانی پر یقین آ گیا۔''

نستیر سوالیہ نظروں سے حارب کو دیکھ رہا تھا۔ حارب نے نفی میں سر ہلا کر گویا خاموشی کی زبان سے

اسے بتایا کہ یہ سچ نہیں ہے۔نستیر حیران و پریشان نظر آنے لگا۔ حارب کو اس پر ترس آنے لگا۔ یہ بہت بڑے ایثار کی بات تھی کہ وہ انہیں خبردار کرنے کے لیے اتنی تاریکی میں انہیں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

''یہ بہت شرمناک بات ہے''۔ پروفیسر دل بست غرائی۔''ایک ہی رات میں چار طلباء رات کو عمارت میں دندناتے پھریں اور پکڑے جائیں۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ چمرخی' میرا خیال تھا کہ افقار ہاؤس کی عزت تمہیں بہت عزیز ہے۔اب تم تینوں کو سزائے قید بھگتنی ہوگی اور افقار ہاؤس کے اسکور سے پچاس پوائنٹ کم ہوں گے۔''

''پچاس؟'' حارب نے کراہتے ہوئے کہا۔اتنے پوائنٹ تو انہوں نے ہوائی بال کے میچ میں بھی نہیں جیتے تھے۔

''پچاس پوائنٹ فی کس''۔ پروفیسر دل بست نے وضاحت کی۔

''پروفیسر پلیز......''

''شٹ اپ۔اب تم جاؤ۔ مجھے افقار ہاؤس کے کسی طالبِ علم نے کبھی ایسی شرمندگی نہیں دی۔اب تم جاؤ''۔

تو ان کی اس حماقت نے 150 پوائنٹ کا نقصان پہنچا کر افقار ہاؤس کو آخری پوزیشن پر پہنچا دیا تھا۔ہاؤس کپ تو اب دیوانے کا خواب تھا۔

اس رات حارب سو نہیں سکا۔نستیر تکیے میں منہ چھپا کر روئے جا رہا تھا۔حارب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے تسلی دے۔وہ جانتا تھا کہ اس کی طرح نستیر بھی صبح ہونے سے ڈر رہا ہے۔افقار ہاؤس کے طلباء کو 150 پوائنٹ کے نقصان کا علم ہوگا تو وہ ان سے کیسی نفرت کریں گے۔کمانے سے زیادہ گنوانے والے فرسٹ ائیر کے طلباء کسی کو پسند نہیں آ سکتے۔

اگلے روز فضا بدل گئی۔ کہاں تو حارب چمرخی اسکول کا مقبول ترین طالبِ علم تھا اور سب سے زیادہ سراہا جاتا تھا۔مگر اب وہ سب کی نفرت کا ہدف تھا۔حد یہ ہے کہ پشتار اور منقار والے بھی اس سے متنفر ہو گئے تھے۔کیونکہ وہ سب سلجار ہاؤس کو ہاؤس کپ سے محروم دیکھنا چاہتے تھے۔حارب جہاں بھی جاتا' لوگ اس کی طرف اشارے کرتے ہوئے سرگوشیوں میں اس کے متعلق توہین آمیز باتیں کرتے۔جبکہ سلجار ہاؤس والے اسے دیکھ کر تالیاں بجاتے۔''شکریہ چمرخی''۔وہ کہتے۔''تم نے تو ہم پر احسان کیا ہے۔''

صرف رامس اس کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑا تھا۔

''ابھی کچھ دنوں میں لوگ یہ سب بھول جائیں گے۔ فارغ اور جامد بہت پوائنٹ گنواتے رہے ہیں۔لیکن لوگ اب بھی انہیں پسند کرتے ہیں''۔اس نے کہا۔

''انہوں نے ایک ہی ہلے میں ڈیڑھ سو پوائنٹ کا نقصان بھی نہیں کیا ہوگا'' حارب کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

''نہیں...... یہ تو ہے''۔ رامس نے سر جھکا لیا۔

اب تلافی تو ممکن نہیں تھی۔ مگر حارب نے قسم کھالی کہ اب بھی خود کو غیر متعلق معاملات میں ملوث نہیں ہونے دے گا۔ یہ سب کچھ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کا نتیجہ تھا۔ وہ اتنا شرمندہ تھا کہ مولا بخش کے پاس جا کر اس نے ٹیم سے استعفا پیش کر دیا۔

''استعفا! اس سے کیا فائدہ ہوا گا'' مولا بخش اس پر الٹ پڑا۔ ''اگر ہم ہوائی بال کپ نہیں جیتیں گے تو پوائنٹس کیسے ملیں گے۔ یہ تو نقصان در نقصان ہوا''

لیکن ہوائی بال میں بھی اب لطف نہیں رہا تھا۔ پریکٹس کے دوران کوئی اُس سے بات نہیں کرتا تھا۔ اسے پکارنا ہوتا تو وہ اسے جوئندہ کہہ کر آواز دیتے۔

مینا اور نستیر بھی اس عذاب میں تھے۔ لیکن وقت ان کے لیے اتنا سخت نہیں تھا۔ کیونکہ انہیں لوگ جانتے نہیں تھے۔ بہرحال ان سے بھی کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ مینا اب کلاس میں خود کو نمایاں کرنے والی حرکتیں نہیں کرتی تھی۔ وہ سر جھکائے خاموشی سے کام کرتی رہتی۔

حارب کو خوشی تھی کہ امتحان اب زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ زیادہ وقت امتحان کی تیاری میں صرف کر رہا تھا۔ اس میں دھیان بھی بٹا رہتا تھا۔ وہ رامس اور مینا ساتھ رہتے۔ رات کو دیر تک پڑھائی کرتے۔ یاد کرنے کا کام بہت زیادہ بھی تھا اور اہم بھی۔

امتحان شروع ہونے سے ایک ہفتہ پہلے حارب آزمائش میں پڑ گیا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ آئندہ غیر متعلق معاملات میں نہیں پڑے گا۔ ایک سہ پہر وہ اکیلا لائبریری کی طرف جا رہا تھا کہ ایک کلاس روم سے اسے روتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ قریب پہنچا تو اُس نے پروفیسر جاں نثار کی آواز صاف پہچان لی۔ ''نہیں...... نہیں...... پلیز...... اب نہیں'' وہ روتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا' جیسے کوئی بچہ کسی سزا سے ڈر رہا ہو۔

حارب اور قریب چلا گیا۔

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے......'' اب جاں نثار سسک رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے پروفیسر جاں نثار لپکتا ہوا کمرے سے نکلا۔ وہ اپنی پگڑی درست کر رہا تھا۔ اُس کا چہرہ زرد لگ رہا تھا اور اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ رو دے گا۔ اسے شاید حارب کی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ آگے نکلا اور چلا گیا۔

اُس کے دور جانے کے بعد حارب نے بڑھ کر کلاس روم میں جھانکا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ البتہ

دوسری طرف کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اس دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اسے اپنی قسم یاد آئی اور وہ کمرے سے نکل آیا۔

لیکن اس بات پر وہ بڑی سے بڑی شرط لگا سکتا تھا کہ اس دروازے سے پروفیسر ماہر نکل کر باہر گیا ہوگا اور یہ بات بھی سمجھ میں آرہی تھی کہ پروفیسر ماہر بالآخر پروفیسر جاں نثار کی مزاحمت کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

وہ لائبریری میں گیا۔ وہاں مینا رامس سے سوالات پوچھ رہی تھی۔ حارب نے انہیں یہ بات بتائیں۔ ''مجھے یقین ہے کہ ماہر نے جاں نثار کی زبان کھلوالی ہے۔''

''لیکن فلفی کی رکاوٹ تو موجود ہے۔'' مینا نے کہا۔

''ممکن ہے، ماہر نے اس کا بھی توڑ دریافت کر لیا ہو۔'' کتابوں میں گھرے رامس نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ یہاں کوئی ایسی کتاب ضروری ہوگی، جس میں تین سروں والے کتے نما عفریت سے نمٹنے کے طریقے درج ہوں گے۔ تو حارب، اب ہم کیا کریں؟''

رامس کی آنکھ میں ایڈونچر کی خواہش چمک رہی تھی۔ مگر حارب سے پہلے مینا نے جواب دیا۔ ''پروفیسر اخیار کے پاس جا کر سب کچھ بتا دیا جائے۔ یہ کام تو ہمیں بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔ اگر ہم نے خود کچھ کرنے کی کوشش کی تو یقینی طور پر اسکول سے نکال دیے جائیں گے۔''

''لیکن ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔'' حارب نے اعتراض کیا۔ ''جاں نثار اتنا ڈرا ہوا ہے کہ کبھی ہماری تائید نہیں کرے گا اور ماہر کہہ دے گا کہ اسے نہیں معلوم، بلا کیسے اوپر آئی۔ سب جانتے ہیں کہ ہم اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اب بتاؤ، پروفیسر اخیار ہم پر اعتبار کریں گے یا پروفیسر ماہر۔ پروفیسر اخیار سوچیں گے کہ ہم ماہر کو نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فلیس سے بھی مدد نہیں مل سکتی۔ پروفیسر ماہر سے اُس کی دوستی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اصولاً ہمیں نہ سنگِ حیات کا علم ہونا چاہیے اور نہ ہی فلفی کی موجودگی کا۔ ہم اپنے ساتھ غسام کو بھی مشکل میں پھنسا دیں گے۔''

''تو ہم اپنے طور پر کچھ......'' رامس نے کہنے کی کوشش کی۔

''نہیں۔ ہم پہلے ہی بہت حماقتیں کر چکے ہیں۔'' حارب نے دو ٹوک انکار کر دیا۔ اُس نے مشتری کا نقشہ کھینچا اور اُس کے چاند نام بہ نام یاد کرنے لگا۔

☆......☆......☆......☆

اگلی صبح حارب، مینا اور نستیر کو ایک ہی مضمون کے نوٹس موصول ہوئے۔ لکھا تھا......

آپ کی سزائے قید آج رات گیارہ بجے سے شروع ہوگی۔ ہال میں مقررہ وقت پر مسٹر فلیس کے پاس حاضر ہو جائیں۔ پروفیسر دل بست۔

حارب تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ ابھی سزا بھی بھگتنی ہے۔

اس رات گیارہ بجے انہوں نے راس کو خدا حافظ کہا اور نستیر کے ساتھ ہال کی طرف چل دیے۔
فلیس وہاں پہلے ہی موجود تھا۔ اُس کے ساتھ فاسد جھگڑال بھی تھا۔ حارب کو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ سزا تو فاسد کو بھی سنائی گئی ہے۔

"آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔" فلیس نے ایک لیمپ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آج کی سزا کے بعد لوگ کسی ضابطے کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کر سکو گے۔ سچ پوچھو تو مشقت اور اذیت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور مزا نہیں۔ افسوس کہ یہاں پرانی سزائیں ترک کر دی گئیں ہیں۔ پہلے تو کلائیاں باندھ کر چھت پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ میرے دفتر میں زنجیریں اب بھی پڑی رہتی ہیں۔ بلکہ میں انہیں تیل دیتا ہوں کہ نجانے کب پرانی سزائیں بحال ہو جائیں اور اُن کی ضرورت پڑ جائے۔ ہاں...... چلتے رہو۔ بھاگنے کی نہ سوچنا۔ ورنہ اور بڑی مصیبت میں پھنسو گے۔"

وہ قلعے سے نکل آئے اور گراؤنڈ کی طرف بڑھنے لگے' جو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ نستیر کو چھینکیں آنے لگیں۔ حارب سزا کی نوعیت پر غور کر رہا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ ان کی سزا بہت ہی خوف ناک ہوگی۔ ورنہ فلیس اتنا خوش نظر نہ آتا۔

وہ چاندنی رات تھی۔ لیکن چاند بار بار سیاہ بادلوں میں چھپ جاتا تھا۔ حارب کو غسام کے کاٹیج کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ پھر انہیں غسام کی آواز سنائی دی۔ "یہ تم ہو نا فلیس۔ جلدی کرو۔ میں اب فوراً اسٹارٹ لینا چاہتا ہوں۔"

حارب کو کچھ اطمینان ہوا۔ اگر غسام ساتھ ہے تو سزا سخت نہیں رہے گی۔ اس کے چہرے کی طمانیت فلیس کو بھی نظر آ گئی۔ "تو تم سمجھتے ہو کہ اس احمق دیو کے ساتھ اچھا وقت گزارو گے"

اُس نے کہا۔ "اگر میں تمہیں بتا دوں کہ تمہیں جنگل میں جانا ہے اور مشکل ہے کہ تم ثابت و سالم واپس آؤ۔"

یہ سنتے ہی نستیر کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں اور فاسد جھگڑال چلتے چلتے رک گیا۔
"جنگل"؟ اس نے دہرایا۔ اس کا لہجہ عام حالات میں سرد رہتا تھا۔ مگر اس وقت ایسا نہیں تھا۔ "وہاں تو رات کے وقت ہم نہیں جاتے۔ کیسے کیسے جانور ہیں وہاں۔ سنا ہے انسانی خون آشام بھیڑیے بھی ہوتے ہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

نستیر نے حارب کی آستین تھام لی۔ اُس کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکل رہی تھیں۔
"اب یہ سب تم جانو۔" فلیس نے خشک لہجے میں کہا۔ "بدمعاشی کرتے وقت تمہیں انسانی بھیڑیے یاد نہیں آئے۔ اب کیا ہے تم بھگتو گے بھی۔"

غسام تیز قدموں سے چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔ فینگ اس کے ساتھ تھا۔ کمان اس کے ہاتھ میں

تھی اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش اس کے کندھے پر تھا۔ ''وقت ہو گیا ہے۔ میں تو آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''حارب...... مینا...... تم لوگ ٹھیک ہو؟''

''تمہاری جگہ میں ہوتا غسام کے ساتھ دوستانہ انداز میں کبھی نہ رہتا۔'' فلیس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''ان لوگوں کو سزا کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔''

''تو اس لیے لیٹ ہو تم؟ ان لوگوں کو لیکچر پلا رہے تھے...... ڈرا رہے تھے۔'' غسام نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم اپنے اختیار کا غلط استعمال کرتے ہو۔ بہر حال تم نے اپنا کام کر لیا۔ اب یہاں سے یہ میری ذمہ داری ہے۔''

''میں ان کی باقیات لینے کے لیے صبح سویرے آ جاؤں گا۔'' فلیس نے کہا اور قلعے کی طرف واپس ہو گیا۔

فاسد غسام کی طرف مڑا۔ ''میں...... میں جنگل میں نہیں جاؤں گا۔ وہ منمنایا۔ اس وقت اس کے لہجے میں اعتماد کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

حارب کو اسے دہشت زدہ دیکھ کر ایک بے رحم سی خوشی کا احساس ہونے لگا۔

''اگر تمہیں سحر کدے میں رہنا ہے تو ضرور جاؤ گے۔'' غسام نے تند لہجے میں کہا۔ ''غلطی کرو گے تو سزا بھی ملے گی۔''

''لیکن ایسی سزا تو ملازموں کو دی جاتی ہے۔ طلباء کے تو یہ شایانِ شان نہیں۔ میرے پاپا کو پتا چلا تو وہ......''

''اپنے پاپا کو بتا دینا کہ سحر کدے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کرنے پر سو بار...... میں گدھا ہوں...... نہیں لکھوایا جاتا...... یہی وجہ ہے کہ یہاں سے لوگ کچھ بن کر نکلتے ہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے باپ کو تمہارا یہاں سے نکلنا قبول ہو گا تو واپس جاؤ اور اپنا سامان پیک کرو۔

فاسد غسام کو خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا۔ مگر پھر اس کی نظریں جھک گئیں۔

''تو اب ہمیں چلنا ہے''۔ غسام بولا۔ ''اب میری بات غور سے سنو۔ آج رات جو کچھ ہم کریں گے اس میں خطرہ بہت ہے اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی خطرہ مول لے۔ اس لیے میرے پیچھے پیچھے چلو۔''

وہ انہیں جنگل کے سرے پر لے گیا۔ لیمپ سر سے اوپر اٹھا کر وہ انہیں راستہ دکھا رہا تھا۔ سامنے ایک تنگ لہراتی پگڈنڈی تھی' جو گھنے درختوں کے درمیان غائب ہو رہی تھی۔ وہ جنگل میں داخل ہوئے تو ہوا کی وجہ سے سردی کا احساس ہونے لگا۔ ''وہ دیکھو۔ وہ زمین پر چاندی جیسی چمک نظر آ رہی ہے۔'' غسام نے کہا۔ ''وہ یونی کارن کا خون ہے۔ وہاں ایک یونی کارن بری طرح زخمی حالت میں ملا تھا۔ یہ ایک ہفتے میں دوسری واردات ہے۔ بدھ کے دن مجھے ایک یونی کارن کی لاش ملی تھی۔ اب شاید اس بے چارے کو بھی اذیت سے نجات دلانی ہو گی'' ''اور انہیں مار کون رہا ہے؟'' حارب نے پوچھا۔

''کچھ پتا نہیں چلتا۔''

''اور اگر ہمارا اس سے ٹکراؤ ہو گیا جو انہیں مار رہا ہے؟'' فاسد کی آواز لرز رہی تھی۔

''میں اور فینگ ساتھ ہوں تو تمہیں اس جنگل کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔'' غسام نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔ ''بس پگڈنڈی پر چلتے رہو۔ اب ہم دو پارٹیاں بنا کر چلیں گے اور خون کے ان نقرئی دھبوں کا پیچھا کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ یونی کارن کئی گھنٹوں سے زخمی حالت میں پھر رہا ہے۔''

''مجھے فینگ دے دو۔'' فاسد نے جلدی سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بتا دوں کہ یہ بزدل ہے۔'' غسام نے کہا۔ ''تو اب میں' حارب' اور مینا ایک راستے پر جائیں گے اور فاسد' نستیر اور فینگ دوسرے راستے پر۔ اپنی اپنی جادو کی چھڑی نکال لو۔ کسی کو یونی کارن نظر آئے تو وہ چھڑی سے سبز چنگاریاں نکال کر سگنل دے اور خطرے کا سگنل سرخ ہو گا۔ جاؤ...... مگر محتاط رہنا۔''

جنگل میں خاموشی اور تاریکی کا راج تھا۔ کچھ آگے جا کر پگڈنڈی دو شاخہ ہو گئی۔ حارب' مینا اور غسام بائیں جانب اور فاسد' نستیر اور فینگ دائیں جانب چل دیے۔

وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ وہ زمین پر دیکھ رہے تھے۔ جگہ جگہ نقرئی نیلگوں خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ حارب دیکھ رہا تھا کہ غسام بہت فکر مند ہے۔

''کیا یہ ممکن ہے' خون آشام انسانی بھیڑیے یونی کارن کو ہلاک کر رہے ہوں۔''

''نہیں۔ یونی کارن کو ہلاک کرنا آسان نہیں۔ وہ بہت تیز رفتار جادوئی مخلوق ہیں۔ اس سے پہلے میں نے انہیں کبھی معمولی سا زخمی ہوتے بھی نہیں دیکھا۔''

وہ ایک ٹنڈ منڈ درخت کے تنے کے پاس سے گزرے تو پانی کے بہنے کی آواز سنائی دی۔ قریب ہی کہیں قدرتی پانی کا چشمہ ہو گا۔ خون کے نشانات وہاں بھی نظر آ رہے تھے اور راستہ اب بھی بل کھا رہا تھا۔

''تم ٹھیک تو ہو نا مینا؟'' غسام نے پوچھا۔ ''فکر نہ کرو۔ اتنا خون بتاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ زخمی ہے اور ایسی حالت میں وہ زیادہ دور نہیں جا سکتا۔ جلد ہی ہم...... سنو' تم لوگ اسی درخت کے پیچھے چلے جاؤ......''

غسام نے اُن دونوں کو شاہ بلوط کے ایک درخت کی اوٹ میں کھڑا کر دیا۔ پھر اُس نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور چلّے پر چڑھا لیا۔ وہ تینوں کان لگائے کھڑے تھے۔ کوئی سوکھے پتوں پر قدم رکھتا اسی طرف آ رہا تھا۔ ایک اور آواز بھی تھی...... جیسے کوئی لبادہ گھسٹ رہا ہو۔

وہ پلکیں جھپکائے بغیر متوقع نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ مگر پھر اچانک وہ آواز معدوم ہو گئی۔

''میں جانتا تھا۔ یہاں ایسا کوئی ہے' جسے یہاں نہیں ہونا چاہیے۔'' غسام بڑبڑایا۔

''انسانی بھیڑیا؟''

''نہیں۔ نہ یہ بھیڑیا تھا نہ یونی کارن۔'' غسام نے کہا۔''اب میرے پیچھے آؤ۔ مگر بہت محتاط رہنا۔''

اب وہ کم رفتار سے چل رہے تھے...... سماعتوں پر زور دیتے ہوئے۔ اچانک آگے ایک مسطح قطعہ زمین پر انہیں واضح طور پر کوئی چیز متحرک نظر آئی۔''کون ہے؟ سامنے آؤ''۔غسام نے پکارا۔''میں خبردار کررہاہوں کہ میں مسلح ہوں۔''

پھر اچانک کوئی سامنے آیا۔ وہ انسان تھا؟ یا گھوڑا؟ وہ انسان تھا۔ اس کے بال اور داڑھی سرخ تھی۔ لیکن نچلا دھڑ گھوڑے کا تھا......اخروٹی رنگت کا چمک دار جسم اور لمبی سرخ دم۔

حارب اور مینا اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔''اوہ...... یہ تم ہو روحان۔'' غسام پرسکون نظر آنے لگا۔'' کیسے ہو تم؟''اس نے آگے بڑھ کر اُس سے ہاتھ ملایا۔

''گڈ ایوننگ غسام''۔ روحان نامی اس گھڑسان نے کہا۔ اُس کی آواز میں گہرائی اور اداسی تھی۔

''کیا تم مجھے شوٹ کرنے والے تھے؟''

''اب محتاط تو رہنا پڑتا ہے نا روحان۔'' غسام نے اپنی کمان تھپتھپاتے ہوئے کہا۔''اس جنگل میں کوئی بری چیز موجود ہے۔ ان سے ملو۔ یہ حارب چرخی اور یہ مینا افگر۔ یہ ہمارے اسکول میں پڑھتے ہیں اور حارب' مینا...... یہ روحان ہے......گھڑسان۔''

''جی۔ ہم نے پہلی بار گھڑسان دیکھا ہے۔''

''تم لوگ اسکول میں کیا سیکھ رہے ہو؟ خوب پڑھتے ہو گے؟'' روحان نے پوچھا۔

''جی......تھوڑا بہت۔ ابھی تو ہمارا پہلا سال ہے۔'' مینا نے منکسرانہ انداز میں کہا۔

''یہ بھی کم نہیں۔'' روحان نے آہ بھر کے کہا اور سر اُٹھا کر ستاروں کو دیکھنے لگا۔''آج مریخ بہت چمک رہا ہے۔''وہ بڑبڑایا۔

غسام نے بھی آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔''ہاں۔ ارے روحان' اچھا ہوا تم مل گئے۔ یہاں لگتا ہے' ایک اور یونی کارن زخمی ہے۔ تم نے کسی کو دیکھا تو نہیں؟''

روحان نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر ستاروں کو دیکھے جارہا تھا۔ پھر اُس نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔''پہلے ہمیشہ معصوم ہی نشانہ بنتے ہیں۔'' اس نے کہا۔''صدیوں سے یہی ہوتا آیا ہے اور اب بھی یہی ہورہا ہے۔''

''ہاں۔ مگر روحان' تمہیں کوئی غیر معمولی بات تو نظر نہیں آئی؟''

''مریخ آج بہت چمک رہا ہے۔'' روحان نے دہرایا۔ غسام اسے متوقع نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''غیر معمولی طور پر چمک رہا ہے۔''

''میرا مطلب کچھ اور تھا روحان۔'' غسام نے بے صبرے پن سے کہا۔ ''تمہیں کوئی غیر معمولی' کوئی عجیب بات تو نظر نہیں آئی...... میرا مطلب ہے' یہاں زمین پر...... جنگل میں۔''

روحان نے اس بار بھی جواب دینے میں جلدی نہیں کی۔ بالآخر اُس نے کہا۔ ''جنگل بہت سے راز چھپائے ہوئے ہے۔''

درختوں کی طرف سے آہٹیں اُبھریں۔ غسام نے جلدی سے تیر کا رخ اُس طرف کر دیا۔ مگر وہاں سے ایک اور گھڑسان نمودار ہوا۔ اُس کے بال بھی سیاہ تھے اور جسم بھی۔ روحان کے مقابلے میں وہ جنگلی معلوم ہو رہا تھا۔ ''ہیلو بین...... ٹھیک تو ہو؟'' غسام نے مزاج پرسی کی۔

''گڈ ایوننگ غسام۔ تم ٹھیک ہو نا؟'' بین نامی گھڑسان نے کہا۔

''ٹھیک ہوں۔ ابھی میں روحان سے پوچھ رہا تھا کہ تمہیں یہاں کوئی عجیب بات تو نہیں نظر آئی۔ دراصل ایک اور یونی کارن زخمی ہو گیا ہے۔ تم ہی کچھ بتاؤ۔''

بین بھی روحان کے پاس جا کھڑا ہوا اور آسمان کو دیکھنے لگا۔ ''مریخ آج بہت چمک دار ہو رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

''یہ تو ہم سن چکے ہیں۔'' اب غسام کو غصہ آ رہا تھا۔ ''خیر...... اگر تم لوگوں کو کوئی غیر معمولی چیز نظر آئے تو مجھے بتانا۔ اب ہم چلتے ہیں۔

حارب اور مینا غسام کے پیچھے مسطح قطعہ زمین کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ پلٹ کر بار بار روحان اور بین کو دیکھ رہے تھے' جو وہیں کھڑے آسمان کو دیکھے جا رہے تھے۔

''یہ گھڑسان بھی سیدھی بات نہیں کرتے۔'' غسام نے کہا۔ ''چاند ستاروں سے اِدھر انہیں کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہے۔''

''یہاں ایسے اور بھی ہیں؟'' حارب نے پوچھا۔

''ہاں...... خاصے ہیں۔ لیکن یہ الگ تھلگ رہتے ہیں۔ بہرحال تعاون بہت کرتے ہیں۔ یہ علم والے لوگ ہیں۔ لیکن بتاتے کم ہیں۔''

''وہ جو آہٹ ہم نے سنی تھی' وہ کسی گھڑسان کی تھی؟'' مینا نے پوچھا۔

''ارے نہیں' ان کی تو ٹاپوں کی آواز ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے' وہ تو میرے خیال میں وہ تھا جو یونی کارنوں کو مار رہا ہے۔ وہ تو الگ ہی چاپ تھی۔''

اب وہ وہاں سے گزر رہے تھے' وہاں گھنے درخت تھے اور بہ کثرت تھے۔ حارب نروس ہو رہا تھا اور بار بار پلٹ کر دیکھتا تھا۔ وہ ایک موڑ مڑے ہی تھے کہ مینا نے اضطراری طور پر حارب کا بازو تھام لیا۔

''غسام...... سرخ چنگاریاں!'' وہ بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' دوسری ٹیم خطرے میں ہے۔''

وہ جھاڑیوں کو ہٹاتا دوسری طرف چلا گیا۔ حارب اور مینا خوف زدہ تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں پتوں کی سرسراہٹ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

''کہیں وہ زخمی تو نہیں ہو گئے؟'' مینا کے لہجے میں تشویش تھی۔

''مجھے فاسد کی کوئی پروا نہیں۔ لیکن نستیر یہاں ہے تو صرف ہماری وجہ سے۔''

لمحے گزرتے رہے۔ ان کی سماعت بہت تیز ہو گئی تھی۔ ہوا کی سرسراہٹ بھی واضح طور پر سن رہے تھے۔ تجسس سے ان کا برا حال تھا۔ دوسری طرف نجانے کیا ہوا تھا۔ بالآخر قدموں کی چاپیں سنائی دیں اور غسام اور فینگ ان دونوں کے ساتھ آتے دکھائی دیے۔ غسام بہت غصے میں تھا۔ ہوا یہ تھا کہ فاسد نے عقب سے چیختے ہوئے آ کر نستیر کو دبوچ لیا تھا...... مذاق میں ڈرانے کے لیے اور نستیر نے ڈر کر سرخ چنگاریوں کا سنگل دے دیا تھا۔

''تم دونوں نے جو ہنگامہ مچایا ہے' اس کے بعد شاید ہی ہم کسی کو پکڑ پائیں...... اچھا...... اب گروپ تبدیل ہوں گے۔ نستیر' تم میرے اور مینا کے ساتھ آ جاؤ' حارب تم فینگ کو لے کر اس احمق کے ساتھ جاؤ۔ پھر اُس نے سرگوشی میں حارب سے کہا۔'' آئی ایم سوری۔ لیکن وہ تمہیں آسانی سے نہیں ڈرا سکے گا۔ ہمیں یہ کام نمٹانا ہے۔''

اب حارب فینگ اور فاسد کے ساتھ جنگل کے قلب میں آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتے رہے۔ درخت اب اتنے قریب قریب تھے کہ راستہ تنگ اور دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ حارب کو لگ رہا تھا کہ یہاں گاڑھے خون کے نشانات تھے۔ درختوں کی جڑوں پر بھی دھبے نظر آ رہے تھے' جیسے کوئی زخمی وہاں گرا ہو۔

شاہ بلوط کے ایک درخت کی شاخوں کے درمیان سے حارب کو سامنے ایک اور مسطح قطعہ زمین نظر آ رہا تھا۔ ''رکو......'' حارب نے ہاتھ اُٹھا کر فاسد کو بڑھنے سے روکا۔

زمین پر کوئی سفید چیز چمکتی نظر آ رہی تھی۔ وہ دبے قدموں' دھیرے دھیرے اس طرف بڑھنے لگے۔

وہ یونی کارن ہی تھا...... اور مر چکا تھا۔ حارب نے اتنی خوب صورت اور اداس کر دینے والی کوئی چیز پہلے نہیں دیکھی تھی۔ گرتے ہوئے یونی کارن کی لمبی لمبی ٹانگیں غیر فطری انداز میں مڑ گئی تھیں۔ اس کی ایال موتیوں کی طرح چمک رہی تھی۔

حارب نے ایک قدم بڑھایا ہی تھا کہ ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ جہاں تھا' وہیں جم کر رہ گیا۔ مسطح زمین کے کنارے پر ایک جھاڑی ہل رہی تھی۔ پھر اُس میں سے ایک تاریک سایہ گھات لگائے ہوئے درندے کی طرح رینگتا ہوا بڑھتا نظر آیا۔

حارب' فاسد اور فینگ سب بت بن کر رہ گئے تھے۔

لبادے میں لپٹا ہوا وہ وجود مردہ یونی کارن کے پاس پہنچا۔ اُس نے یونی کارن کے پہلو میں لگے زخم سے منہ لگایا اور اس کا خون پینے لگا۔

''ارر......رغ......اغ......'' فاسد کو الکائی آئی۔ وہ حلق کے بل چلایا۔ اگلے ہی لمحے وہ پلٹ کر بھاگا۔ فینگ بھی اس کے پیچھے تھا۔

لبادے میں لپٹے ہوئے وجود نے سر اٹھایا اور براہِ راست حارب کو دیکھا۔ اُس کے ہونٹ خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ اُٹھا اور تیزی سے حارب کی طرف جھپٹا......

حارب خوف سے شل ہو رہا تھا۔ اس سے ہلا بھی نہیں گیا۔

اگلے ہی لمحے اس کی پیشانی میں درد کی ایسی شدید لہر اٹھی کہ ایسی تکلیف اسے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کی پیشانی کے زخم کے نشان میں آگ لگ گئی ہے۔ اس کی نظر دھندلا گئی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ عقب سے اسے دوڑتے ہوئے گھوڑے کی ٹاپوں کی قریب آتی آواز سنائی دی۔ اگلے ہی لمحے کوئی اُس کے اوپر سے آگے کی طرف کودا اور لبادے میں لپٹے وجود پر جھپٹا۔

درد ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا۔ حارب لڑکھڑا کر گھٹنوں کے بل گر گیا۔ درد کی لہر گزرنے میں دو منٹ لگے ہوں گے۔ پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو لبادے میں لپٹا وجود غائب ہو چکا تھا اور ایک گھڑسان اس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ نہ رودحان تھا نہ بین۔ وہ ان دونوں کے مقابلے میں بہت کم عمر لگ رہا تھا۔ اس کے بال سنہری تھے۔

''تم ٹھیک ہو نا؟'' گھڑسان نے پوچھا اور سہارا دے کر اسے کھڑا کیا۔

''ہاں......شکریہ......مگر وہ کون تھا؟''

گھڑسان نے جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھیں نیلم جیسی چمک دار تھیں۔ وہ حارب کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نظریں حارب کی پیشانی کے زخم کے نشان پر جم گئیں۔ ''تم چرخی کے بیٹے ہو نا؟'' اس نے پوچھا ''تمہیں فوراً غسام کے پاس پہنچنا چاہیے۔ رات کے وقت یہ جنگل کوئی محفوظ مقام نہیں...... خاص طور پر تمہارے لیے۔ تم مجھ پر سواری کر سکتے ہو۔ اس طرح وقت بچ جائے گا۔'' وہ حارب کے لیے جھک کر بیٹھ گیا۔ ''میرا نام فردین ہے۔ آؤ......بیٹھ جاؤ۔''

مسطح قطعے کی دوسری جانب سے بھی ٹاپوں کی آوازیں سنائیں دے رہی تھیں۔ پھر رودحان اور بین نمودار ہوئے۔ ان کی سانسیں بے ترتیب اور پیلو پسینے میں بھیگے ہوئے تھے۔ ''فردین'' تم کیا کر رہے ہو؟'' بین نے دہاڑ کر کہا۔ ''اور تم نے اپنی پیٹھ پر انسان کو بٹھا رکھا ہے۔ تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا؟ تم کوئی عام گھوڑے ہو؟''

''جانتے بھی ہو یہ کون ہے۔'' فردین نے کہا۔ ''یہ حارب چرخی ہے۔ یہ جتنا جلدی اس جنگل سے نکل جائے' اتنا ہی بہتر ہے۔''

''اور تم اسے بتا کیا رہے ہو؟'' بین کا منہ اب بھی بنا ہوا تھا۔'' جانتے ہو نا کہ ہم نے آسمان کے معاملات میں عدم مداخلت کا حلف اُٹھایا ہوا ہے۔ کیا ہم نے نہیں پڑھا کہ سیاروں کی گردش کے درمیان کیا آنے والا ہے؟''

روحان نے نروس انداز میں اپنے سم زمین پٹخے۔'' مجھے یقین ہے کہ فردین جو کچھ کر رہا ہے' درست ہے۔''

بین نے غصے میں اپنے پچھلے سم زمین پر مارے۔'' ان معاملات کا ہم سے کیا تعلق ہے؟ گھڑ سان جانتے ہیں کہ انہیں صرف حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ ہم عام گدھے گھوڑے نہیں کہ جنگل میں بھاستہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کو اٹھائے پھریں۔''

فردین بھی غصے میں پیچھے کو ہٹا۔ اس کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے حارب نے بڑی مشکل سے خود کو گرنے سے بچالیا۔ تمہیں یہ یونی کارن نظر نہیں آ رہا ہے۔'' وہ بین پر چلایا۔'' کیا تم نہیں سمجھتے کہ اس کیوں مارا گیا ہے۔ یا تم بے خبر ہو۔ سیاروں نے تمہیں اس راز میں شریک نہیں کیا ہے؟ جو عفریت اس جنگل میں کھلا پھر رہا ہے' میں اس کا مخالف ہوں اور اس کی مخالفت میں انسانوں کا ساتھ بھی دے سکتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی فردین پلٹ کر دوڑنے لگا۔ بین اور روحان اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

حارب کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔'' بین اتنا ناراض کیوں ہے؟'' اس نے فردین سے پوچھا۔'' اور تم نے مجھے جس سے بچایا وہ کون تھا؟''

فردین کی رفتار کم ہو گئی۔'' سر جھکا لو۔'' اس نے حارب سے کہا۔'' یہاں نیچی شاخوں والے درخت بھی ہیں''۔ مگر اس نے حارب کو جواب نہیں دیا۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔ حارب نے سمجھ لیا کہ فردین بات نہیں کرنا چاہتا۔ اب وہ گھنے درختوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ پھر اچانک فردین ٹھہر گیا۔'' حارب چرخی' تم جانتے ہو کہ یونی کارن کا خون کہاں استعمال ہوتا ہے؟''

''نہیں'' حارب نے کہا۔ اس غیر متوقع سوال نے اسے چونکا دیا تھا۔'' ہم نے دواؤں میں بس اس کا سینگ اور دُم کے بال استعمال کیے ہیں۔''

''اس لیے کہ یونی کارن کو ہلاک کرنا وحشیانہ اور آسمانوں پر بھی ناپسندیدہ عمل ہے۔'' فردین نے کہا۔'' صرف وہی اتنا مکروہ جرم کر سکتے ہیں' جن کے پاس ہارنے کو کچھ بھی نہ ہو اور حاصل کرنے کو بہت کچھ۔ یونی کارن کے خون کی تاثیر یہ ہے کہ جو شخص موت سے صرف ایک انچ دور ہو' وہ اسے بھی زندہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کی قیمت بہت خوفناک ہے۔ آپ خود کو زندہ رکھنے کے لیے کسی بہت خالص اور معصوم جان دار کا خون بہائیں' جو اپنا دفاع بھی نہ کر سکتا ہو تو آپ کو آدھی زندگی ملے گی۔ منحوس اور لعنتی زندگی! جیسے ہی آپ کے ہونٹ یونی کارن کے خون کو چھوئیں گے' نحوست آپ پر مسلط ہو جائے گی۔''

حارب خاموشی سے اس کی گردن کو گھورتا رہا۔لیکن اتنا مایوس' اتنا بے تاب کون ہو سکتا ہے؟ بالآخر اس نے کہا۔''ایسی زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہے نا؟''

''ہاں۔لیکن اگر کسی کو کچھ اور پینے کے لیے جینا ہو تو......؟ کوئی ایسی چیز جو آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی طاقت اور توانائی واپس دلا سکے۔ایسی چیز جو آپ کو امر کر دے۔حارب چمرخی' تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت تمہارے اسکول میں کون سی قیمتی چیز محفوظ کر کے رکھی گئی ہے؟

''ہاں......سنگِ فلاسفہ۔ابدی زندگی دلانے والا پتھر۔لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون......؟''

''تمہیں کسی ایسے شخص کا خیال نہیں آتا' جس کی طاقت اور جسم چھن گیا ہو اور وہ برسوں سے وہ سب کچھ دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش میں پاگل ہو رہا ہو۔جو بچی کھچی زندگی اور کچلے ہوئے وجود سے چمٹا موقعے کا منتظر ہو۔''

''تمارا مطلب ہے' شر......سوری نام چپ؟''

''حارب......حارب......تم ٹھیک ہو نا۔'' مینا اس کی طرف دوڑ رہی تھی۔ہانپتا ہوا غسام اس کے پیچھے تھا۔

''میں......میں ٹھیک ہوں' یونی کارن مر چکا ہے۔غسام' وہ وہاں پیچھے پڑا ہے۔'' حارب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''بس' میں تمہیں یہاں آ تار رہا ہوں۔'' فردین نے کہا۔حارب چھلانگ لگا کر نیچے اتر گیا۔''اب تم محفوظ ہو'' ۔اچھا حارب' گڈ لک۔ایک بات کہوں۔ستاروں کو پڑھنے میں پہلے ہی غلطیاں کی جاتی رہی ہیں......اور کی جاتی رہیں گی۔گھڑ سانوں سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔میری دعا ہے کہ اس بار بھی ایسا ہی ہو۔یہ کہہ کر وہ پلٹا اور گھنے جنگل میں گم ہو گیا۔

حارب وہیں کھڑا تھا۔اس کے جسم میں ہلکی سی تھرتھراہٹ تھی۔

☆......☆......☆......☆

رامس کامن روم میں ہی سو گیا تھا۔وہ حارب اور مینا کی واپسی کا منتظر تھا۔حارب نے جھنجھوڑ کر اسے جگایا تو وہ ہڑبڑا کر اُٹھا۔حارب کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔حارب اسے اور مینا کو جنگل میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتانے لگا۔

حارب سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔وہ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر ٹہل رہا تھا۔اس کا جسم اب بھی تھرتھرا رہا تھا۔''پروفیسر ماہر کو وہ پتھر......سنگِ فلاسفہ اپنے لیے نہیں' بلکہ شرگیس کے لیے چاہیے اور شرگیس جنگل میں چھپا اس کی کامیابی کا انتظار کر رہا ہے۔جبکہ ہم سمجھ رہے تھے کہ ماہر دولت مند بننا چاہتا ہے۔''

''یہ منحوس نام بار بار کیوں لیے جا رہے ہو۔'' رامس نے لرزیدہ آواز میں اسے ٹوکا۔

مگر حارب نے شاید سنا بھی نہیں۔ ''فردین نے مجھے بچالیا۔لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بین بہت ناراض ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ستاروں کے کام میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ شاید ستارے شر گیس کی واپسی کی خبر دے رہے ہیں۔ بین کا خیال تھا کہ فردین کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ تاکہ شر گیس مجھے قتل کر دیتا۔ میرا خیال ہے' ستارے بھی یہی بتا رہے ہیں کہ شر گیس مجھ قتل کر دے گا۔''

''تم یہ نام لینے سے باز نہیں آؤ گے؟'' راس نے پھر ٹوکا۔

''تو اب مجھے صرف اس بات کا انتظار کرتے رہنا ہے کہ پروفیسر ماہر سنگِ فلاسفہ چرانے میں کامیاب ہو جائے'' ۔حارب کہتا رہا۔'' تب شر گیس کو دوبارہ طاقت ملے گی اور وہ آ کر مجھے ختم کر دے گا۔ میرا خیال ہے' بین کو اس سے خوشی ہوگی۔''

مینا بہت خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس کے پاس دلاسے کے الفاظ بھی تھے۔'' حارب......سب کہتے ہیں کہ ایک پروفیسر اخیار ہی ایسا شخص ہے' جس سے نام چپ ڈرتا رہا ہے۔ تو پروفیسر اخیار کے ہوتے نام چپ تمہیں چھو بھی نہیں سکتا اور پھر گھڑ سان غلط بھی تو ہو سکتے ہیں۔ مجھے تو یہ نجوم جیسی خرافات ہی لگتی ہے۔ پروفیسر دل بست کہتی ہیں کہ یہ علمِ سحر کی سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار شاخ ہے۔''

ان کی باتیں ختم ہوئیں تو سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ وہ بستر کی طرف دوڑے۔ تھکن سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔

لیکن اُس رات کی لائی ہوئی حیرتیں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں!

حارب نے لیٹنے کے بعد چادر کھولی تا کہ اوڑھ لے۔ چادر کے نیچے اس کی سلیمانی چادر بڑی صفائی سے تہ کی ہوئی رکھی تھی۔ اس سے مختصر سا ایک رقعہ منسلک تھا......شاید کہ اس کی ضرورت پڑ جائے......

☆......☆......☆......☆

حارب سالانہ امتحان کے مرحلے سے کیسے گزرا' یہ اُس کا دل ہی جانتا تھا۔ ہر لمحہ اسے دھڑکا لگا رہتا تھا کہ شر گیس ابھی آئے گا اور اسے ختم کر دے گا۔ بہرکیف دن گزرتے رہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ مقفل دروازے کے پیچھے فلغی زندہ اور صحت مند ہے۔

اب گرمی بہت زیادہ ہو رہی تھی۔ خاص طور پر وہ کلاس روم جہاں وہ تحریری امتحان دیتے کانپ رہے تھے۔ انہیں امتحان میں لکھنے کے لیے نئے خاص قسم کے قلم دیے گئے تھے۔ ان پر نقل سے روکنے کا منتر پڑھا گیا تھا۔

ادھر پریکٹیکل امتحان بھی ہو رہے تھے۔ پروفیسر خلجان نے اپنی کلاس میں فرداً فرداً بلا کر انہیں آزمایا تھا۔ انہیں انناس کو میز پر نچانا تھا۔ پروفیسر دل بست نے ان پر چوہے کو رومال بنانے کی ذمہ داری ڈالی۔ لیکن بیشتر طلباء کے رومال پر بلی کی مونچھیں لگی ہوئی تھیں۔ پروفیسر ماہر نے ان سے بھلانے والی جادوئی دوا بنوائی۔

حارب کی پیشانی کے زخم کے نشان میں اب بھی مسلسل درد رہتا تھا۔ یہ درد وہ جنگل سے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اب اگرچہ درد ویسا خوفناک تو نہیں تھا۔ لیکن اس کے ہوتے ہوئے وہ ارتکاز نہیں کر سکتا تھا۔ حارب سے سویا بھی نہیں جاتا تھا۔ نستیر کا کہنا تھا کہ حارب پر امتحان کی دہشت طاری ہے۔ لیکن سچ یہ تھا کہ حارب کی آنکھ اپنے اس پرانے ڈراؤنے خواب کی وجہ سے کھلتی تھی۔ اب اس میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اب اسے لبادے میں لپٹا ہوا' یونی کارن کا خون پیتا ہوا وجود بھی خواب میں نظر آتا تھا۔

حارب کا جو حال تھا' اسے کوئی بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ رات جنگل میں جو کچھ اس نے دیکھا تھا' وہ کسی نے نہیں دیکھا تھا اور اس لیے بھی کہ ان کی پیشانیوں پر زخم کے نشان نہیں تھے اور ان میں آگ بھی نہیں لگتی تھی اور رامس اور مینا کو سنگِ فلاسفہ کی اتنی فکر نہیں تھی' جتنی اسے تھی۔ وہ شرگیس سے ڈرتے تھے۔ لیکن شرگیس ان کے خوابوں میں تو نہیں آتا تھا۔

ان کا آخری پرچا تاریخِ سحر و ساحراں کا تھا۔ اس کے بعد وہ آزاد ہوتے...... ایک ہفتے کے لیے۔ کیونکہ ایک ہفتے بعد رزلٹ آتا تھا۔ وہ پرچا دے کر نکلے تو حارب بھی دوسرے طلباء کی طرح خوش تھا اور چہک رہا تھا۔

''امتحان اتنے مشکل نہیں تھے' جتنا میں نے سمجھا تھا۔'' مینا نے کہا۔ ''اور میں نے تو وہ سب کچھ بھی یاد کر لیا تھا' جو امتحان میں پوچھا بھی نہیں گیا۔''

مینا امتحان کے بعد پرچے کا تجزیہ بھی کرتی تھی کہ اس نے کیسا کیا ہے اور کتنے نمبر ملنے کا امکان ہے۔ جبکہ رامس انہیں دوبارہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ نمبروں کا حساب لگانے سے اُس کا دل بگڑنے لگتا ہے۔

آخری پرچا دینے کے بعد وہ جھیل کی طرف گئے اور ایک درخت کے نیچے ڈھیر ہو گئے۔ ''چلو...... جان چھوٹی''۔ رامس نے سکون سے کہا۔ ''اب تم بھی خوش ہو جاؤ حارب۔ ہمیں ایک ہفتے بعد پتا چلے گا کہ ہم نے کتنے برے پرچے دیے ہیں۔ کم از کم اس وقت تک تو خوش ہو لو۔''

حارب اپنی پیشانی کو مل رہا تھا۔ ''کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔'' اس کے لہجے میں برہمی تھی۔ ''یہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ لیکن اتنے تواتر سے کبھی نہیں ہوتا تھا۔''

''ایسا کرو' مادام حاذق کے پاس چلے جاؤ۔ مینا نے تجویز پیش کی۔

''میں بیمار نہیں ہوں۔'' حارب نے کہا۔ ''یہ درد وارننگ ہے۔ بتاتا ہے کہ خطرہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔''

رامس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں تھا۔ گرمی اسے پاگل کیے دے رہی تھی۔ پھر بھی وہ محسوس کر رہا تھا کہ حارب کو تسلی کی ضرورت ہے۔ ''حارب' پر سکون ہو جاؤ''۔ اس نے کہا۔ ''مینا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ پروفیسر اخیار کی موجودگی میں سنگِ فلاسفہ محفوظ ہے۔ یہ بھی

ضروری نہیں کہ پروفیسر ماہر نے تین سروں والے کتے فلفی سے بچ نکلنے کا طریقہ دریافت کرایا ہو۔ ایک بار تو کتا اسے کاٹ بھی چکا ہے۔ اس کے بعد اُس کا ڈر جانا فطری ہے اور غسام سے کوئی کچھ اگلوا نہیں سکتا۔

حارب نے سر کو یقینی جنبش دی۔ لیکن یہ خیال اسے اب بھی ستا رہا تھا کہ وہ کوئی اہم بات بھول گیا ہے۔ کوئی کام جو اسے کرنا تھا' اُس نے نہیں کیا۔ اُس نے یہ بات مینا سے کہہ بھی دی ''امتحان کے عرصے میں ایسا ہوتا ہے۔ خود مجھے بھی یہ احساس ستا تا رہا ہے۔'' مینا نے بے پروائی سے کہا۔

مگر حارب مطمئن نہیں تھا کہ یہ بات پڑھائی یا امتحان سے متعلق نہیں ہے۔ وہ ایک الو کو چونچ میں خط دبائے اسکول کی طرف پرواز کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ خود اسے تو غسام کے سوا کوئی خط نہیں لکھتا تھا۔

اُس کے خیال کی رو غسام کی طرف مڑ گئی۔ غسام پر وفیسر اخیار کے اعتبار کو کبھی مجروح نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے تو اسے بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ حالانکہ وہ اسے اتنا چاہتا تھا۔ وہ کسی اور کو کیا بتائے گا۔ لیکن......

وہ اچانک ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔ ''مجھے ابھی ایک خیال آیا ہے۔ ہمیں فوراً غسام سے ملنا ہوگا۔''

''کیوں؟'' مینا نے پوچھا۔ وہ اس کے پیچھے آ رہی تھی۔

''تمہیں یہ بات عجیب نہیں لگی کہ غسام کو ہمیشہ ڈریگن پالنے کی آرزو رہی ہے اور ایک اجنبی اچانک نمودار ہوتا ہے' جس کی جیب میں ڈریگن کا انڈا ہے۔ ذرا سوچو ایسے لوگ کتنے ہوں گے' جو جیب میں ڈریگن کے انڈے ڈال کر پھرتے ہوں۔ جبکہ انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ یہ بات خلاف قانون ہے۔ پھر وہ شخص غسام کے ساتھ تاش کھیلنے بھی بیٹھ گیا اور شرط بھی اس انڈے کی لگائی۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' رامس نے کہا۔

لیکن حارب نے جواب نہیں دیا۔ اب وہ غسام کے کاٹیج کی طرف تقریباً دوڑ رہا تھا۔

غسام کاٹیج کے باہر آرام کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ اس نے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں اور مٹر چھیل کر ان کے دانے ایک تھالی میں ڈال رہا تھا۔ ''ہیلو'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''امتحان نمٹ گئے تمہارے؟ کچھ ہو جائے؟''

''ضرور۔'' رامس نے کہا۔

''نہیں غسام، ہم جلدی میں ہیں۔ مجھے تم سے ایک بات پوچھنی تھی۔ حارب بولا۔ ''تمہیں وہ رات یاد ہے' جب تم نے گبو والا انڈا جیتا تھا۔ یہ تو بتاؤ کہ جس شخص سے تم نے انڈا جیتا'' وہ دیکھنے میں کیسا تھا۔

''معلوم نہیں۔'' غسام نے جواب دیا۔ '' کیونکہ اس نے لبادہ اُتارا ہی نہیں تھا۔'' اسے ان تینوں

کے چہروں کے تاثرات نے چونکا دیا۔ ''یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔'' اس نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''بار میں بھانت بھانت کے لوگ آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے' وہ ڈریگن فروش ہو۔ بہرحال میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اُس نے لبادہ کا ہڈ اُٹھایا ہی نہیں تھا۔''

حارب کا دل ڈوبنے لگا۔ ''غسام...... تم اس سے باتیں کیا کرتے رہے؟ تم نے سحر کدہ کا تذکرہ بھی کیا تھا؟''

''ہاں شاید بات تو نکلی ہوگی۔ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ میں نے اسے بتایا کہ میں سحر کدہ میں گیم کیپر ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تم کس طرح کے جانوروں کی نگہداشت کرتے ہو۔ میں نے بتایا اور میں نے کہا کہ مجھے بچپن سی ہی ڈریگن پالنے کی آرزو ہے اور پھر...... مجھے یاد نہیں آتا۔ کیونکہ وہ مجھے جام پر جام پلائے جا رہا تھا۔

تب اُس نے مجھے وہ انڈا دکھایا اور کہا کہ اس کے لیے داؤ کھیلو۔ میں جیت گیا تو اس نے پوچھا کہ میں اسے سنبھال بھی سکتا ہوں۔ میں نے کہا...... میں نے تو تین سروں والا کتا بھی پالا ہے۔ ڈریگن کیا چیز ہے......

''اُس نے فلفی میں دلچسپی لی؟'' حارب نے اپنے لہجے کا ہیجان دباتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے۔ تین سروں والا کتا کوئی عام چیز تو نہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ اگر آپ کو اسے قابو میں رکھنا آتا ہو تو تین سروں والا کتا پالنا بہت آسان ہے اور اسی پر قابو پانے کی ترکیب یہ ہے کہ اسے میوزک سنوا دو۔ بس وہ فوراً ہی سو جائے گا......'' یہ کہتے کہتے غسام خود دہشت زدہ ہوگیا۔ ''ارے...... مجھے یہ بات تمہیں نہیں بتانی چاہیے تھی''۔ اس کی زبان تھرا رہی تھی۔ ''سنو...... تم لوگوں نے جو سنا ہے' اسے بھول جاؤ۔ ارے...... تم کہاں چلے۔''

ہال میں پہنچنے تک حارب' راس اور مینا نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ ہال میں پہنچ کر حارب نے کہا۔ ''ہمیں پروفیسر اخیار کے پاس جانا چاہیے۔ غسام نے ایک اجنبی پر فلفی کا راز کھول دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لبادے والا پروفیسر ماہر تھا یا خود شرگیس۔ اب غسام کو پلانے کے بعد تو اُس سے کچھ بھی اگلوایا جاسکتا ہے۔ کاش پروفیسر اخیار کو ہماری بات پر یقین آجائے۔ ان کا آفس کہاں ہے؟''

انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا جیسے کہیں پروفیسر کے نام کی تختی لگی نظر آنے کا امکان ہو۔ انہیں کبھی کسی نے نہیں بتایا تھا کہ پروفیسر اخیار کہاں ہوتا ہے۔ ''میرا خیال ہے ہمیں کسی......''

حارب کہہ رہا تھا۔ مگر اسی وقت راہداری میں آواز گونجی۔ ''تم تینوں یہاں کیا کر رہے ہو؟''

وہ پروفیسر دل بست تھیں' جو کتابیں اُٹھاتے ہوئے تھیں۔

''ہمیں پروفیسر اخیار سے ملنا ہے۔'' مینا نے کہا۔ حارب اور رامس کو اُس سے اتنی بہادری کی امید نہیں تھی۔

''ان سے ملنا......! کیوں؟''

حارب گھبرا گیا۔ اب اس کا کیا جواب دیا جائے۔ ''یہ راز داری کا معاملہ ہے۔'' اس نے کہا۔ مگر کہتے ہی احساس ہو گیا کہ اس کے منہ سے غلط بات نکل گئی ہے۔ پروفیسر دل بست کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ ''پروفیسر اخیار ابھی دس منٹ پہلے باہر گئے ہیں۔'' انہوں نے سرد لہجے میں کہا''۔ انہیں وزارتِ سحر کی طرف سے ارجنٹ الّو موصول ہوا تھا۔ وہ دھام جی کے لیے پرواز کر گئے ہیں۔

''وہ چلے گئے؟'' حارب نے پریشان ہو کر کہا۔ ''اب کیا ہوگا؟''

''پروفیسر اخیار بہت بڑے جادوگر ہیں۔ ان کی مصروفیت کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔'' پروفیسر بولیں۔

''لیکن یہ بہت اہم معاملہ ہے۔''

''وزارتِ سحر کے بلاوے سے بھی زیادہ اہم؟''

حارب نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ ''دیکھیں پروفیسر، یہ معاملہ سنگِ فلاسفہ سے متعلق ہے......''

پروفیسر دل بست کے یہ گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ اُن کے ہاتھ سے کتابیں چھوٹ گئیں...... اور انہیں کتابیں اُٹھانے کا خیال بھی نہیں آیا۔ ''تت...... تمہیں کیسے معلوم ہوا......؟''

''مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ما...... میرا مطلب ہے، کوئی سنگِ فلاسفہ چرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے پروفیسر اخیار کو یہ بات بتانی ہے۔''

اب پروفیسر انہیں اشتباہ آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ''پروفیسر اخیار تو کل واپس آئیں گے۔'' بالآخر انہوں نے کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم کہ سنگِ فلاسفہ کے بارے میں تمہیں کیسے پتا چلا۔ بہر حال یقین رکھو کہ کوئی اسے چرا نہیں سکتا۔ اُس کی حفاظت کے لیے بہتر موثر انتظامات کیے گئے ہیں۔

''لیکن پروفیسر۔''

''حارب چرخی، میں جانتی ہوں کہ کیا کہہ رہی ہوں۔'' پروفیسر نے اُس کی بات کاٹ دی۔ پھر انہوں نے جھک کر گری ہوئی کتابیں سمیٹیں۔ ''میرا مشورہ ہے کہ تم لوگ باہر جاؤ اور دھوپ سے لطف اندوز ہو۔''

لیکن انہوں نے اس مشورے پر عمل نہیں کیا۔

''یہ آج رات کا معاملہ ہے۔'' حارب نے پروفیسر دل بست کے دور جانے کے بعد کہا۔ ''پروفیسر ماہر آج رات اس ٹریپ ڈور سے تہ خانے میں اترے گا۔ اسے تمام ضروری معلومات حاصل ہو چکی ہیں

اور وہ پروفیسر اخیار کو سحر کدے سے ہٹانے میں بھی کامیاب ہو گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وزارتِ سحر کا رقعہ جعلی تھا اور پروفیسر ماہر ہی نے بھجوایا ہوگا۔ میں شرط لگا سکتا ہوں کہ پروفیسر اخیار وہاں پہنچیں گے تو وزارتِ سحر والوں کو زبردست شاک لگے گا۔''

''لیکن ہم کیا......؟'' مینا کہتے کہتے رک گئی۔

حارب اور رامس نے گھوم کر دیکھا اور بھونچکے رہ گئے۔ ان کے عقب میں پروفیسر ماہر کھڑا تھا۔

''گڈ آفٹرنون''۔ پروفیسر نے کہا۔

وہ تینوں سحر زدہ سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔

''اتنا خوب صورت دن ہے اور تم لوگ اندر گھسے بیٹھے ہو۔'' پروفیسر عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

''ہم تو بس......'' حارب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

''محتاط رہو چرخی۔ تم یہاں اس طرح کھڑے رہو گے تو لوگ سمجھیں گے کہ تم کسی چکر میں ہو۔ اب افقار ہاؤس مزید پوائنٹس کا نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔''

حارب کا چہرہ تمتما اٹھا۔ وہ لوگ باہر جانے کے لیے مڑے......

لیکن پروفیسر ماہر نے عقب سے انہیں آواز دے لی۔ ''حارب...... میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ تمہاری رات کی آوارہ گردی جاری رہی تو میں ذاتی طور پر اس امر کو یقینی بنا دوں گا کہ تم اسکول سے نکال دیے جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ مخالف سمت میں اسٹاف روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بھی چل دیے۔ سنگی سیڑھیوں پر حارب اُن دونوں کی طرف مڑا۔ ''غور سے سنو کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔'' ہم میں سے ایک کو پروفیسر ماہر پر نظر رکھنی ہوگی۔ اسٹاف روم کے باہر انتظار کرو۔ وہ نکلے تو اس کا پیچھا کرو۔ مینا...... یہ کام تمہیں کرنا ہوگا۔

''مجھے کیوں؟''

''اس لیے کہ تم ہی مناسب ہو۔ تم کہہ سکتی ہو...... پروفیسر خلجان' میں بہت فکر مند ہوں۔ میرا خیال ہے میں سوال نمبر 148 کو سمجھ نہیں سکی......''

''شٹ اپ''۔ مینا نے کہا۔ مگر وہ رضامند ہو گئی۔

''اور میں اور تم تیسری منزل کی راہداری پر نظر رکھیں گے۔'' حارب نے رامس سے کہا۔ ''آؤ چلیں۔''

لیکن منصوبے پر عمل نہیں ہو سکا۔ وہ تیسری منزل کے کاریڈور میں فلفی والے دروازے کے پاس پہنچے ہی تھے کہ پروفیسر دل بست آ گئیں۔ اس بار انہیں ان دونوں پر بہت زور کا غصہ آیا۔ تم سمجھتے ہو کہ ماہر ترین جادوگروں کے جادو غیر موثر ہیں۔'' انہوں نے برہمی سے کہا۔ ''بس بہت ہو گیا۔ اب اگر مجھے

پتا چلا کہ تم یہاں دیکھے گئے ہو تو افقار ہاؤس کے مزید پچاس پوائنٹ کم ہو جائیں گے اور ذہن میں رکھو کہ افقار میرا اپنا ہاؤس ہے۔''

حارب اور راس کامن روم میں واپس چلے گئے۔ ''چلو...... کم ازکم مینا تو کام کر رہی ہے''۔ حارب نے کہا۔

اس نے یہ کہا ہی تھا کہ پورٹریٹ کے خلا سے گزر کر مینا کامن روم میں چلی آئی۔ ''سوری حارب''۔ اس نے کہا۔ ''پروفیسر ماہر باہر آیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ میں پروفیسر خلجان کا انتظار کر رہی ہوں۔ وہ جا کر پروفیسر خلجان کو بلا لایا۔ جتنی دیر میں میں نے پروفیسر سے بات کی، ماہر غائب ہو گیا۔

''پورا منصوبہ فیل ہو گیا'' حارب نے کہا۔

راس اور مینا اسے بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ ''میں آج رات جاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ چرائے جانے سے پہلے سنگِ فلاسفہ قبضے میں لے لوں'' حارب نے کہا۔ ''پاگل ہو گئے ہو'' راس بولا۔

''یہ غلطی نہ کرنا۔ دو ٹیچر تمہیں دھمکی دے چکے ہیں۔ تم اسکول سے نکال دیے جاؤ گے'' مینا نے کہا۔

''کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم لوگ سمجھ نہیں رہے ہو'' حارب چلایا۔ ''اگر پروفیسر ماہر کو وہ پتھر مل گیا تو شرگیس کو کھوئی ہوئی طاقت مل جائے گی۔ تمہیں نہیں معلوم کہ اس کا دور کیسا تھا۔ وہ دور پھر پلٹ آئے گا۔ سحر کدہ ہی نہیں رہے گا۔ نکالے جانے سے کیا ڈروں۔ شرگیس اسے کالے جادو کے اسکول میں تبدیل کر دے گا۔ اب پوائنٹس کی فکر کرنے کا وقت نہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ افقار نے ہاؤس کپ جیت لیا تو اس کے صلے میں شرگیس اقتدار میں آنے کے بعد تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی جان بخشی کر دے گا۔

کچھ بھی نہیں ہے۔ آج رات میں کوشش ضرور کروں گا۔ تم مجھے روک نہیں سکتے۔ مجھے یاد ہے کہ شرگیس نے میرے والدین کو قتل کیا تھا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو حارب۔'' چند لمحے بعد مینا نے کمزور آواز میں کہا۔

''میں سلیمانی چادر لے کر نکلوں گا'' حارب بولا۔ ''خوش قسمتی سے وہ مجھے دوبارہ مل گئی ہے۔''

''لیکن کیا چادر ہم تینوں کو چھپا سکے گی'' راس نے پوچھا۔

''تینوں؟ ہم تینوں!'' حارب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم تمہیں اکیلا جانے دیں گے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا''۔ مینا بولی۔ ''اور ہمارے بغیر تم وہ پتھر کیسے حاصل کرو گے۔ میں جا کر کچھ کتابیں چیک کرتی ہوں۔ شاید کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے......''

''لیکن ہم پکڑے گئے تم دونوں بھی اسکول سے نکال دیے جاؤ گے۔''

''مشکل ہے۔ پروفیسر خلجان کہہ رہے تھے کہ ان کے مضامین میں میرے نمبر 112 فیصد ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ مجھے اسکول سے نکالا جاسکتا ہے۔'' مینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆......☆

رات کے کھانے کے بعد وہ تینوں کامن روم میں الگ تھلگ بیٹھے تھے۔ افقار ہاؤس میں کوئی ان سے بات ہی نہیں کرتا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں یہ بائیکاٹ اچھا لگ رہا تھا۔ مینا اپنے نوٹس ٹٹول رہی تھی۔ اسے کچھ ایسے منتروں کی جستجو تھی، جو رات کی مہم میں کام آسکیں۔ حارب اور رامس خاموشی سے سوچ رہے تھے۔

پھر ایک ایک کرکے لوگ سونے کے لیے جانے لگے۔

''تم جا کر چادر لے آؤ۔'' رامس نے سرگوشی میں حارب سے کہا۔ قارون سب سے آخر میں رخصت ہوا۔

حارب اوپر گیا اور سلیمانی چادر نکال لی۔ اچانک اُس کی نظر غسام کی دی ہوئی بانسری پر پڑی، جو اُس نے اسے کرسمس کے تحفے کے طور پر دی تھی۔ اُس نے اسے جیب میں رکھ لیا...... فلفی کو سلانے کے لیے۔ کم از کم گانے کے تو قابل وہ نہیں تھا۔

وہ کامن روم میں واپس آیا۔ ''بہتر ہے، ہم یہیں چادر اوڑھ لیں۔'' ان نے کہا۔ '' تا کہ پتا چل جائے کہ ہم تینوں اس میں چھپ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر کہیں فلیس نے ہم میں سے کسی کے صرف پیروں کو چلتے دیکھ لیا تو......''

''تم کیا کر رہے ہو؟'' اچانک ایک آواز اُبھری۔ وہ تینوں اُچھل پڑے۔

ایک کرسی کے عقب سے نستیر نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں مینڈک تھا...... وہی مینڈک جو بار بار کھو جاتا تھا۔

''کچھ بھی نہیں نستیر، کچھ بھی نہیں۔'' حارب نے جلدی سے کہا۔ اُس نے چادر کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔

اُن کے چہروں کو دیکھتے ہوئے نستیر کو لگ رہا تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ''تم لوگ کہیں جا رہے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں بھئی، کہاں جائیں گے اس وقت۔'' مینا بولی۔ ''اور نستیر، تم جا کر سو کیوں نہیں جاتے۔''

حارب نے دروازے پر نصب کلاک کو دیکھا۔ وہ بے تاب ہو رہا تھا۔ اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسے ڈر تھا کہ پروفیسر ماہر پہلے ہی حرکت میں آ چکا ہوگا۔

''تم لوگ کہیں نہیں جاؤ گے۔'' نستیر نے کہا۔'' جاؤ گے تو پکڑے جاؤ گے اور افقار ہاؤس کا اور نقصان ہوگا۔''

''تم سمجھ نہیں رہے ہو نستیر۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔'' حارب نے کہا۔

''میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔'' نستیر پورٹریٹ کے خلا کے سامنے جم کر کھڑا ہو گیا۔''میں تم سے لڑنے کے لیے بھی تیار ہوں۔''

''نستیر...... ہو ایک طرف۔ گدھا پن مت کرو۔'' رامس کو غصہ آنے لگا۔

''زبان سنبھال کر بات کرو۔'' نستیر بھی آپے سے باہر ہونے لگا۔''میں اب تمہیں کسی ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کرنے دوں گا۔ اور تمہی نے تو مجھے سکھایا تھا کہ حق بات پر ڈٹ کر کھڑا ہو جانا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن اس لیے نہیں کہا تھا کہ تم ہمارے ہی سامنے ڈٹ جاؤ۔'' رامس کے لہجے میں تلخی تھی۔''نستیر، تم سمجھ نہیں رہے ہو کہ کیا صورتِ حال ہے۔'' وہ آگے بڑھا۔ نستیر نے ہاتھ سے اپنے مینڈک کو چھوڑ دیا۔ وہ فوراً ہی کہیں غائب ہو گیا۔''ٹھیک ہے۔ تو تم مجھ پر ہاتھ اُٹھاؤ...... مارو مجھے۔'' نستیر نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔''میں تیار ہوں۔''

حارب مینا کی طرف مڑا۔''کچھ کرو مینا۔ تم ہی کچھ کرو۔'' اُس کے لہجے میں بے صبرا پن تھا۔

مینا نستیر کی طرف بڑھی۔''نستیر...... مجھے سچ مچ...... واقعی بہت افسوس ہے۔ لیکن مجبوری ہے۔'' اس نے اپنی جادو کی چھڑی بلند کی۔''اکڑان مکملہ''۔ اُس نے چیخ کر کہا۔

نستیر کے دونوں بازو اُس کے پہلوؤں سے چپک گئے۔ پھر اُس کی دونوں ٹانگیں اُچھل کر جڑیں اور اُس کا پورا جسم اکڑ گیا۔ چند لمحے وہ اسی عالم میں کھڑا رہا۔ پھر دھڑام سے گر گیا۔ وہ منہ کے بل گرا تھا۔

مینا نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کیا۔ نستیر کے جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ وہ بول نہیں سکتا تھا۔ پورے جسم میں صرف اُس کی آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔ وہ خوف زدہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''یہ تم نے کیا کر دیا؟'' حارب نے گھبرا کر کہا۔

''یہ منتر پورے جسم کو باندھ دیتا ہے۔'' مینا بولی۔ پھر وہ نستیر کی طرف مڑی۔''مجھے بہت افسوس ہے نستیر۔''

''ہم مجبور تھے دوست۔'' حارب نے کہا۔''ہمارے پاس وقت ہی نہیں تھا کہ وضاحت کرتے۔''

''بعد میں تم سمجھ جاؤ گے۔'' رامس نے نستیر کو پھلانگتے ہوئے کہا۔ پھر وہ جلدی جلدی چادر کو کھولنے لگا۔

نستیر کو اس عالم میں فرش پر چھوڑ کر جانا کوئی اچھا شگون نہیں تھا۔ وہ باہر نکلے تو اتنے نروس تھے کہ مجسمے کے سائے پر انہیں بھوت کا گمان ہو رہا تھا۔ ہوا کا ہر جھونکا انہیں پیلو کی سرگوشی لگ رہا تھا۔

پہلے ہی زینے پر انہیں مسز نورس نظر آئی۔ ''کیوں نہ اس کے لات رسید کردی جائے۔'' رامس نے للچائے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔

حارب نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ بلی کے قریب سے گزرے تو بلی نے اُن کی طرف رخ کیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے ثابت ہوگیا کہ وہ انہیں نہیں دیکھ پا رہی ہے۔

تیسری منزل پر پہنچنے تک ان کا کسی سے ٹکراؤ نہیں ہوا۔ وہاں راہداری میں پیلو قالین میں گڑبڑ کر رہا تھا۔ تاکہ گزرنے والے اس میں اُلجھ کر گر جائیں۔ وہ اُس کی طرف بڑھے تو وہ بولا۔ ''کون ہے..... کون ہے یہاں؟'' چند لمحے وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ ''اگر چہ تم مجھے نظر نہیں آرہے ہو لیکن مجھے پتا ہے کہ تم موجود ہو۔ یہ بتاؤ، تم بھوت ہو یا کچھ اور'' ...... یہ کہتے کہتے وہ اُٹھا اور فضا میں تیرنے لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''مجھے فلِیس کو بلانا چاہیے۔ ان دیکھی چیزوں کی موجودگی تو خطرناک ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ اچانک حارب کو ایک آئیڈیا سوجھ گیا۔ ''پیلو...... خونی نواب کے پاس نظر نہ آنے کی معقول وجہ موجود ہے۔'' اُس نے موٹی آواز بنا کر کہا۔ ''تم میرا راستہ کھوٹا نہ کرو۔'' پیلو کو ایسا شاک لگا کہ وہ فرش پر گرتے گرتے بچا۔ اُس نے بمشکل خود کو بچایا اور زینے کی طرف لپکا۔ ''سوری جناب خونی نواب۔ بے شک میری غلطی ہے۔ لیکن آپ نظر بھی تو نہیں آرہے تھے۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ میں یہاں سے ٹل رہا ہوں۔''

''میں یہاں رات بھر ایک کام میں مصروف ہوں پیلو۔'' حارب نے اسی موٹی آواز میں کہا۔ ''بہتر ہوگا کہ تم اس طرف کا رخ نہ کرو۔''

''میری توبہ عالم پناہ۔ آپ فکر ہی نہ کریں۔ گڈ لک سر۔'' اور پیلو دوڑتا چلا گیا۔

''بہت شاندار حارب۔'' رامس نے حارب کو داد دی۔

چند سیکنڈ بعد وہ اُس کاریڈور میں جا پہنچے۔ دروازہ انہیں کھلا ہوا ملا۔ ''دیکھ لیا۔ ماہر پہلے ہی اندر جا چکا ہے۔'' حارب نے کہا۔

کھلے دروازے میں وہ بھیانک کتا انہیں نظر آرہا تھا۔

حارب نے چادر میں موجود اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ ''تم دونوں چاہو تو واپس چلے جاؤ۔ مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ یہ چادر بھی لے جاؤ۔ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' ''احمقانہ باتیں مت کرو۔'' رامس بولا۔

''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔'' مینا نے کہا۔

وہ اندر گئے۔ کتے کے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں۔ اُس کی تینوں ناکیں پھڑک رہی تھیں۔ وہ نظر نہیں آرہے تھے۔ مگر وہ ان کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔

''یہ اس کے پیروں کے پاس کیا ہے؟'' رامس نے سرگوشی میں پوچھا۔

''بربط معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر ماہر چھوڑ کر گیا ہوگا'' حارب نے جواب دیا۔ ''جیسے ہی ساز بجانا موقوف ہوگا' یہ جاگ جائے گا۔ لو میں شروع کر رہا ہو۔'' اُس نے بانسری ہونٹوں سے لگائی اور بجانے لگا۔ وہ کوئی دھن نہیں تھی۔ کیونکہ حارب کو بانسری بجانا نہیں آتا تھا۔ مگر جیسے ہی بانسری کی آواز فضا میں ابھری' کتے کی چھ کی چھ آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اُس کی غراہٹیں موقوف ہوگئیں اور وہ سو گیا۔

''بجاتے رہنا۔'' رامس نے کہا۔ وہ اور مینا چادر سے نکل کر رینگتے ہوئے ٹریپ ڈور کی طرف بڑھے۔ وہ اب اُس کے سر کے قرب تھے۔ اُس کی گرم سانسیں اُسے چھو رہی تھیں۔

''دروازہ آسانی سے کھل جائے گا۔'' رامس نے کہا۔ ''پہلے تم جانا چاہو گی مینا؟''

''نہیں۔ پہلے تم جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔'' رامس نے دانت پر دانت جما کر کہا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ٹریپ ڈور اہینڈل تھام کر کھینچا۔ دروازے کا پٹ کھل گیا۔

''کیا نظر آ رہا ہے تمہیں؟'' مینا نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور نیچے اترنے کے لیے کوئی سیڑھی بھی نہیں ہے۔ ہمیں چھلانگ لگانی ہوگی۔''

حارب بانسری بجا رہا تھا۔ وہ رامس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہاتھ لہرانے لگا۔ رامس اُس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف اشارہ کیا۔ ''تم پہلے جانا چاہتے ہو؟ آر یو شیور؟'' رامس نے کہا۔ ''مجھے اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ نیچے گہرائی کتنی ہے۔ بانسری مینا کو دے دو۔ یہ بجاتی رہے گی۔''

حارب نے وہاں پہنچ کر نیچے جھانکا۔ واقعی گہرائی کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ اُس نے گگر پر دونوں ہاتھ جمائے اور اس خلا میں لٹک گیا۔ پھر اُس نے سر اٹھا کر رامس کو دیکھا۔ ''اگر مجھے کچھ ہو جائے تو الو ہاؤس جانا اور بر فیل کے ذریعے پروفیسر اخیار کو اطلاع دے دینا۔''

''ٹھیک ہے۔'' رامس نے کہا۔

''تو اب مجھے امید ہے کہ نیچے ملاقات ہوگی۔'' حارب نے کہا اور گگر کو چھوڑ دیا۔

سرد ہوا اس پر لپکی۔ وہ نیچے...... نیچے ہی نیچے گرتا جا رہا تھا۔ اُس کا دل گھبرانے لگا۔ یہ کتنا فاصلہ ہے کہ طے ہونے میں ہی نہیں آ رہا ہے۔ یہ گھبراہٹ الگ تھی کہ نجانے وہ کہاں' کس چیز پر گرے گا۔

پھر جب تمام مسئلے حل ہو گئے۔ وہ کسی نرم چیز سے ٹکرایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھا۔ اُس کی آنکھیں ابھی اندھیرے کی عادی نہیں ہوئی تھی۔ وہ ٹٹول کر گرد و پیش کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی پودے پر بیٹھا ہے۔ ''یہاں سب ٹھیک ہے۔'' اوپر ڈاک کے ٹکٹ' جتنا بڑا خلا نظر آ رہا تھا۔ اُس

نے اُس کی طرف رخ کر کے پکارا۔ ''تم آرام سے چھلانگ لگا دو۔ یہاں نرم جگہ پر گرو گے۔''

رامس نے فوراً ہی چھلانگ لگائی۔ اگلے ہی لمحے وہ حارب کے قریب بکھرا ہوا تھا۔ ''یہ کیا چیز ہے؟'' اس نے گرتے ہی پوچھا۔

''پتا نہیں۔ کوئی پودا معلوم ہوا ہے۔ جو کچھ بھی ہے' یہاں اس لیے رکھا گیا ہے کہ چھلانگ لگانے والے کو چوٹ نہ لگے' مینا...... تم بھی آ جاؤ'' آخر میں اُس نے اوپر کی طرف رخ کر کے پکارا۔

اوپر سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ بانسری کی آواز غائب ہو گئی تھی اور شاید مینا نے پکارے جانے سے پہلے ہی چھلانگ لگا دی تھی۔ وہ حارب کے دوسرے جانب آ کر گری۔ اس وقت شاید ہم اسکول سے میلوں نیچے ہیں۔'' وہ بولی۔

''شکر ہے' گرے نرم چیز پر ہیں۔'' رامس نے کہا۔

''شکر ہے؟'' مینا چلائی۔ کچھ پتا بھی ہے۔'' وہ اُچھل کر اُٹھی اور سیلی ہوئی دیوار کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے لگی اور گرتے ہی جو اُس نے کوشش شروع کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پودا' متحرک ہو گیا تھا...... سرسرا رہا تھا...... سانپ کی طرح اُس کے گرد لپٹ رہا تھا۔ خاص طور پاس کے پیروں کے گرد اور جہاں تک حارب اور رامس کا تعلق تھا اور ان کے پیر پہلے ہی جکڑے جا چکے تھے۔ انہیں پتا ہی نہیں تھا۔

مینا نے گرفت سخت ہونے سے پہلے ہی خود کو آزاد کرا لیا تھا۔ اب وہ اُن دونوں کو ہاتھ پیر مارتے دیکھ رہی تھی۔ وہ جتنی کوشش کر رہے تھے' اتنی ہی پودے کی گرفت سخت ہوئی جا رہی تھی۔ ''خود کو ڈھیلا چھوڑ دو۔'' مینا نے چیخ کر کہا۔ ''میں سمجھ گئی کہ یہ کیا ہے۔ یہ شیطان کا جال ہے۔''

''یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ہمیں کم از کم اس کا نام تو معلوم ہے۔ ہمارا تو سمجھو کہ مسئلہ ہی حل ہو گیا۔'' رامس نے بھنا کر کہا۔ وہ ہاتھوں سے پودے کی پتلی پتلی ٹہنیوں کو دور دھکیل رہا تھا' جو اُس کی گردن سے لپٹنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''شٹ اپ۔ میں اس کا توڑ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''جلدی کرو۔ یہاں سانس لینا دوبھر ہو رہا ہے۔'' حارب نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

''شیطان کا جال...... شیطان کا جال...... پروفیسر کیا کہا تھا......؟ اسے اندھیرا اور سیلن راس ہے...... ہاں......''

''بس تو آگ جلاؤ۔'' حارب نے بمشکل کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہاں لکڑی کہاں ہے۔'' مینا نے پریشان ہو کر کہا۔

''ارے ہاں۔'' مینا نے جھپٹ کر اپنی جادو کی چھڑی سیدھی کی اور منتر پڑھنے لگی۔ چھڑی کے سرے سے نیلگوں شعلہ آگے کی طرف لپکنے لگا۔

اُس کا اثر فوری طور پر ہوا۔ حارب اور رامس کو آزادی ملنے لگی۔ روشنی اور حرارت کی وجہ سے شاخیں سہم کر پیچھے ہٹ اور سمٹ رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری طرح آزاد ہو گئے۔

''تمہاری تعلیم میں دلچسپی ہمارے کام آ رہی ہے۔'' حارب نے کہا۔ وہ اور رامس مینا کی طرف بڑھ رہے تھے۔

''مگر اچھی بات یہ ہے کہ حارب کا دماغ بحران میں زیادہ کام کرنے لگتا ہے۔'' رامس نے کہا۔ ''ورنہ ذرا سوچو تو۔ کوئی جادوگرنی یہ کہے کہ آگ جلانے کے لیے لکڑی نہیں ہے۔''

وہاں ایک ہی رات نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک تنگ راہداری تھی۔ ''آؤ...... چلیں۔'' حارب نے کہا۔

اپنی قدموں کی چاپ کے سوا جو واحد آواز انہیں سنائی دے رہی تھی' وہ دیواروں سے پانی ٹپکنے کی آواز تھی۔ راہداری ڈھلواں تھی۔ حارب کو اسے دیکھ کر زرباد کا خیال آ رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ بات یاد آئی کہ زرباد میں اہم تر تجوریوں کی چوکیداری ڈریگن کرتے ہیں۔ اُس کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ کہیں یہاں بھی......! انہوں نے گبو کے علاوہ بھی کوئی ڈریگن نہیں دیکھا تھا اور گبو تو چھوٹا ہی تھا کہ انہوں نے اسے بھجوا دیا تھا۔ ڈریگن کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔

''تمہیں کوئی آواز سنائی دے رہی ہے؟'' رامس نے سرگوشی میں پوچھا۔

حارب نے سننے کی کوشش کی۔ آگے کی جانب سے سرسراہٹ اور کٹ کٹ کی سی آواز آ رہی تھی۔

''کیا یہ کوئی بھوت ہے؟''......

''مجھے تو پروں کی پھڑ پھڑاہٹ لگتی ہے۔''

''آگے روشنی بھی ہے۔ مجھے کوئی چیز حرکت کرتی نظر آ رہی ہے۔''

وہ راہداری کے سرے پر پہنچے تو انہیں وہ بے حد روشن' بہت بڑا کمرہ نظر آیا۔ اُس کی گنبد نما چھت کافی اُونچی تھی۔ وہ کمرہ چمک دار پروں والے چھوٹے پرندوں سے بھرا ہوا تھا' جو اِدھر اُدھر چکراتے پھر رہے تھے۔ کمرے کے اس سرے پر لکڑی کا ایک بھاری دروازہ تھا۔

''کیا خیال ہے' ہم اُدھر جانے کی کوشش کریں گے تو یہ ہم پر حملہ کریں گے؟'' رامس نے کہا۔

''ممکن ہے۔ لیکن یہ وحشی نہیں لگتے۔'' حارب نے کہا۔ ''مگر یہ سب کے سب ایک ساتھ جھپٹ پڑیں تو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔''

اُس نے ایک گہری سانس لے کر پھیپھڑوں کو بھرا۔ ہاتھوں سے چہرہ چھپایا اور دروازے کی سمت بھاگا۔ اسے پرندوں سے جارحیت کی توقع تھی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ خیر و عافیت سے دروازے تک پہنچ گیا۔

رامس اور مینا بھی اُس کے پیچھے چلے آئے۔ انہوں نے دروازے کو دھکیلا۔ ہینڈل گھمایا۔ لیکن دروازے کو جنبش بھی نہیں ہوئی۔ مینا کا الُمراوالامنتر بھی کارگر ثابت نہیں ہوا۔

''اب کیا کریں؟'' رامس نے کہا۔

''یہ پرندے...... یہ یہاں آرائش کے لیے تو نہیں رکھے گئے ہوں گے۔'' مینا بولی۔

انہوں نے اوپر اُڑتے چکراتے پرندوں کو دیکھا...... چمک دار پرندے۔'' یہ پرندے نہیں ہیں۔'' حارب نے اچانک کہا۔'' یہ چابیاں ہیں...... پردار چابیاں۔ ذرا غور سے دیکھو۔ اس کا تو مطلب ہے کہ......'' اب وہ تینوں اُڑتی ہوئی پردار چابیوں کو دیکھ رہے تھے۔'' ......ہاں' ہمیں اڑن جھاڑو کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہم اس دروازے کی چابی کو نہیں پکڑ سکیں گے۔''

''لیکن یہ تو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔''

رامس دروازے کے لاک کا جائزہ لے رہا تھا۔'' ہمیں پرانے دراز کی بڑی چابی درکار ہے۔ شاید وہ نقرئی ہوگی......دروازے کے ہینڈل جیسی۔''

مینا نے منتر پڑھا۔ تین اڑن جھاڑوئیں نمودار ہوئیں۔ وہ تینوں چابیوں کے بادلوں کے درمیان اُڑنے لگے۔ وہ ہاتھ بڑھا کر چابی پکڑنے کی کوشش کرتے۔ مگر جادوئی چابیاں تیزی سے ڈاج دیتیں اور بچ کر نکل جاتیں۔

حارب یونہی جوئندہ نہیں بنا تھا۔ اُس کی نظر بہت تیز تھی۔ کوئی ایک منٹ کی جستجو کے بعد اسے سلور کلر کی وہ بڑی خمیدہ چابی نظر آ گئی۔'' یہ رہی...... یہ بڑی چابی......'' وہ چلایا۔'' ...... یہ نہیں' وہ والی......وہ جس کے نیلے پر ہیں......اور ایک طرف کے پر مسکے ہوئے ہیں۔''

رامس حارب کے اشارے کی سمت جھپٹا۔ وہ چھت سے ٹکرایا...... اور اڑن جھاڑو سے گرتے گرتے بچا۔

''ہمیں اس کو گھیرنا ہوگا۔'' حارب نے کہا۔'' رامس' تم اوپر سے آؤ اور مینا تم اُس کا نچلی طرف کا راستہ بند کر دو۔ میں اسے پکڑنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں......ریڈی!''

رامس نے نیچے کی طرف غوطہ لگایا۔ مینا تیزی سے اوپر کی سمت اُٹھی۔ حارب چابی کے پیچھے اڑا۔ چابی سامنے والی دیوار کی طرف گئی۔ حارب کی رفتار بہت تیز تھی۔ اُس نے داہنے ہاتھ سے چابی کو دھکیلا اور اسے ہاتھ اور دیوار کے درمیان دبا دیا۔ رامس اور مینا تالیاں بجا رہے تھے۔

وہ نیچے اترے۔ حارب دروازے کی طرف دوڑا۔ چابی اُس کے ہاتھ سے نکلنے کے لیے پھڑ پھڑا رہی تھی۔ خاصی دشواری کے بعد اُس نے چابی کو تالے میں لگایا اور اسے گھمایا۔ کلک کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ چابی پھر پر پھڑ پھڑاتی اُڑی۔ اب اُس کے پر اور زیادہ مسک گئے تھے۔

''ریڈی؟'' حارب نے ہینڈل تھامتے ہوئے پوچھا۔ ان دونوں نے اثبات میں سر ہلاتے تو اُس نے ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول دیا۔

وہ کمرہ اتنا تاریک تھا کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔لیکن جیسے ہی انہوں نے اندر قدم رکھا' وہ جگمگا اُٹھا۔

اور وہ بے حد عجیب منظر تھا!

وہ ایک بہت بڑی بساط کے کنارے کھڑے تھے۔ سیاہ رنگ کے مہرے قد میں ان سے بڑے تھے۔ دوسری طرف سفید مہرے تھے۔ ان تینوں کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ ان مہروں کے چہرے نہیں تھے۔

''اب ہمیں کیا کرنا ہے؟'' حارب نے پوچھا۔

''صاف ظاہر ہے۔'' رامس بولا۔ ''ہمیں شطرنج کھیلتے ہوئے یہ بساط پار کرنی ہے۔''

سفید مہروں کے عقب میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ ''مگر کیسے؟'' مینا نے پوچھا۔ وہ بہت نروس لگ رہی تھی۔

''میرا خیال ہے' ہمیں مہروں کی جگہ لینی ہوگی۔'' رامس نے کہا۔ پھر وہ ایک کالے گھوڑے کی طرف بڑھا اور اسے چھوا۔ پتھر کے گھوڑے میں جیسے ایک دم جان پڑ گئی۔ اس پر موجود سوار نے اپنا آہنی خود اُٹھا کر رامس کو دیکھا۔ ''ہمیں پار جانے کے لیے تمہارے ساتھ شامل ہونا ہوگا؟'' رامس نے اس سے پوچھا۔

سوار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رامس حارب اور مینا کی طرف متوجہ ہوا۔ ''بہت سوچنا پڑے گا۔'' اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے' ہم تینوں کو کالے مہروں کی جگہ لینی ہے۔''

حارب اور مینا خاموش تھے۔ رامس کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ''اب میری بات کو دل پر مت لینا۔'' بالآخر اس نے کہا۔ ''کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ تم دونوں شطرنج میں اناڑی ہو......''

''تمہاری بات بالکل سچ ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''تم بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔''

''تم ایسا کرو کہ اس فیل کی جگہ لے لو اور مینا تم اس کے برابر کھڑی ہو جاؤ۔'' رامس نے ہدایت دی۔

''اور تم؟''

''میں گھوڑا بن رہا ہوں۔''

لگتا تھا' مہرے ان کی باتیں سن رہے ہیں۔ کیونکہ یہ سنتے ہی ایک رخ' ایک فیل' اور ایک گھوڑا بساط سے ہٹ گئے۔ ان کی جگہیں مینا' حارب اور رامس نے سنبھال لیں۔

''شطرنج میں پہلی چال ہمیشہ سفید والا چلتا ہے۔'' رامس نے کہا۔ پھر بولا۔ ''ہاں......دیکھ لو۔''

ایک سفید پیادہ دو خانے بڑھ گیا تھا۔

رامس کالے مہروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے اشاروں پر چل رہے تھے۔ حارب کے گھٹنے لرز رہے تھے۔ اگر وہ ہار گئے تو کیا ہوگا؟

''حارب...... تم ترچھے ہو کر چار خانے آگے جاؤ۔'' رامس نے کہا۔ حارب نے تعمیل کی۔

انہیں پہلا دھچکا اُس وقت لگا' جب ان کا دوسرا فیل مر گیا۔ مخالف فرزیں نے اُس سے ٹکرا کر اسے گرایا اور اسے بساط سے باہر دھکیل دیا۔

''اب یہ ضروری تھا۔'' رامس نے وضاحت کی۔ ''اس کے نتیجے میں ہمیں ان کا فیل مل گیا۔ مینا' تم اسے مار دو۔''

جب بھی ان کا کوئی مہرہ مرتا' سفید مہرے انہیں بڑی بے رحمی سے مارتے۔ تھوڑی ہی دیر میں بساط کے پہلو میں مرنے والے کالے مہروں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ دو بار ایسا ہوا کہ رامس کو بروقت احساس ہوا کہ حارب اور مینا خطرے میں ہیں۔ وہ خود بھی مہرے مارتا پھر رہا تھا۔

''اب ہم تقریباً وہاں پہنچ چکے ہیں۔'' رامس نے کہا۔ ''مجھے سوچنے دو۔''

سفید بے چہرہ فرزیں اب رامس کی طرف مڑ رہا تھا۔

''ہاں...... یہی واحد صورت ہے۔'' رامس نے کہا۔ ''مجھے خود کو کٹوانا ہوگا۔''

''نہیں۔'' حارب اور مینا بیک آواز چلائے۔

''یہ شطرنج ہے۔ اس میں قربانی دینی پڑتی ہے۔ مہرے کٹوانے پڑتے ہیں۔ میں ایک خانہ آگے بڑھوں گا۔ فرزیں مجھے مار دے گا۔ اُس کے بعد حارب تم اسے شہ مات دے سکتے ہو۔''

''لیکن......؟''

''تمہیں پروفیسر ماہر کو روکنا ہے یا نہیں؟''

''رامس' تم......''

''دیر کرو گے تو وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی پتھر پر قابض ہو جائے گا۔''

اس کے بعد حارب کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

''ریڈی؟'' رامس نے پوچھا۔ اُس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ لیکن س پر استقلال بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ''تو میں چلا۔ مگر جیتنے کے بعد وقت ضائع نہ کرنا۔''

رامس آگے بڑھا۔ سفید فرزیں اس پر جھپٹا اور اُس کے سر سے ٹکرایا۔ رامس گر گیا۔ مینا گھبرا کر چیخی۔ مگر اپنی جگہ کھڑی رہی۔ سفید فرزیں نے دھکیل کر رامس کو بساط کے پہلو میں مرے ہوئے مہروں کے ڈھیر میں پہنچا دیا۔

حارب سر ہلاتے ہوئے۔ بائیں جانب تین خانے آگے بڑھا۔

سفید بادشاہ نے اپنا تاج اتارا اور اسے حارب کے قدموں میں رکھ دیا۔ وہ جیت گئے تھے۔ تمام

مہروں نے احتراماً سر خم کیے اور بساط سے رخصت ہو گئے۔ ان کے ہٹنے کے بعد سامنے کھلا ہوا دروازہ صاف نظر آ رہا تھا۔ حارب اور مینا نے پلٹ کر رامس کو دیکھا' جو اب بھی بے سدھ پڑا تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف لپکے۔ اب وہ ایک اور راہداری میں تھے۔

''کہیں رامس سچ مچ......'' مینا نے کہنا چاہا۔

مگر حارب نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''وہ خیریت سے ہوگا۔'' مگر سچ یہ ہے کہ خود اسے بھی اس کا یقین نہیں تھا۔ ''اب آگے دیکھیں' کیا ملتا ہے۔''

''شیطان کا جال پروفیسر منچلی کی تخلیق تھا۔ چابیاں شاید پروفیسر خلجان کا کارنامہ تھیں۔ شطرنج کے مہرے پروفیسر دل بست کا اسٹائل معلوم ہوتے ہیں۔ اب رہ گئے پروفیسر نثار اور ماہر۔ دیکھیں۔ انہوں نے کیا......''

وہ ایک اور دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ ''کیا خیال ہے؟'' حارب نے مینا سے پوچھا۔

''کھولو۔'' مینا نے کہا۔

حارب نے دروازہ کھولا۔ وہاں بدبو تھی۔ اُن دونوں نے گھبرا کر اپنے لبادے اوپر کر کے ناک ڈھانپ لی۔ اُس کے باوجود اُن کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔ پھر انہیں ایک بہت بڑا عفریت فرش پر نظر آیا۔ جس عفریت سے ان کا سحر کدہ میں واسطہ پڑا تھا' یہ اُس سے کہیں بڑا تھا۔ اُس کے سر پر بڑا زخم تھا اور وہ بے ہوش تھا۔

''شکر ہے کہ ہمیں اس سے نہیں لڑنا پڑا۔'' حارب نے سرگوشی میں کہا۔

وہ دونوں اسے پھلانگ کر آگے بڑھے۔ ''جلدی کرو۔ اس کی بدبو ناقابلِ برداشت ہے۔''

انہوں نے اگلا دروازہ کھولا۔ وہ ڈر رہے تھے کہ اب انجانے کیا دیکھنے کو ملے۔ مگر اس کمرے میں کوئی ڈراؤنی بات نہیں تھی۔ وہاں بس ایک میز تھی' جس پر سات مختلف ساخت کی بوتلیں قطار میں رکھی تھیں۔ ''یہ پروفیسر ماہر کا کام ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''اب ہمیں کیا کرنا ہے؟''

وہ جیسے ہی چوکھٹ پار کر کے اندر گئے' ان کے عقب میں دروازہ عجیب شعلوں میں گھر گیا۔ وہ کوئی عام آگ نہیں تھی۔ اس کی رنگت اُودی تھی۔ اس لمحے آگے والے دروازے میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے شعلے سیاہ رنگ کے تھے۔

اب وہ پھنس چکے تھے!

''دیکھو۔'' مینا نے بوتلوں کے پاس رکھے چرمی کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔ حارب اور مینا نے آگے بڑھ کر اس کاغذ پر لکھی تحریر پڑھی......

خطرہ تمہارے آگے ہے اور تحفظ پیچھے
ہم میں سے دو تمہاری درد کے لیے ہیں

ہم ساتوں میں سے ایک تمہیں آگے بڑھنے میں مدد دے گی
دوسری پیچھے جانے میں
دو ایسی ہیں، جن میں عام سا شربت ہے
ہم میں سے تین مہلک ہیں اور قاتل ہیں
زہرِ ہلاہل
اب خود ہی چن لو ورنہ ہمیشہ یہیں پھنسے رہ جاؤ گے
تمہاری مدد کے لیے ہم چار اشارے دیتے ہیں
اول...... زہر خود کو چھپا نہیں سکتا
وہ شربت کے بائیں جانب رکھا ہوگا
دوسرے، جو دونوں جانب رکھے ہیں، وہ مختلف ہیں
مگر تم آگے بڑھو تو وہ دوست نہیں ہیں
تیسرے تم انہیں غور سے دیکھو ان کے سائز جدا جدا ہیں
سب سے چھوٹی، سب سے بڑی میں موت نہیں ہے
چوتھے بائیں سے دوسری اور دائیں سے دوسری جڑواں ہیں
چکھ کر دیکھ، ایک سی ہیں
لیکن مختلف لگتی ہیں۔

مینا نے گہری سانس لی۔ حارب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مینا مسکرا رہی ہے۔ حالانکہ وہ خود پریشان تھا۔
''بہت خوب۔'' مینا نے کہا۔ ''یہ جادو نہیں، منطق ہے۔ ایک پہیلی! بیشتر بڑے بڑے جادوگر منطقی شعور سے محروم ہیں۔ وہ تو یہاں پھنس کر رہ جائیں گے۔''

''نہیں۔ یہ تحریر ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ سات بوتلیں ہیں۔ ان میں تین میں زہر ہے، دو میں شربت۔ ایک ہمیں آگے والی آگ سے گزار دے گی اور دوسری عقب والی آگ سے۔'' لیکن ہم ان میں تمیز کیسے کریں گے؟''

''ایک منٹ۔ مجھے سوچنے دو۔''

مینا نے اس تحریر کو کئی بار پڑھا۔ پھر وہ منہ ہی منہ میں کچھ کہتے ہوئے بوتلوں کی طرف بڑھی۔ چند لمحے وہ انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے خوشی سے تالی بجائی۔ ''میں سمجھ گئی۔'' اس نے کہا۔ ''سب سے چھوٹی بوتل میں آگے والی آگ کا تریاق ہے۔ یہ ہمیں پتھر تک پہنچائے گی۔''

حارب چھوٹی بوتل کو دیکھ رہا تھا۔

''اس میں بمشکل ایک گھونٹ دوا ہے۔ ہم میں سے ایک ہی جا سکتا ہے۔'' مینا نے کہا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر حارب نے پوچھا۔ ''عقب کی آگ کا تریاق کون سا ہے؟''
مینا نے دائیں جانب والی گول بوتل کی طرف اشارہ کیا۔
''تم یہ پی لو...... نہیں، واپس جاؤ اور راس کو سنبھالو۔'' حارب نے کہا۔ ''اڑن جھاڑو کی مدد سے اوپر جاؤ۔ میرے بر فیل کے ذریعے پروفیسر اخیار کو خط بھیج کر فوراً بلواؤ۔ میں شاید پروفیسر ماہر کو کچھ دیر روک سکوں۔ لیکن میرا اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ مجھے مدد کی ضرورت ہے۔''
''لیکن حارب...... اگر اُس کے ساتھ نام چپ بھی ہوا تو......؟''
''قسمت ایک بار پہلے بھی میرا ساتھ دے چکی ہے۔'' حارب نے اپنی پیشانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا پتا، قسمت پھر میرا ساتھ دے۔''

''مینا!''
''حارب...... تمہیں پتا ہے، تم دنیائے جادوگری کے بڑے آدمی ہو۔''
''نہیں۔ تم مجھ سے بہت آگے ہو'' حارب کے لہجے میں شرمندگی تھی۔
''میں تو بس کتاب کا کیڑا ہوں۔ چالاک بھی ہوں۔ لیکن اور بہت چیزیں ہیں۔ جوان سے زیادہ اہم ہیں۔ پاسِ دوستی، وفاداری، بہادری، استقلال۔ تمہارے پاس یہ سب کچھ ہے۔ حارب، پلیز...... محتاط رہنا۔''
تم پہلے دوا پیو۔'' حارب نے کہا۔ ''اچھا...... سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی تم سے؟''
''نہیں۔'' مینا نے کہا اور گول بوتل سے دوا کا ایک طویل گھونٹ لیا۔ دوا پیتے ہی اس پر لرزہ چڑھ گیا۔
''یہ زہر تو نہیں تھا؟'' حارب نے گھبرا کر پوچھا۔
''نہیں۔ مگر یہ برف جیسا ہے۔''
''جلدی سے جاؤ۔ کہیں اس کا اثر ختم نہ ہو جائے۔''
''گڈ لک۔ اپنا خیال رکھنا۔'' مینا پلٹی اور اُودی آگ میں سے گزر گئی۔
حارب نے گہری سانس لی اور سب سے چھوٹی بوتل اٹھالی۔ پھر وہ آگے والی آگ کی طرف مڑا۔
''میں آ رہا ہوں۔'' اُس نے کہا اور ایک گھونٹ میں بوتل خالی کر دی۔
اس کو واقع ایسا لگا کہ اُس کے جسم میں برف کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اُس نے بوتل رکھی اور آگے بڑھا۔ سیاہ شعلے اُس کے جسم کو چھو رہے تھے۔ مگر وہ انہیں محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ آگ میں گھس گیا۔ ایک لمحے کو اسے سیاہ آگ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ پھر وہ آگ کے پار پہنچ گیا۔ سامنے آخری کمرہ تھا......

آخری مرحلہ!
مگر وہاں پہلے ہی کوئی موجود تھا اور وہ پروفیسر ماہر نہیں تھا اور وہ شرگیس بھی نہیں تھا!

☆......☆......☆......☆

وہ جاں نثار تھا۔ حارب کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ''آپ؟''

جاں نثار مسکرایا۔ وہ اس وقت بالکل نارمل تھا۔ نہ نروس' نہ خوف زدہ! ''ہاں میں' چرخی۔'' اُس نے کہا۔ اُس کا لہجہ بھی ہکلاہٹ سے پاک تھا۔ ''میں سوچ رہا تھا کہ یہاں تم سے ملاقات ضرور ہوگی۔''

''لیکن میرا خیال تھا کہ پروفیسر ماہر......''

''ماہر۔'' جاں نثار نے قہقہہ لگایا اور وہ لرزتی ہوئی آواز والی ہنسی نہیں تھی۔ وہ سرد اور تیز قہقہہ تھا۔ ''ہاں' ماہر ایسا لگتا ہے۔ ہے نا؟ سو میں نے اس شبہے سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُس کے ہوتے ہوئے ہکلانے والے' خوفزدہ پپ...... پرو...... فف...... فیسر...... جج...... جاں نثار پر کون شبہ کر سکتا تھا۔'' وہ مضحکہ اُڑا رہا تھا۔

''لیکن پروفیسر ماہر نے مجھے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''نہیں...... نہیں...... ہرگز نہیں...... وہ میں تھا۔ تمہاری دوست مینا اتفاقاً مجھ سے ٹکرا گئی تھی۔ میں گرا تو بصری رابطہ منقطع ہو گیا اور میرا سحر ٹوٹ گیا۔ وہ پروفیسر ماہر کے لبادے میں آگ لگانے جا رہی تھی۔ بہرحال جب میں سنبھلا تو میں نے دیکھا کہ تم زمین پر اتر چکے ہو اور بجلی تمہاری مٹھی میں ہے۔ میں اس سے پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہوتا لیکن پروفیسر ماہر توڑ کرنے والا منتر پڑھے جا رہا تھا۔ وہ تمہیں بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''مجھے بچانے کی کوشش؟''

''ہاں۔'' جاں نثار نے سرد لہجے میں کہا۔ ''اسی لیے تو وہ اصرار کر کے اگلے میچ میں ریفری بنا تھا۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اخیار کی موجودگی میں تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تمام ٹیچر سمجھ رہے تھے کہ ماہر افقار کو ہروانا چاہتا ہے۔ بے چارہ خوامخواہ بدنام ہوا۔ اب آج رات میں تمہیں ختم کر ہی دوں گا۔''

جاں نثار نے انگلیاں چٹخائیں۔ نجانے کہاں سے رسیاں نمودار ہوئیں اور انہوں نے حارب کو جکڑ لیا۔

''تم ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے والے احمق ہو حارب چرخی۔ تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔'' پروفیسر ماہر نے کہا۔ ''پورے اسکول میں مارے مارے پھرتے ہو۔ شامِ اولیاء کے موقع پر بھی تم نے مداخلت کی۔ ویسے میں سمجھا تھا کہ تم نے مجھے تین سروں والے کتے کے دروازے پر دیکھا ہے۔''

''تو وہ بھی ہم تھے؟ تم نے بلا کو اندر آنے دیا تھا؟''

''ہاں۔ بلاؤں اور عفاریت کے معاملے میں میں واقع ماہر ہوں۔ ابھی پچھلے کمرے میں تم نے دیکھا ہوگا کہ میں نے بلا کا کیا حشر کیا ہے۔ بدقسمتی سے جس وقت تمام ذمے دار لوگ بلا کی تلاش میں پھر رہے تھے' ماہر جسے پہلے ہی سے مجھ پر شک تھا' سیدھا تیسری منزل پر گیا...... مجھے پکڑنے کے بعد۔ اب

قسمت کی بات ہے کہ نہ تو بلا نے تمہارا خاتمہ کیا اور نہ تین سروں والے کتے نے ماہر کی ٹانگ ڈھنگ سے چبائی۔

''اب حارب' خاموشی سے دیکھتے رہو۔ میں ذرا اس دلچسپ آئینے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اسی وقت حارب کو جان نثار کے پیچھے نصب وہ جانا پہچانا آئینہ نظر آیا...... آئینۂ خواہش!

''یہ آئینہ اس پتھر کے حصول کی کلید ہے۔'' جان نثار بڑبڑایا اور گھوم پھر کر آئینے کے فریم کو جگہ جگہ سے تھپتھپانے لگا۔'' مجھے اخیار سے ایسی ہی کسی پیچیدگی کی توقع تھی۔

لیکن وہ اس وقت دھام جی میں ہے۔ جب تک وہ واپس آئے گی'' میں پتھر لے کر نکل چکا ہوں گا۔''

حارب اب صرف اتنا کر سکتا تھا کہ جاں نثار کو گفتگو پر اکسائے۔ تا کہ وہ آئینے پر توجہ مرکوز نہ کر سکے۔ ''میں نے تمہیں اور ماہر کو جنگل میں دیکھا تھا۔ اُس نے کہا۔

''ہاں...... وہ میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اسے مجھ پر شک تھا۔ جاننا چاہتا تھا کہ میں کس حد تک کامیاب ہو چکا ہوں۔ وہ مجھے ڈرا رہا تھا۔ ایسا ہی میں ڈرنے والا ہوں نا۔ جبکہ عزت مآب شرگیس میرے حلیف ہوں۔'' جاں نثار آئینے کے عقب سے گھوم کر آیا اور گرسنہ نظروں آئینے میں دیکھنے لگا۔

''مجھے پتھر نظر آ رہا ہے۔ میں آئینے میں دیکھ رہا ہوں کہ میں سنگِ فلاسفہ اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ لیکن وہ ہے کہاں؟''

حارب خود کو رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن بندش بہت سخت تھی۔ اسے جاں نثار کا دھیان ہر قیمت پر آئینے سے ہٹانا تھا۔ ''لیکن مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا ہے کہ ماہر مجھ سے نفرت کرتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''وہ تو کرتا ہی ہے۔'' جاں نثار نے بے حد سرسری انداز میں کہا۔ ''تمہیں نہیں معلوم۔ وہ سحر کدہ میں تمہارے باپ کے ساتھ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ لیکن وہ یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ تم مر جاؤ۔''

''چند روز پہلے میں نے تمہیں سسکتے دیکھا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ ماہر تمہیں دھمکا رہا تھا......''

پہلی بار جاں نثار کے چہرے پر خوف کا حقیقی تاثر نظر آیا۔ ''کبھی کبھی مجھے آقا کے احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ وہ ایک بہت عظیم جادوگر ہے۔ جبکہ میں کمزور ہوں......''

''تمہارا مطلب ہے کہ اس روز اُس کلاس روم میں شرگیس تمہارے ساتھ تھا؟''

''میں کہیں بھی جاؤں' آقا میرے ساتھ ہوتا ہے۔'' جاں نثار نے کہا۔ ''میں دنیا کی سیاحت پر نکلا تھا۔ وہیں آقا سے میری ملاقات ہوئی۔ میں اس وقت جوان تھا۔ نیکی اور بدی کے بارے میں میرے عجیب نظریات تھے۔ آقا نے مجھے حقیقت سے روشناس کرایا۔ مجھے بتایا کہ نیکی بدی کوئی چیز نہیں۔ اصل

چیز طاقت ہے۔ جو کمزور ہوتے ہیں اور طاقت حاصل نہیں کر پاتے‘ وہ نیکی اور بدی کا چکر چلاتے ہیں۔ تب سے میں اپنے وفادار آقا کا غلام ہوں۔ اس کی ہر خدمت بجالاتا ہوں۔ کئی بار میں نے اسے مایوس کیا ہے۔ اب ایسے میں اسے مجھ پر سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔‘‘ یہ کہتے ہوئے اُس کا جسم کپکپانے لگا۔ ’’آقا غلطیوں کو معاف نہیں کرتا۔ جب میں زرباد سے پتھر چرانے میں ناکام ہوا تو آقا بہت زیادہ ناخوش ہوا۔ اُس نے مجھے سزا دی...... اور فیصلہ کیا کہ اب مجھ پر قریب رہ کر نظر رکھے گا......‘‘ اس کی آواز ڈوبتی گئی۔

حارب اور اپنا جادو گلی میں گزرا ہوا وقت یاد آیا۔ وہاں وہ جاں نثار سے پہلی بار ملا تھا۔

جاں نثار اب زیرِ لب گالیاں بک رہا تھا ’’سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا سنگِ فلاسفہ اس آئینے کے اندر ہے۔ کیا میں آئینہ توڑ دوں؟‘‘

حارب کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس وقت اُس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ جاں نثار کے قبضے میں جانے سے پہلے سنگِ فلاسفہ پالے۔ چنانچہ اس وقت وہ آئینہ دیکھتا تو اُس میں اسے یہی نظر آتا۔ یعنی اُسے وہ جگہ نظر آتی‘ جہاں پتھر چھپایا گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ پروفیسر جاں نثار کو بے خبر رکھتے ہوئے وہ آئینے میں کیسے دیکھے؟

وہ بائیں جانب جھکا۔ تاکہ جاں نثار کی بے خبری میں آئینہ دیکھ سکے۔ لیکن سخت بندشیں اس کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ مزید کوشش کے نتیجے میں وہ تختے بندھے ہونے کی وجہ سے گر گیا۔

جاں نثار نے اسے نظر انداز کر دیا۔ وہ اب بھی خود سے باتیں کر رہا تھا۔ ’’یہ آئینہ کیا کرتا ہے؟ کیسے کام کرتا ہے یہ؟ میری مدد کرو آقا۔‘‘

حارب کو توقع بھی نہیں تھی کہ جاں نثار کو اس کا جواب ملے گا۔ مگر ایک آواز نے جواب دیا۔ دہشت سے حارب کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ وہ آواز خود جاں نثار کے پاس سے آ رہی تھی۔ ’’لڑکے کو استعمال کرو۔ لڑکے کو استعمال کرو۔‘‘

جاں نثار حارب کی طرف مڑا ’’چمرخی...... یہاں آؤ۔‘‘ اس نے کہا۔ اس نے تالی بجائی اور حارب رسی کی بندشوں سے آزاد ہو گیا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

’’یہاں آؤ‘‘ جاں نثار نے کہا۔ ’’آئینے میں دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔‘‘

حارب اس کی طرف بڑھا۔ مجھے جھوٹ بولنا ہوگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ بس اتنی سی بات ہے کہ آئینے میں دیکھنے کے بعد مجھے جھوٹ بولنا ہے۔

جاں نثار عین اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ حارب کو وہ بدبو پریشان کر رہی تھی‘ جو جاں نثار کی پگڑی میں سے آتی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور آئینے کے روبرو جا کھڑا ہوا۔ پھر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

آئینے میں پہلے تو اسے اپنا عکس نظر آیا...... زرد رو اور خوف زدہ حارب چمرخی! مگر ایک لمحے بعد

عکس اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر عکس نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور باہر نکالا تو اس میں خونِ کبوتر سا سرخ ایک پتھر تھا۔ عکس نے آنکھ ماری اور پتھر دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس لمحے حارب کو اپنی جیب بھاری بھاری لگنے لگی۔ بات نا قابلِ یقین تھی...... مگر وہ پتھر اب سچ مچ اُس کی جیب میں تھا۔

''بتاؤ...... تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟'' جاں نثار کے لہجے میں بے تابی تھی۔

حارب نے اپنا حوصلہ مجتمع کیا۔ ''میں خود کو پروفیسر اخیار سے ہاتھ ملاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' اس نے جھوٹ گھڑا۔ ''اور...... اور میں نے افقار ہاؤس کو ہاؤس کپ جتوا دیا ہے۔''

جاں نثار پھر زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ 'ہٹ جاؤ یہاں سے۔'' اُس نے حارب کو پرے دھکیلا۔

حارب کو ہٹتے ہوئے احساس ہوا کہ جیب میں رکھا ہوا سنگِ فلاسفہ اس کی رانوں سے ٹکرا رہا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ بھاگ کھڑا ہو۔

وہ چند قدم چلا ہو گا کہ چیختی ہوئی آواز نے کہا۔ ''یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔'' اور جاں نثار کے ہونٹ ہلے بھی نہیں تھے۔ پھر یہ آواز......!

''حارب...... واپس آؤ۔'' جاں نثار نے چیخ کر کہا۔ ''مجھے سچ بتاؤ۔ تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟''

اونچی کرخت آواز نے کہا۔ ''مجھے خود اس سے بات کرنے دو...... روبرو ہو کر۔''

''آقا...... آپ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔'' جاں نثار نے کہا۔

''اس کام کی طاقت مجھ میں ہے۔''

حارب کو لگا کہ زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا جسم جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ وہ جاں نثار کو دیکھتا رہا، جو دھیرے دھیرے اپنی پگڑی کو کھول رہا تھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟

پگڑی کھلی اور گر گئی۔ اُس کے بغیر جاں نثار کا سر بہت چھوٹا لگ رہا تھا...... بہت چھوٹا، بہت عجیب!

پھر جاں نثار دھیرے سے گھوم گیا۔

اگر حارب کے اختیار میں ہوتا تو وہ خوف سے چیخ پڑتا۔ جہاں آدمی کے گدّی ہوتی ہے، پروفیسر جاں نثار کے وہاں ایک چہرہ تھا...... ایسا خوف ناک اور ڈراؤنا چہرہ کہ حارب نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سفید چہرہ تھا۔ سرخ دہکتی، شعلے اگلتی آنکھیں، ناک کی جگہ صرف نتھنوں کے سوراخ...... سانپ کی طرح......!

''حارب چرخی۔'' ڈراؤنے چہرے نے سرگوشی میں کہا۔

حارب نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔

''دیکھو...... میں کیا بن گیا ہوں۔'' چہرے نے کہا۔ ''محض ایک سایہ...... ایک بلبلہ۔ مجھے ساخت صرف اسی وقت ملتی ہے، جب میں کسی دوسرے کے ساتھ جسم شیئر کرتا ہوں۔ لیکن ایسے لوگ مجھے ملتے رہے ہیں، جو مجھے اپنے دلوں میں، اپنے ذہنوں میں جگہ دیتے ہیں۔ یونی کارن کے خون نے مجھے طاقت

دی ہے۔ پچھلے چند ہفتوں میں میرا یہ وفادار جاں نثار میری خاطر یونی کارن کا خون پیتا رہا ہے۔ اب اگر مجھے ابدی زندگی کا پتھر مل جائے تو مجھے جسم مل جائے گا۔ تمہاری جیب میں جو پتھر ہے تم وہ مجھے دے کیوں نہیں دیتے؟''

تو اسے معلوم ہے؟ اس خیال نے حارب کو اچانک توانا کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ہی بہر حال پیچھے ہٹا۔

''بےوقوفی مت کرو۔'' چہرے نے پھنکار کر کہا۔ ''بہتر ہے کہ مجھ سے تعاون کرو، میرے حلیف بن جاؤ اور اپنی زندگی بچالو۔ ورنہ تمہارا انجام بھی وہی ہوگا' جو تمہارے ماں باپ کا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے مرے تھے......''

''تم جھوٹے ہو۔'' حارب چلایا۔

جاں نثار پیچھے ہٹ رہا تھا۔ تاکہ شرگیس حارب کو بغور دیکھ سکے۔ وہ شیطانی چہرہ اب مسکرا رہا تھا۔

''واہ...... دل چھونے والا انداز۔ میں نے بہادری کی ہمیشہ قدر کی ہے۔ ہاں لڑکے' بلاشبہ تمہارے والدین بہادر تھے۔ پہلے میں نے تمہارے باپ کو ختم کیا۔ اُس نے ڈٹ کر مجھ سے مقابلہ کیا تھا۔ لیکن تمہاری ماں کو میں نہیں مارنا چاہتا تھا۔ وہ تمہیں بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس لیے ماری گئی۔ بس' اب تم مجھے پتھر دے دو۔ ورنہ تمہاری ماں کی قربانی رائیگاں جائے گی۔ لاؤ...... شاباش...... وہ پتھر میرے حوالے کر دو۔''

''کبھی نہیں۔ وہ میں تمہیں ہرگز نہیں دوں گا۔''

حارب شعلوں میں گھرے دروازے کی طرف لپکا۔ ''اسے پکڑو۔'' شرگیس چلایا۔ اور اگلے ہی لمحے حارب کی کلائی جاں نثار کی گرفت میں تھی اور پھر جیسے درد تیز دھار خنجر کی طرح اُس کے پیشانی کے زخم کے نشان کو اندر سے چیر رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اُس کا سر دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ وہ چلایا...... اور اُس نے خود کو آزاد کرانے کے لیے بری طرح ہاتھ پیر چلائے۔ مگر اسے خود بھی حیرت ہوئی کہ جاں نثار نے اسے چھوڑ دیا۔

اُس کے سر کا درد کم ہو گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا کہ جاں نثار کہاں ہے۔ مگر اسے حیرت ہوئی۔ جاں نثار تکلیف کی شدت سے دہرا ہو گیا تھا اور خوف زدہ نگاہوں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ جنہیں اُس نے اپنے سامنے پھیلایا ہوا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھوں پر بڑے بڑے آبلے نمودار ہو گئے تھے۔

''پکڑو اُسے۔ پکڑو۔'' شرگیس پھر چلایا۔

جاں نثار نے جست لگائی۔ حارب کے پیر اُکھڑ گئے۔ جاں نثار اُس پر چڑھا ہوا تھا اور دونوں ہاتھوں سے اُس کا گلا دبا رہا تھا۔ اب حارب کے زخم کے نشان میں جیسے آگ دہک اُٹھی تھی۔

لیکن اگلے ہی لمحے جاں نثار کے حلق سے اذیت ناک چیخیں نکلنے لگیں۔ ''آقا میں اسے نہیں پڑ سکتا آقا میرے ہاتھ ...... میرے ہاتھ!''

جاں نثار نے اپنے گھٹنوں کی مدد سے حارب کو زمین پر گرا کر دبا رکھا تھا۔ اُس نے حارب کی گردن چھوڑی اور اپنے ہاتھوں کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں خوف تھا...... وحشت تھی۔ اُس کی ہتھیلیاں لگتا تھا کہ جل گئی ہیں۔ وہ سرخ، گوشت جیسی اور جلد سے محروم لگ رہی تھیں۔

''تو پھر اسے ختم کر دے۔ جان چھڑا۔'' شرگیس چلایا۔

جاں نثار نے اپنے ہاتھ بلند کیے۔ شاید کوئی خطرناک منتر پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن حارب نے اضطراری طور پر اُس کا منہ نوچ لیا......

جاں نثار کے منہ سے بے حد کریہہ چیخ نکلی اور وہ اُس کے اوپر سے لڑھک گیا۔ اُس کے چہرے پر بھی بڑے بڑے آبلے اُبھر رہے تھے۔

اب حارب کی سمجھ میں پوری طرح آ گیا تھا۔ جاں نثار اس کو چھو نہیں سکتا تھا۔ وہ اس سے مس بھی ہوتا تو جلنے لگتا تھا۔ یعنی حارب کے پاس جان بچانے کی یہی ایک صورت تھی۔ وہ جاں نثار کو پکڑے رہے۔ وہ اذیت میں مبتلا رہے گا تو منتر نہیں پڑھ سکے گا۔

حارب اُچھل کر کھڑا ہوا اور جاں نثار کے بازو پکڑ کر لٹک گیا۔ جاں نثار دردناک آواز میں چیخ رہا تھا اور اسے جھٹکنے کے کوشش کر رہا تھا۔ مگر خود حارب کے زخم کے نشان میں اذیت کی ایسی تند لہریں اُٹھ رہی تھیں کہ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور اسے صرف شرگیس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں...... ختم کر دو اسے...... ختم کر دو...... مار ڈالو۔

پھر اور آوازیں بھی تھیں...... پکارتی ہوئی آوازیں...... حارب...... حارب...... حارب...... لیکن وہ شاید اس کے دماغ میں تھیں......

اُس نے جاں نثار کے بازوؤں کو اپنی گرفت سے آزاد ہوتا محسوس کیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ وہ ہار رہا ہے اور وہ کسی اندھے اندھیرے کنویں میں گرنے لگا...... گرتا گیا...... گرتا گیا......

☆......☆......☆......☆

کوئی سنہری سی چیز اُس کے اوپر خلا میں چمک رہی تھی۔ بجلی! اُس نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کا ہاتھ بہت بھاری ہو رہا تھا۔ اسے جنبش دینا آسان نہیں تھا۔

اُس نے پلکیں جھپکائیں۔ وہ بجلی نہیں تھی۔ وہ تو عینک کے شیشے تھے۔ کیسی عجیب بات ہے......

اُس نے پھر پلکیں جھپکیں۔ اوپر کی سمت اسے پروفیسر اخیار کا مسکراتا چہرہ تیرتا نظر آیا۔

''گڈ آفٹرنون حارب۔'' پروفیسر نے کہا۔

حارب اسے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک ہی سے یاد آیا۔ ''سر...... وہ پتھر......؟ اور وہ پروفیسر جاں نثار تھا۔ پتھر اب اس کے پاس ہے۔ جلدی کریں سر''

''تم پریشان نہ ہولڑکے۔ تمہیں بہت کچھ معلوم نہیں۔'' پروفیسر نے کہا۔ ''وہ پتھر جاں نثار کے پاس نہیں ہے۔''

''تو پھر سر......؟''

''تم سکون سے رہو حارب۔ ورنہ مادام حاذق مجھے یہاں سے نکال دیں گی۔''

حارب نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تب اسے احساس ہوا کہ وہ اسپتال میں ہے۔ وہ سفید بستر پر لیٹا تھا اور سائیڈ ٹیبل پر سوئیٹس کا مینار سا کھڑا تھا۔

''یہ تمہارے دوستوں اور چاہنے والوں کا اظہار محبت ہے۔'' پروفیسر نے کہا۔ ''جو کچھ نیچے تہ خانے میں ہوا' وہ ایک سربستہ راز ہے...... تمہارے اور جاں نثار کے درمیان۔ لیکن تم اسکول کے ہیرو بن چکے ہو۔

''میں یہاں کب سے ہوں؟''

''تین دن ہوگئے۔ مسٹر رامس اور مس افگر کے لیے تمہارے ہوش میں آنے کی خبر بہت اہم ہوگی۔ وہ دونوں تمہارے لیے بہت پریشان تھے۔''

''لیکن سر' پتھر......''

''تو تمہارا دھیان ہٹ ہی نہیں رہا۔ خیر' تو سن لو۔ جاں نثار تم سے وہ پتھر نہیں لے سکا۔ میں بروقت وہاں پہنچ گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم خود بھی کچھ کم نہیں تھے۔ تم نے انہیں ناکوں چنے چبوا دیے......''

''آپ پہنچ گئے تھے! آپ کو مینا کا خط مل گیا تھا؟''

''نہیں۔ دھام جی پہنچتے ہی مجھے پتا چل گیا کہ مجھے اسکول سے دور کرنے کی کوشش گئی ہے۔ میں فوراً ہی واپسی کے لیے نکل کھڑا ہوا اور میں بروقت پہنچا۔ میں نے جاں نثار کو تمہارے اوپر سے ہٹایا......''

''تو وہ آپ تھے؟''

''ہاں۔ اور میں ڈر رہا تھا کہ کہیں دیر نہ ہوگئی ہو۔''

''بس لمحوں کی بات تھی سر۔ اب میں اسے پتھر سے دور نہیں رکھ سکتا تھا...... مزید چند لمحے بھی نہیں۔''

''میں پتھر کی نہیں' تمہاری بات کر رہا ہوں حارب چرخی۔'' پروفیسر نے کہا۔ ''تم نے پتھر کو بچانے کی جو کوشش کی' اُس نے تقریباً تمہیں ختم کر دیا تھا۔ میں جب پہنچا تو مجھے ایسا ہی لگا۔ جہاں تک پتھر کا تعلق ہے تو وہ تباہ ہوگیا۔''

''تباہ ہوگیا۔ لیکن آپ کے دوست نکیل فیمی......''

''اوہ...... تمہیں اس کے بارے میں بھی معلوم ہے۔'' اخیار کے لہجے میں چہکار تھی۔ ''تو تم نے جو کچھ کیا' پوری طرح سوچ سمجھ کر کیا۔ خیر...... اس سلسلے میں میرے اور نکیل طویل بات ہوئی...... اور ہم نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا۔

''لیکن اس کا تو مطلب ہے کہ وہ اور ان کی بیوی مر جائیں گی۔''

''ان کے پاس زندگی کے ست کی اتنی مقدار ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات نمٹا لیں گے۔ مگر ہاں...... مرنا تو انہیں ہے۔ مرنا تو سبھی کو ہے۔''

حارب کے چہرے پر بے پناہ حیرت تھی۔

اخیار اسے دیکھ کر مسکرایا۔ ''تم اتنے چھوٹے ہو کہ تمہیں یقیناً یہ بات نا قابلِ یقین لگے گی۔ لیکن نکیل اور پرین کے لیے موت ایسی ہے' جیسے ایک بہت سخت اور طویل تھکا دینے والا دن گزارنے کے بعد آدمی نرم اور آرام دہ بستر پر سونے کے لیے لیٹے اور منظم دماغ والوں کے لیے موت بھی ایک بڑا ایڈونچر ہوتی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں۔ وہ پتھر کوئی بہت اچھی چیز نہیں تھا۔ دولت اور زندگی' جتنی تم چاہو۔ یہ وہ دو چیزیں' جن کی انسان کو ہر چیز سے زیادہ آرزو ہوتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ وہ نقصان دہ چیزوں کی آرزو کرتا ہے۔''

چند لمحے خاموش رہی۔ پھر حارب نے کہا۔ ''سر...... اگر وہ پتھر تباہ ہو گیا ہے' تب بھی شر...... میرا مطلب ہے' نام چپ......''

''اس کا نام لو حارب۔ چیزوں کو ہمیشہ ان کے حقیقی ناموں سے پکارا کرو۔ نام سے ڈرو گے تو اس چیز سے اور زیادہ خوف کھاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے سر۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ...... شرگیس اپنی کھوئی ہوئی طاقتوں کی بحالی کے لیے کوئی اور ترکیب کرے گا۔ ہے نا؟ وہ ختم تو نہیں ہوا نا؟''

''ہاں حارب' وہ موجود ہے اور شاید اس وقت کسی اور سے اُس کا جسم شیئر کرنے کی فکر میں ہو گا۔'' اخیار نے کہا۔ ''وہ حقیقی معنوں میں زندہ نہیں ہے۔ لیکن اسے ختم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جاں نثار مرنے لگا تو وہ اس کا ساتھ چھوڑ گیا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ تو اپنے ماننے والوں پر بھی رحم نہیں کرتا۔ دشمن تو دشمن ہیں۔ تو حارب' تم نے اُس کی اقتدار میں واپسی کو موخر ضرور کر دیا ہے۔ مگر وہ پھر کوشش کرے گا...... کرتا رہے گا۔ تم جیسے لوگ اسے ناکام بناتے رہے تو شاید وہ کبھی طاقت در نہ بن سکے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اُس کی کوشش ختم نہیں ہو گی۔''

حارب نے سر کو یقینی جنبش دی۔ اس کے ساتھ اُس کے سر میں درد کی لہر دوڑ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ ''سر' کچھ باتیں ہیں' جو میں جاننا چاہتا ہوں۔ شاید آپ مجھے بتا سکیں۔ میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں اپنے......''

''حقیقت' سچائی' ایک بہت خوب صورت اور بہت خوفناک چیز ہے۔'' پروفیسر اخیار نے کہا۔''اس لیے اس کے معاملے میں بہت محتاط رہنا چاہیے۔ بہر حال میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ بغیر کسی معقول وجہ کے میں تم سے حقیقت نہیں چھپاؤں گا۔ سچ نہ بولنا مناسب نہ ہوا تو میں تم سے معذرت کرلوں گا۔ لیکن جھوٹ نہیں بولوں گا۔''

''شرگیس کہہ رہا تھا کہ اُس نے میری ماں کو صرف اس لیے قتل کیا کہ وہ مجھے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سوال یہ ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کررہا تھا۔''

پروفیسر اخیار نے سرد آہ بھری۔''افسوس...... تم نے پہلی بات ہی وہ پوچھی' جو میں نہیں بتا سکتا۔'' اُس نے کہا۔''کم از کم آج...... اس وقت نہیں۔ ہاں تمہیں ایک دن معلوم ہو جائے گا۔ ابھی تم اس پر مت سوچو۔ بڑے ہو جانے پر...... میں جانتا ہوں' تمہیں یہ سننا اچھا نہیں لگے گا۔ مگر یہ سچ ہے کہ وقت آنے پر تم جان لوگے۔''

حارب سمجھ گیا کہ اب اصرار اور بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''اچھا...... یہ بتائیں کہ جاں نثار مجھے چھو کیوں نہیں پا رہا تھا۔ میرے جسم کا کوئی بھی حصہ اُس کے جسم کے جس حصے سے چھو جاتا تھا' وہ جلتا تھا اور اُس پر آبلے نکل آتے تھے۔ کیوں؟''

''تمہاری ماں نے تمہیں بچاتے ہوئے جان دی تھی۔ اب شرگیس سب کچھ جانتا تھا۔ مگر ایک چیز ایسی ہے' جسے وہ نہیں سمجھ سکتا...... اور وہ ہے محبت۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ تمہاری ماں کی محبت تمہارے لیے جو کہ بہت طاقت ور تھی' ایسی نہیں تھی کہ کوئی نشان نہ چھوڑ پاتی۔ وہ نشان چاہے نظر نہ آئے۔ لیکن بہت گہرا ہوتا ہے۔ محبت کرنے والا مر جاتا ہے۔ محبت تب بھی زندہ رہتی ہے اور وہ اس کو تحفظ بھی فراہم کرتی ہے' جس کے لیے ہو...... دائمی تحفظ! تمہاری ماں کی محبت تمہارے جسم کی پور پور میں بسی ہوئی ہے۔ اُس کا عطا کردہ تحفظ تمہاری جلد پر دفاعی حصار کی طرح موجود ہے۔ جاں نثار نفرت' لالچ' اور ہوس سے بھرا ہوا انسان' جس نے اپنی روح تک میں شرگیس کو حصے دار بنا رکھا ہے' تمہیں کیسے چھو سکتا تھا۔ اس کے لیے تو تمہیں چھونے میں اذیت ہی اذیت تھی۔ ایسا آدمی جب بھی کسی اچھی چیز کو چھوئے گا' اسے اذیت ہوگی۔''

اخیار کھڑکی پر بیٹھے کسی پرندے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حارب کو چادر سے اپنے آنسو پونچھنے کا موقع مل گیا۔ چند لمحے بعد اس نے خود کو سنبھالا اور بولا۔''اچھا...... سلیمانی چادر کے بارے میں بتائیں۔ وہ مجھے کس نے بھیجی تھی؟''

''اوہ وہ۔'' پروفیسر مسکرایا۔''تمہارے ڈیڈی نے وہ چادر مجھے سونپی تھی۔ میں نے سوچا' تمہیں مل جانی چاہیے۔'' پروفیسر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔''بہت کام کی چیز ہے۔ تمہارے ڈیڈی تو بس اسے کچن سے کھانے پینے کی چیزیں چرانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔''

''ایک بات اور۔''

''وہ بھی پوچھ لو۔''

''جاں نثار نے کہا تھا کہ ماہر......''

''پروفیسر ماہر کہو حارب۔'' پروفیسر نے اُسے ٹوکا۔

''جی ہاں۔ جاں نثار نے کہا تھا کہ پروفیسر ماہر مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے ڈیڈی سے بھی نفرت کرتے تھے۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''وہ ایک دوسرے کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسے تم اور فاسد جھگڑال ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہو۔ پھر تمہارے ڈیڈی نے کچھ ایسا کیا' جسے پروفیسر ماہر معاف نہیں کرسکتا تھا۔''

''کیا؟''

''انہوں نے پروفیسر ماہر کی جان بچائی تھی۔''

''کیا؟'' حارب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں۔ انسانی ذہن عجیب ہوتا ہے۔ عجیب انداز میں کام کرتا ہے۔ پروفیسر ماہر کو دکھ تھا کہ وہ تمہارے ڈیڈی کا مقروض ہوگیا ہے......اور قرض بھی ایسا' جسے وہ کبھی اتار نہیں سکتا۔ میرا خیال ہے' اس سال پروفیسر ماہر نے تمہاری زندگی بچانے کے لیے جو کچھ کیا' وہ تمہارے ڈیڈی کا حساب برابر کرنے کی کوشش تھی۔ اب شاید وہ ضمیر پر بوجھ لیے بغیر تمہارے ڈیڈی کی یادوں سے نفرت کر سکے گا۔''

حارب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اُس کا سر بری طرح دکھنے لگا تھا۔ ''اور سر......ایک بات اور ہے۔''

''صرف ایک بات؟''

''وہ پتھر مجھے کیسے ملا؟ وہ خود بخود میری جیب میں آ گیا تھا۔''

مجھے خوشی ہے کہ تم نے یہ بات پوچھی۔ وہ میرا شاندار آئیڈیا تھا۔ میں نے ایسا جادو کیا تھا کہ جو شخص اس پتھر کے حصول کا شدت سے خواہاں ہو۔ لیکن اسے استعمال نہیں کرنا چاہتا ہو' پتھر کو اُس کے پاس چلا جانا تھا۔ ورنہ صرف خواہش کرنے والا بس اسے آئینے میں دیکھ سکے گا۔ پا نہیں سکے گا۔ کبھی کبھی میرا دماغ خود مجھے بھی حیران کر دیتا ہے۔

اور سنو' کسی سے کہنا مت کہ میں اس طرح اپنی تعریف کر رہا تھا۔ اچھا اب سوالات بہت ہو گئے۔ میرا خیال ہے' اب تمہیں سوئیٹس کے اس پہاڑ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔

☆......☆......☆......☆

مادام حاذق بہت اچھی خاتون تھیں۔ مگر ڈسپلن کے معاملے میں بہت سخت تھیں۔ ''بس پانچ منٹ اور۔'' حارب نے اس سے التجا کی۔

''نہیں۔ ناممکن۔''

''لیکن آپ نے پروفیسر اخیار کو تو رُکنے دیا تھا۔''

''ان کی بات اور ہے۔ وہ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔''

''میں آرام کر تو رہا ہوں مادام۔ لیٹا ہوا بھی ہوں۔ پلیز مادام......''

''چلو ٹھیک ہے۔ مگر صرف پانچ منٹ۔''

مادام نے رامس اور مینا کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

''حارب۔'' مینا کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ ''ہم تو سمجھے تھے کہ تم...... پروفیسر اخیار بھی بہت پریشان تھے۔''

''پورے اسکول میں یہی باتیں ہو رہی ہیں۔'' رامس نے کہا۔ ''درحقیقت ہوا کیا' یہ تو بتاؤ۔''

ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی حقیقت افواہوں سے بڑھ کر سنسنی خیز ہو۔ مگر یہاں یہی معاملہ تھا۔ حارب نے انہیں سب کچھ سنایا۔ جاں نثار' آئینہ' شرگیس اور سنگِ فلاسفہ۔ وہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر سن رہے تھے اور جب حارب نے انہیں بتایا کہ جاں نثار کی پگڑی میں کیا تھا...... تو مینا کی چیخ نکل گئی۔

''تو گویا پتھر تباہ ہو گیا۔ اب نکیل فیمی کو مرنا ہے۔'' رامس نے کہا۔

اس پر حارب نے پروفیسر اخیار کا تبصرہ اور فلسفہ دہرا دیا۔

''اب تم دونوں اپنا حال تو سناؤ۔''

''میں واپس پہنچی۔ رامس کو ہوش میں لانے میں کچھ وقت لگا۔ ہم دونوں باہر نکلے۔ میں نے فوراً خط لکھ کر الّو کے ذریعے پروفیسر اخیار کو بھجوایا۔ واپس آئے ہی تھے کہ پروفیسر اخیار نظر آ گئے۔ پتا چلا کہ وہ پہلے ہی پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پوچھا...... حارب اُس کے پیچھے گیا ہے نا۔ پھر وہ آندھی طوفان کی طرح تیسری منزل کی طرف لپکے......''

''تمہارے خیال میں وہ چاہتے تھے کہ تم ایسا کرو۔'' رامس نے حارب سے پوچھا۔ ''انہوں نے تمہیں تمہارے ڈیڈی کی سلیمانی چادر بھجوائی۔ کیوں؟''

''اگر وہ یہ چاہتے تھے تو یہ زیادتی تھی۔'' مینا بولی۔ ''تم مارے بھی جا سکتے تھے۔''

''نہیں ایسا نہیں ہے۔'' حارب نے کہا۔ ''وہ بہت عجیب آدمی ہیں۔ میرا خیال ہے' وہ مجھے ایک موقع دینا چاہتے تھے۔ انہیں سب کچھ معلوم رہتا ہے۔ یہاں کیا ہو رہا ہے' وہ جانتے ہیں۔ انہیں علم تھا کہ ہم یہ کوشش کریں گے۔ انہوں نے ہمیں روکنے کے بجائے بالواسطہ ہماری مدد کی' رہنمائی کی۔ میرا خیال

ہے انہوں نے جان بوجھ کر مجھے وہ آئینہ پہلے ہی دکھا دیا تھا۔ شاید وہ سمجھتے تھے کہ شرگیس نے "بدہ" نے کا حق ہے مجھے "

"خیر اب تم سال کے اختتام کی دعوت میں شرکت کے لیے تیار ہو جاؤ۔" راس نے کہا۔ "سبج رہاؤس جیت چکا ہے۔ تم نے ہوائی ہال کا آخری میچ مس کر دیا اور ہم نقار سے ہار گئے۔ پھر بھی کہ نہ تو زبردست ہو گا۔"

اسی سمے مادام حاذق آ گئیں۔ "بس...... اب تم لوگ چلتے پھرتے نظر آؤ۔" انہوں نے کہا۔

☆......☆......☆......☆

ایک رات کی پرسکون نیند نے حارب کو نارمل کر دیا۔ "میں دعوت میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔" اس نے مادام حاذق سے کہا۔ "مجھے اجازت مل سکتی ہے؟"

"پروفیسر اخیار نے تمہارے لیے سفارش کی ہے۔" مادام حاذق نے کہا۔ انداز ایسا تھا' جیسے اسے پروفیسر سے اختلاف ہو۔ "اور تم سے کوئی ملنے آیا ہے؟"

"گڈ۔ مگر یہ ہی بتا دیں کہ وہ کون ہے۔"

دروازہ کھلا اور غسام کمرے میں آیا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے آتے ہی کمرہ چھوٹا لگنے لگا۔ وہ حارب کے پاس بیٹھا۔ اُس نے حارب کا ہاتھ تھاما اور رونے لگا۔ "یہ...... یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ میں نے اس شیطان کو فلفی سے نمٹنے کا طریقہ بتایا تھا۔ یہی ایک بات اسے معلوم نہیں تھی اور وہ میں نے اسے بتا دی۔ میری اس غلطی کی وجہ سے تم ختم بھی ہو سکتے تھے اور صرف ڈریگن کے ایک انڈے کی خاطر۔ آئندہ میں شراب کبھی نہیں پیوں گا۔"

حارب کو اُس کی حالت دیکھ کر دکھ ہوا۔ "غسام' وہ کسی نہ کسی طرح معلوم کر لیتا۔ شرگیس کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ تم نہ بتاتے' تب بھی اسے کسی نہ کسی طرح پتا چل جاتا۔"

"تم مر بھی سکتے تھے۔" غسام نے سسکتے ہوئے۔ "اور اس کا نام مت لو۔"

"شرگیس۔" حارب نے چلا کر کہا۔

غسام کو ایسا شاک لگا کہ وہ رونا بھول گیا۔ "میں اس سے مل چکا ہوں اور میں اس کا نام لے رہا ہوں۔ غسام یہ تو خوش ہونے کا مقام ہے۔ ہم نے سنگِ فلاسفہ کو غلط ہاتھوں میں جانے سے بچا لیا۔ تم یہ چھینی مینڈک لو۔ میرے پاس ننانوے ہیں۔ کم آن غسام ....."

غسام نے اپنے ہاتھ کی پشت سے ناک پونچھی۔ "یاد آیا...... میں بھی تمہارے لیے تحفہ لایا ہوں۔"

"مینڈک تو نہیں ہے نا؟" حارب نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

غسام ہنسی ہار گیا۔ "کل پروفیسر اخیار نے مجھے اس کے لیے چھٹی دی تھی۔ حالانکہ میری مستقل چھٹی ہو جانی چاہیے تھی۔ بہر حال یہ میں نے تمہارے لیے بنایا ہے۔"

وہ ایک خوب صورت بڑے سائز کی کتاب تھی' جس کے اوپر چرمی جلد جڑھی تھی۔ حارب نے بے تابی سے اسے کھولا۔ وہ البم تھی' جس میں جادوئی تصویریں تھی...... صرف اس کی ممی اور ڈیڈی کی۔ ہر صفحے پر وہ اسے دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے...... مسکرا رہے تھے۔

''میں نے تمہارے ممی ڈیڈی کے تمام پرانے دوستوں سے رابطہ کیا۔ تب یہ تصویریں جمع ہوئیں۔'' غسام نے وضاحت۔ ''یہ اچھی لگی تمہیں؟''

حارب سے بولا نہیں گیا۔ لیکن غسام نے اس کا جواب سمجھ لیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

تعلیمی سال کے اختتام کی دعوت میں شرکت کے لیے حارب اکیلا پہنچا اور سب سے آخر میں پہنچا۔ مادام حاذق کا بس چلتا تو وہ اسے جانے ہی نہیں دیتیں۔

ہال پوری طرح بھر چکا تھا اور وہاں سلجار کے گرین اور سلور رنگ ہر طرف لہرا رہے تھے۔ انہوں نے مسلسل ساتویں بار ہاؤس کپ جیتا تھا۔ اساتذہ کی میز کے عقب میں ایک بینر لگا تھا' جس پر سلجار کے نشان...... یعنی اژدھے کی تصویر بنی تھی۔

حارب ہال میں داخل ہوا تو سب سے پہلے تو خاموشی چھا گئی۔ پھر ایک دم سب لوگ زور زور سے بولنے لگے۔ حارب افقار ہاؤس کی میز پر رامس اور مینا کے درمیان بیٹھ گیا۔ لوگ کھڑے ہو ہو کر اُسے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

خوش قسمتی سے چند لمحے بعد پروفیسر اخیار کی آمد ہوئی۔ اُس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

''آج ایک اور برس بیت گیا۔'' پروفیسر نے خوش گوار لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ کیسا برس تھا۔ مجھے امید ہے' تم سب کے سروں میں جو خزانہ موجود ہے' وہ اس سال کچھ اور بھر گیا ہوگا۔ اب موسمِ گرما کی چھٹیوں میں اسے خوب خرچ کرو۔ تاکہ اگلے تعلیمی سال میں خالی سر لے کر بھرنے کی غرض سے واپس آؤ......

''اب ہاؤس کپ کے سلسلے میں بات ہو جائے۔ پوزیشن یہ ہے کہ افقار ہاؤس 312 پوائنٹ کے ساتھ سب سے نیچے ہے۔ پشتار کے 352 پوائنٹ ہیں۔ منقار کے 426 اور سلجار کے 472......''

سلجار والے تالیاں بجانے لگے۔ فاسد جھگڑال ان میں پیش پیش تھا۔ اُسے خوش دیکھ کر حارب کا دل ڈوبنے لگا۔

''ہاں...... ویل ڈن سلجار۔'' پروفیسر اخیار نے کہا۔ ''بہر حال' اب ہمیں تازہ ترین واقعات کا بھی حساب کرنا ہے۔''

خاموشی چھا گئی۔ سلجار والوں کی مسکراہٹیں ان کے ہونٹوں پر ٹھٹھر گئیں۔

''آہم میں نے آخری مرحلے کے پوائنٹس نوٹ کیے ہیں۔ آپ کو بتاتا ہوں۔ پہلا انعام مسٹر راس قرولی کے لیے ''

راس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

'' کئی برسوں میں سحر کدے نے شطرنج کا اتنا اعلیٰ کھیل نہیں دیکھا۔ افقار ہاؤس کے لیے 50 پوائنٹ''

افقاریوں کی تالیوں سے لگتا تھا کہ ہال کی چھت اڑ جائے گی۔ پارس قرولی اپنے ساتھی پری فیلڈ سے فخریہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''یہ میرا بھائی ہے...... سب سے چھوٹا بھائی۔ پروفیسر دل بست کی شطرنج والی آزمائش سے گزر رہا تھا۔''

خاموشی ہوئی تو پروفیسر اخیار نے دوبارہ سلسلہ جوڑا۔ ''دوسرا انعام مس مینا افگر کے لیے۔ آگ کے سامنے کھڑے ہوکر برفیلی منطق سے استفادہ کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے صلے میں افقار ہاؤس کے لیے 50 پوائنٹ......''

مینا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔ حارب کو یقین تھا کہ وہ رو رہی ہے۔ افقار ہاؤس والے اب سکتے کی حالت میں تھے۔ 100 پوائنٹ...... ناقابلِ یقین! ان کی پوزیشن بہتر ہوتی جارہی تھی۔

''اور تیسرا انعام مسٹر حارب چرخی کے لیے......''

ہال میں سناٹا چھا گیا۔

''...... بے پناہ حوصلے اور اعصاب کے حد درجہ مضبوطی کے غیر معمولی مظاہرے کے صلے میں۔ افقار ہاؤس کے لیے 50 پوائنٹ......''

اس بار تالیوں اور چیخوں کا شور کان پھاڑ دینے والا تھا۔ حساب میں تیز طلبا نے تالیاں بجاتے ہوئے سمجھ لیا تھا کہ افقار ہاؤس کے پوائنٹس 472 ہوگئے...... سلجار ہاؤس کے بالکل برابر۔ تو دونوں کے درمیان مقابلہ برابر ہے۔ اگر پروفیسر اخیار حارب کو ایک پوائنٹ زیادہ دے دیتا تو......

پروفیسر اخیار نے ہاتھ اُٹھایا۔ ہال میں پھر خاموشی ہوگئی۔

''حوصلے کی بے شمار قسمیں ہیں۔'' پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اپنے دشمنوں کے مقابلے میں سر اونچا کر کے کھڑے ہونا بلاشبہ بہادری ہے۔ لیکن اپنے دوستوں کے لیے۔ ان کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہونا اپنی کمزوری کو بھول کر...... یہ کوئی کم بہادری نہیں۔ اس لیے چوتھا انعام نستیر کے لیے۔ افقار ہاؤس کے لیے 10 پوائنٹ''

ہال کے باہر کوئی موجود ہوتا اور وہ آواز سنتا تو یقیناً سمجھتا کہ ہال میں کوئی دھماکہ ہوا ہے۔ وہ ایک طوفان سا تھا جو افقار ہاؤس کی میز سے اُٹھا تھا۔ حارب، مینا اور راس اٹھے تھے...... اور انہوں نے نستیر کے لیے تالیاں بجائی تھیں۔ نستیر کے چہرے پر بے یقینی اور ہونق پن تھا۔ اردگرد کے لوگ اسے تھپکیاں

دے رہے تھے۔ لیکن نستیر کو صرف یہ خیال تھا کہ اس سے پہلے اُس نے افقار ہاؤس کے لیے کبھی ایک پوائنٹ بھی نہیں کمایا تھا۔

تالیاں بجاتے ہوئے حارب نے کہنی مار کر رامس کو فاسد کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ فاسد کا یہ حال تھا جیسے کسی نے جکڑ بندی کا منتر پڑھ کر اس کے جسم کو جکڑ دیا ہو۔ چہرے پر زلزلے کا سا تاثر تھا۔

تالیاں اس لیے بس زیادہ بج رہی تھیں کہ پشتار اور منقار والے بھی دیوانہ وار تالیاں بجا کر افقار کو داد دے رہے تھے۔ کیونکہ وہ بھی سلجار کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ ڈیکوریشن تبدیل ہونی ہے۔'' پروفیسر اخیار نے کہا۔ پھر انہوں نے تالی بجائی۔ اونچی میز کے عقب میں لگا ہوا بینر تبدیل ہو گیا...... سبز رنگ کی جگہ سرخ اور سلور کی جگہ گولڈ نے لے لی۔ اژدھا غائب ہو گیا اور اس کی جگہ بہت بڑا شیر آ گیا۔ پروفیسر دل بست پروفیسر ماہر سے ہاتھ ملا رہی تھی، جس کے ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔ پھر پروفیسر ماہر کی نظر حارب سے ملی۔ حارب کو پتا چل گیا کہ اس کے لیے پروفیسر ماہر کے جذبات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ لیکن حارب کو کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگلے برس سحر کدہ میں اس کی زندگی نارمل ہو گی۔

وہ حارب کی زندگی کی خوش گوار ترین شام تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ شام اسے ہمیشہ یاد رہے گی۔

☆......☆......☆......☆

حارب کو یہ خیال بھی نہیں رہا تھا کہ ابھی امتحان کا نتیجہ آنا باقی ہے۔ بہر حال نتیجہ بھی آ گیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ حارب اور رامس اچھے نمبروں سے پاس ہو گئے۔ مینا نے حسبِ توقع ٹاپ کیا تھا۔ نستیر بھی جیسے تیسے پاس ہو گیا تھا۔ جڑی بوٹیوں کے مضمون میں اس کے نمبر بہت اچھے آئے تھے۔ حد تو یہ ہے جھاؤ اور خارپشت جو پڑھائی کے معاملے میں ڈفر تھے، وہ بھی پاس ہو گئے تھے۔ جبکہ حارب اور رامس کو یقین تھا کہ وہ اسکول سے نکال دیے جائیں گے۔

پھر الماریاں خالی ہو گئیں۔ ٹرک بھر گئے۔ نستیر کا مینڈک اِدھر اُدھر اُچھلتا پھر رہا تھا۔ اسکول کی طرف سے طلباء کو نوٹس دیے گئے تھے۔ انہیں خبر دار کیا گیا تھا کہ گرمی کی چھٹیوں کے دوران انہیں جادو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر جھیل کے کنارے کشتیوں کا بیڑہ موجود تھا۔ جھیل کے پار سحر کدہ ایکسپریس روانگی کے لیے تیار تھی۔ سفر شروع ہو گیا۔ حارب کے پاس سوئیٹس کا جو پہاڑ تھا، ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ حالانکہ کھانے والے بے شمار تھے۔

بالآخر وہ پلیٹ فارم نمبر پونے دس پر اتر گئے۔

باہر نکلنے کا مسئلہ دیر طلب تھا۔ وہ دو دو تین تین کی ٹکڑیوں میں دیواری رکاوٹ عبور کر رہے تھے۔

تا کہ دھرپٹوں کو کسی غیر معمولی پن کا احساس نہ ہو۔" تم موسمِ گرما میں ہمارے یہاں بھی آؤ...... تم دونوں"۔ رامس نے حارب اور مینا سے کہا۔" میں تمہیں الّو بھیجوں گا۔"

"شکریہ یہ مجھے انتظار رہے گا۔" حارب نے کہا۔

بہت سے لوگ حارب کو گڈ بائی کہہ رہے تھے۔" تم اب بھی مقبول ہو۔" رامس نے خوش ہو کر کہا۔

"مگر جہاں میں جارہا ہوں' وہاں ناپسندیدہ ہوں۔" حارب بولا۔

وہ تینوں باہر نکلے۔" وہ رہا وہ......وہ دیکھیں۔" وہ رامس کی چھوٹی بہن کی آواز تھی۔ مگر اُس کا اشارہ رامس کی طرف نہیں' حارب کی طرف تھا۔" وہ دیکھیں ممی' وہ حارب چرخی......"

"خاموش رہو سامرہ' اس طرح اشارہ کرنا بری بات ہے۔" مسز قرولی نے اسے ڈانٹا۔ پھر وہ ان تینوں کو دیکھ کر مسکرائیں۔" بہت مصروف سال تھا؟" انہوں نے حارب سے پوچھا۔

"جی ہاں' بہت زیادہ اور آپ کے سویٹر اور مٹھائی کا بہت بہت شکریہ۔"

"ارے...... یہ کوئی ایسی بات نہیں۔"

"تم تیار ہو؟"

حارب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ روفی خالو تھے۔ گھنی گھنی مونچھیں' جامنی رنگت اور وہی غصیلے تیور۔ انہیں حارب پر غصہ آرہا تھا۔ اتنے پرہجوم مقام پر الّو کا پنجرہ لیے کتنے فخر سے کھڑا ہے۔

اور روفی کے پیچھے شاکیہ خالہ تھیں اور ڈوڈی تھا' جو حارب کو خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ لوگ حارب کی فیملی ہیں؟" مسز قرولی نے ان سے پوچھا۔

"ہاں' کہنے کی حد تک۔" روفی خالو نے کہا۔ پھر حارب کی طرف مڑے۔" جلدی کرو لڑکے۔ ہم یہاں پورے دن تو کھڑے نہیں رہیں گے۔" یہ کہہ کر وہ باہر کی طرف چل دیے۔

حارب اب رامس اور مینا کو الوداع کہہ رہا تھا۔" کاش......تم خوش گوار دن گزارو' مینا نے یقین سے محروم لہجے میں کہا۔ وہ روفی خالو کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ کوئی شخص اتنا ناخوش گوار بھی ہوسکتا ہے۔

" بےفکر رہو۔ میں خوش گوار وقت گزاروں گا۔" حارب نے کہا۔ وہ مسکرایا۔" کیونکہ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہمیں چھٹیوں کے دوران گھر پر کسی قسم کا جادو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس سال موسمِ گرما میں ڈوڈی کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرے گا......

☆......☆......☆......☆

ناول ملکیت و بشکریہ

# محمد سعید چوھدری

ناول

سکین

بائے

# محمد سجاد بھٹی

0
3
0
4
5
5
0
3
0
8
6

خصوصی تعاون: جاسوسی نشست ایڈمن




ڈاکٹر حامد حسن، ممتاز علی کیانی، عقیل قریشی
محمد سجاد بجنی، سیف الملوک عباسی، یاسر حسنین
ساگر زمان، ناصر محمود بلوچ

ہمارے بہترین ناول





علم و عرفان پبلشرز

34۔ اردو بازار، لاہور، فون: 7352332-7232336
www.ilmoirfanpublishers.com. E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com